

## قواعد سہیل مین

## اغراض مقاصد سہیل مین

- (۱) ہندوستان کے بہترین اہل مسلم کے علمی مضامین کی اشاعت۔
- (۲) معاذین اسلام خصوصاً مخالفین مذہب کے بجا اعتراضات اور حلوں کا دفع۔
- (۳) حقیقی حقائق اسلام کی نشاندہی۔
- (۴) علمی قومی اور مذہبی اور اہل ملی معاملات پر جو مذہب سے متعلق ہونے تبصرہ و نقد۔
- (۵) حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کے علوم و ادب کا نشر۔

## مشتہد

اس کثیر الاشاعت رسالہ میں اشتہار نہایت وقت ذیل کا زرخشاہ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر	ادب	ایک صفحہ	ایک صفحہ	ایک صفحہ
۱	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰
۲	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰
۳	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰
۴	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰
۵	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰

کوئی صاحب کی اجرت کی خواہش فرمائیں یا کی گنجائش نہیں مسئلہ تین کے صفحات کا نرخ اسکے علاوہ ہے جو مذہب خط و کتابت طے ہوگا ہے جہت پر جس سال پیش آنا چاہئے۔

- (۱) یہ رسالہ ہر ماہ عربی کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوگا۔
- (۲) سہیل کی ضخامت فی الحال ۴۰ صفحات سے کم ہوگی۔
- (۳) سہیل جگہ خریداروں کے نام بذریعہ ڈاک روانہ ہوگا۔
- (۴) اگر خریداروں کے پاس کیسٹ نہ ہو تو ۲۰ روپے کے نو ۲۰ روپے عربی تا کہ فزین طبع نہ ہو سب سے پر و بارہ ڈانہ کیا جاسکتا ہو اسکے بعد ۴۰ روپے کا کٹ وصول ہونے پر بھیجا جائیگا۔
- (۵) سہیل کی سالانہ قیمت فی الحال ۱۰ روپے ششماہی تھا، ہوگی ۱۰ روپے۔
- (۶) جگہ مراسلات و ارسال زر خط و کتابت بنام اہل البراعہ مولوی سید ظفر ہدی گھر روبرو رائٹر و مدیر خاص سہیل مین و کٹورہ سٹریٹ لکھنؤ، یوٹا نیٹ۔
- (۷) مضمون نگار حضرات کے مضامین اگر محدود و منازل سہیل سے متجاوز نہ ہوں گے اور معیار علم پر ٹھیک اتھریٹک و تصدیق اتھن شائع کئے جائیں گے۔
- (۸) سہیل کو چونکہ آئندہ اپنے کام میں جو دینی حمایت اور مذہبی دفاع پر منحصر ہے تو سب سے پہلے اگر تائبہ اندوہ بغیر استعانت حاضر خدمت ہوگا۔
- (۹) نمونہ کار پرچہ ۴۰ روپے کا کٹ آنے پر بھیجا جائیگا۔ مفت حاضر خدمت ہوگا۔
- (۱۰) خریداروں سے عرض ہو کہ خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دین و نہ بغیر نام لکھیں۔
- (۱۱) جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ یا کٹ آنا چاہئے
- (۱۲) مسائل موصولہ ضرور بالضرور مع ہونے اسکا ذمہ دار اڈیٹر نہیں اور نہ وہ مضمون کے واپس کرنیکا ذمہ دار ہے

پیشہ سہیل مین و کٹورہ سٹریٹ لکھنؤ

سہیل کی توسیع اشاعت میں دیکر ناظرین شہ

برائے کسی کے لیے منتخب کیا گیا ہے جو اس کے لیے منتخب کیا گیا ہے  
بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ اس کے لیے منتخب کیا گیا ہے جو اس کے لیے منتخب کیا گیا ہے

اگر کسی کے لیے منتخب کیا گیا ہے جو اس کے لیے منتخب کیا گیا ہے

سہیل بن جبریل

جلد ۱۰ جمادی الثانیہ و ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۲-۳	مدیر	۱
۳-۴	م-قی	۲
۴-۵	مدیر	۳
۵-۶	حضرت مانی جاسی	۴
۶-۷	مدیر	۵
۷-۸	مدیر	۶
۸-۹	ایک محقق	۷
۹-۱۰	مدیر	۸

## ”نشورۃ الدرد“

”جہان قحط سلسلے شد اندر دشت کرباران فراموش کردند عشق  
ایک زمانہ تھا کہ مدیر انجم کو مثالب و معائب خلفائے کچھانے کی کوشش تھی اور مذہب  
اہل تشیع پر الزامات بھی قائم کرنے کا حوصلہ مگر سہیل مین کی برق بارہون نے اس خیرین جہا  
پردہ صاعقہ عذاب گرایا کہ مدیر انجم کے تنگنا سے معلومات مین خاک اڑنے لگی اور اب  
اس خشک سالی مضاف مین انجم کی زمین ”شائل ترمذی“ کے مرطوب احادیث  
سے سپنچی جا رہی ہے اور رطب و یابس کا انبار لگایا جا رہا ہے، چار ماہ کے پرچے  
انھیں جیزوں کو اپنے واسن مین بے ہوسے ”جو فروشی گندم نمائی“ کا حق ادا کر رہے  
ہیں۔

کاش بجائے ان باتوں کے سہیل کے ”حدیث قرطاس“ کا جواب دیا جاتا  
جس نے اس کا فذ می مذہب کی دہشتیان اڑا دی ہیں، یا اگر جواب محال تھا، جو حقیقت  
ہے، تو کم از کم سولۃ الغلوب کی طرح ایمان ظاہری ہی لئے ہونے تاکہ اسلام کی روح بھی  
خوش ہو تی اور زمانہ سے غوطی دیم کے بے ”منصف مزاج“ کا لقب بھی ملتا۔ مگر خدا  
”حجت جاہلیت“ کا جھٹکا ہے، تعصب کے بل پر حجت و خیر مین مصروف ہے۔ ہمارے مظلوم  
بھروسہ قرار ہے۔

”کیون مدیر صاحب حضرت عمرؓ نے رسولؐ کو ”ہذیان گو“ کہا اور آپؐ ان کو مسلمان کہتے  
ہیں اور سر تاج مانتے ہیں؟“

مین موانع کو لگے چکا اور کئی بار، سہیل کی تاخیر اشاعت کے سہماکے ذکر کر چکا اور  
متواتر، مگر اب بھی مجھے پوچھا جاتا ہے کہ پرچہ اپنے وقت پر کیوں نہیں شائع ہوتا۔ لیکن

صرف اسلئے کہ انوائے ماضی اجزائے مستقبل میں خاموشی کے ساتھ ساری ہو گیا ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر مستقبل متحرک ساکن ہو جاتا اور محدود تاکہ میری کوششیں اس کے حدود پرستی ہو جائیں مگر گھبرائے نہیں، اٹھ رات ختم سال سہیل، یعنی رمضان کی اجزائے زمانہ کو سمیٹ کر یکجا کر دوں گا، میری کوشش تو یہی ہے آئندہ خدا بخیر ہے۔

سہیل، مولانا قاضی مسید مظفر حسین صاحب کا میم قلب ہے شکر گزار ہے کہ ممدوح نے پانچ خریدار سہیل کے ہم پہنچائے اور ان سے چندہ وصول فرما کر دفتر کو بھیج دیا تاکہ کیف انتظار و رحمت اُمید و بیم سے نجات رہے خدا مجروح کو اجر جزیل عنایت کرے۔  
مگر آپ اس نوٹ کو نہ ملاحظہ کیجئے کیونکہ آپ شرمندہ ہون گے اور میں نخل کر کے کوئی خریدار عنایت نہ کیا۔ شکایت نہیں ہے صرف یاد دہانی مقصود ہے۔  
ذرا تلخ ترین چودوق نغمہ کم بابی حُدی راتیر تو میخوان جو محل لگان بیخی

رسالہ ”ادب“ کا دوسرا اور تیسرا نمبر نہایت اُمید افزا ہے اور بیچ تو یہ ہے کہ پچھلے خرابیاں چھپا دی گئیں جن ان سب کی تلافی حق نے فرمائی گودھی یا لون کہ لیجئے کہ :-

تقاضا نقش ثانی بہتر کند ز اول

اُمید ہے کہ دلدادگان ”ادب“ ”ادب“ کے کارکنوں کی ہمت افزائی سے دریغ نہ فرمائیں گے۔



## مدیر انجم کی شکست عظیم

### کاجواب

مناظرہ امروہہ میں مدیر انجم کو جو شکست فاش ہوئی تھی، اس کا اظہار فحش کی صورت میں مدیر انجم نے دنیاے مریدین پر کیا اور ایک حشر رسالہ جس کا نام ”شکست عظیم“ ہے چھپوایا، اس میں وہی ایمان بالقرآن کی بحث کا تذکرہ ہے اور اپنی ہمالت کا ثبوت، اس کا جواب اب تک شائع نہیں ہوا تھا اگرچہ مناظرہ کو کی موداد چھپ چکی ہے اور جہ سے باطل متنازع ہو گیا ہے، مگر پھر بھی اس کے جواب کی ضرورت تھی جس کا سلسلہ سہیل بن نبی شروع کیا جاتا ہے۔ مدیر نے اس رسالہ میں تین تنقیحات قائم کی ہیں جسکو ہم بعینہ اول ہی میں نقل کیے دیتے ہیں تاکہ ناظرین کو مطالب کے سمجھنے میں دقت واقع نہ ہو۔ مدیر

”تنقیحات مدیر انجم“

سوال ”آیا حضرات شیعہ کا ایمان قرآن کریم پر ہے یا ہو سکتا ہے“  
 تنقیح اول۔ ”اس بات پر ایمان کہ قرآن نام کی کوئی کتاب خدا کے ایمان سے اتنی تھی جس طرح کہ مسلمانوں کا ایمان قرآنیت و انجیل پر ہے“

تنقیح دوم۔ ”اس بات پر ایمان کہ قرآن نام کی جو مقدس اور جان سے زیادہ پیاری کتاب مسلمانانِ عالم کے پاس ہے جس کے سوا کسی دوسرے قرآن کا وجود کسی گوشہ دنیا میں نہیں ہے آیا یہ بے کم و کاست بے تغیر و تبدل بلا تحریف و زیادت وہی کتاب ہے جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ فرماتے تھے“

تنقیح سوم۔ ”اگر معاذ اللہ اس میں کمی بیشی تحریف و تبدل ہوئی تو آیا بحالت موجودہ اس کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا جو بھی قابل ایمان ہے جس کی بابت قطعی طور پر یقین کیا جاسکے کہ یہ کلام خداوندی ہے اور اس کا جو مفہوم ہے، مراد الہی ہے“

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة على خير خلقه محمد وآله الطيبين الطاهرين  
ولعنة الله على اعدائهم اجمعين

## التماس

زمانہ کبھی نویات اور خرافات کے جواب دینے پر مجبور کرتا ہے جیسے آج کل کا زمانہ ۔  
نہ ہمیں تہی دماغوں سے اُلٹنے کی ضرورت اور نہ ایسے لوگوں سے مقابلہ کی فرصت ۔ لیکن ہالوں کو  
یہ خوف ہے کہ وہ سحر ساحر اور اعجاز موسوی میں تفرقہ نہ سمجھ کر کہیں باطل کو حق نہ سمجھیں اس لیے مٹھو غریز  
کا ایک حصہ نذر احقاق حق کیا جاتا ہے

خدا کرے کہ اس تحریر کو با فہم اہل سنت تعصب مذہبی چھوڑ کر تحقیق اور

## انصاف کی نظر سے دیکھیں

اس امر سے پہلے کہ ہم ایک ایک لفظ کا جواب کافی دین ایک سرنامہ لکھنا چاہتے ہیں جن سے  
ناظرین نتیجہ نکال سکیں کہ کس فرق کا مذہب حق ہے کہ نہ کہا اوقات بحث کی طول سے نتیجہ دور ہو جاتا ہے۔  
دورہ سرنامہ یہ ہے ۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ کی ایک حدیث ہے جو حقیقت گمراہی اور ہدایت کی  
پرکھ بتلاتی ہے امت کو اُسے اس نزاع میں جو آج کل درپیش ہے سب سے پہلے کام میں لانا چاہیے۔

(وہ حدیث حدیث ثقلین ہے)

کنبہ مستطاب عبقات میں علامہ آفاق نے اس حدیث مبارک کا دو اتر اعتراف اہنت سے  
ثابت فرمایا ہے دوسری صدی میں اس کا اثبات ثلوثہ علمائے ثقات کی زبانی فرمایا ہے تیسری صدی  
میں تینتیس<sup>۳۳</sup> محدثین کی روایت کا ذکر کیا ہے چوتھی صدی میں کہ ائیس علمائے محدثین ہیں پانچویں صدی میں



ہدایت وہ ہے جو قرآن اور اہلبیت دونوں کا پیرو ہو اور جو ایسا نہ کرے گا وہ گمراہ ہے۔

## اب دیکھنا چاہیے کہ

شیعہ اگر سنی و دونوں فرقوں میں سے کس نے قرآن اور اہلبیت دونوں سے شک کیا کہ ہم اُسے صاحب ہدایت سمجھیں اور کس نے ایسا نہیں کیا تا کہ ہم اسے گمراہ کہیں۔

## اہل تشیع نے

قرآن اور اہلبیت دونوں سے شک کیا قرآن پر ایمان لائے اور اسکی تفسیر اہلبیت پر کھینچی کیونکہ قرآن اور اہلبیت افادہ حکم حق کے بارے میں دو عین ہیں بلکہ وہ اسباب ہیں ایک ہی چیز ہیں ایسوی رسول نے دونوں کے اتباع اور پیروی کو امت پر واجب قرار دیا اور اسی وجہ سے یہ ضروری کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ اسی جگہ سے یہ بات روشن اور ظاہر ہے کہ اہلبیت سے مراد صرف مصومین ہیں جو قرآن سے ایک وقت میں جدا نہ ہو سکیں ورنہ ان دونوں کی اطاعت کا حکم دینا عقلاً ناجائز ہوتا کیونکہ قرآن اطاعت خدا کا حکم دینا اور وہ اپنے خواہش کے موافق حکم دیتا ہے جو مصیبت خدا ہوگا ایسی صورت میں دونوں کی اطاعت کا حکم دینا محال اور اجتماع نقیضین ہوگا اور جو ہم اس حدیث مبارک سے سمجھیں وہی کالمین اہلت بھی سمجھیں ہیں جو مختاری کتاب میں تحصین نظر آئے گا لہذا شیعہوں کے سوا اور کوئی معیار ہدایت پر ٹھیک نہیں اترتا۔

اہلت نے اپنے رہبروں کے مطابق آل رسول کی اطاعت چھوڑ دی اور بجائے آل صف اصحاب کو مقتدا مان لیا اور بعد میں اپنے بے ایسے امام بن کر لیے جو نہ اولاد رسول تھے نہ مصابہ جناحہ اہلبیت کے چار فرقوں حنفی شافعی حنبلی مالکی میں ایک بھی ایسا نہیں جو حکام اہلبیت بنی ہو تا تو درکنار اولاد بنی میں سے بھی شمار نہیں کیا جاسکتا بلکہ طاعت یہ ہے کہ مصابی بھی نہیں۔ ایسی صورت میں دوسرا جز حدیث ثقلین کا بالکل چھوڑ دیا گیا اور صرف حسبنا کتاب اللہ کا دعویٰ کر لیا گیا جس کے معنی یہ ہیں کہ ہم خدا کی کتاب کافی ہے یہ کلام بھی کسی مسمیٰ

آدمی کی بات کاٹنے کے لیے نہیں کہا گیا بلکہ اہلسنت کے پیرو مرشد حضرت عمرؓ نے رسول کو بھیت  
 آخروہ کئے دی اور کہا کہ ہمیں کتاب خدا کافی ہے اگر آج کتاب خدا کافی ہو گئی تو کل یعنی مرض  
 کے پہلے رسول کو احادیث کے بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی یہی اس وقت بھی کہہ دیا ہوتا کہ بس  
 کتاب خدا کافی ہے احادیث کے بیان سے استنفا حاصل ہے۔ اہلسنت رسول کے مقابلین  
 حضرت عمرؓ کے اس فعل کو پسندیدگی سے دیکھتے ہیں اور پھر بھی اپنے کو اہلسنت فرماتے ہیں مہری  
 برائے میں اس فرقہ کے لیے دو نام موزوں ہیں یا تو حدیث بیان کرنے سے منع کرنے کو دیکھیں تو بھلا  
 نام اہل منع سنت رکھا جائے یا ان کی حسبنا کتاب اللہ پر نظر ڈالی جائے تو بھلا مہل کتاب  
 رکھا جائے اور غالباً وہ اس آخروہ کے نام کو بخوشی منظور کر لیں گے۔

گش حسبنا کتاب اللہ کہنے کی شرم رکھتے اور پھر کسی کے زیرِ حکم نہ آتے لیکن آئندہ  
 پل کر کتاب خدا کافی نہیں ہوئی اور ان کو ابو حنیفہ و شافعی و مالک و احمد بن حنبل کو امام ماننا پڑا  
 اور ان چار مختلف و صارون پر اہلسنت کی ناؤ چھوڑی گئی جو سفینہ نوح سے بالکل الگ راستہ  
 اور قرآن ایک ہی کتاب ہے جس میں تفسیر حضرت رب العزت اختلاف نہیں ہے۔ ان چاروں کتابوں  
 میں جدید اختلاف ہے جس سے صاف آشکار ہے کہ قرآن ان احکام کا ماخذ نہیں ہے۔

اگر بلا تشبیہ ان میں سے کوئی منجانب التدد الرسول واجب الاطاعت ہوتا تو ہم یہ کہہ کے چپ  
 ہو جاتے کہ وہ اعلم ہیں جب ہی تو خدا نے ان کے اتباع کا حکم دیا ہے لیکن جب ایسے نہیں ہیں  
 تو معاملہ صاف ہے۔

پر اس بات کا نتیجہ ہے کہ ان لوگوں نے اہلسنت معصومین کی اطاعت سے سرتابی کی تو ان کو  
 ایسے لوگوں کے سامنے سر ہٹانا پڑا جو خود بھی غیر معصوم تھے جیسے خدا پر ایمان نہ لائے ان کو پھٹور  
 کے سامنے سر ہٹکانا پڑا۔

### نتیجہ کلام

یہ جو اگرچہ مذکورہ رسول پر انھوں نے عمل نہ کیا لہذا جہیزہ ایت کی ضمانت کرتی تھی (یعنی

قرآن اور اہلبیت کا اتباع اور پیروی) وہ ان کے پاس نہ رہی اور جب وہ نہیں ہے تو ان کی گمراہی  
تقریر رسول سے مستفاد ہوتی ہے جیسا کہ ہمارا حق پر ہونا اسی حدیث سے ثابت ہے اور جب ہمارا  
شک اہلبیت کے ساتھ ثابت ہے تو قرآن کے ساتھ ایمان اور متک دونوں بغاوت حدیث ثقلین  
ثابت ہیں کیونکہ قرآن اور اہلبیت میں افتراق اور جدائی ناممکن ہے۔

ہمارا مقابل یہ نہیں کہ سکتا کہ آپ صیح جب ہم قرآن کے ساتھ متک ہیں تو اہلبیت کے ساتھ بھی  
ہاں شک ثابت ہے کیونکہ قرآن اور اہلبیت جدا نہیں اس لیے یہ تقریر نہیں کی جاسکتی کیونکہ  
حسبنا کھانا اللہ کہہ کر اس نے اہلبیت کو الگ کر دیا ہے لہذا قرآن اور اہلبیت دونوں سے علیحدگی  
ہو گئی۔

نہ خدا ہی ملانہ وصال نسیم نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے گئے

وما ذا بعد الحق الا الضلال جن کے چھوڑ دینے کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا رہ گیا۔

### ہم سے ایمان بالقرآن کا سوال

نافی فریق مقابل اس حد پر پہنچی کہ بجائے اسکی کہ ترک اہلبیت اور روح حدیث ثقلین کے بعد  
ہم اس سے پوچھتے کہ جب تم اہلبیت کا اتباع نہیں کرتے تو قرآن کے ساتھ تمہارا ایمان کیونکر  
ہو سکتا ہے حالانکہ وہ دونوں ایک دوسرے سے بفرمودہ رسول جدا نہیں اور جب تم ماننا کہ  
الرسول فخذوا جو رسول تمہارے پاس لائے اُسے لے لو یعنی اُس پر عمل کرو۔  
اس آیت مبارکہ کو ظاہر نظر ہر د کرتے ہو تو قرآن پر تمہارا ایمان کیوں کر ممکن ہے۔

ہمیں سے پوچھا جاتا ہے کہ تم اپنا ایمان قرآن پر ثابت کرو اس سوال کا حق اولاً تو  
اس فریق کو حاصل ہی نہیں کیونکہ نہ وہ قاضی اسلام نہ مفتی ایمان بلکہ فوسلی کی صورتوں میں  
اپنی ابتدائی تاریخ سے آج تک دنیا میں مقیم ہے جب اس کے ریمان ملے اپنا شباب بچھڑتی  
پر نثار کر چکے تھے اور جا بجا نبوت میں شک کر چکے تھے تو ان کے سوال کرنے پر ہمیں ہنسی آتی  
ہے اور ان کی حیا واری پر آفرین کہنے کا موقع ملتا ہے۔

پھر میں یہ بھی شوق نہیں کہ کوئی غیر مومن مومن کہے ہمارے اسلام کا مقربو یا نہ ہو وہ دونوں  
 مائین ہمارے نظریں یکساں ہیں نہ افراد میں عزت ہے نہ انکار میں ذلت ہے۔ تاہم اسباب میں کچھ  
 کلمہ دینا ضروری ہے کیونکہ جب اس فرق کو اپنی فضیلتوں کا نشر منظر ہے تو ہمیں عذر کا کیا موقع ہو۔

## اس سوال کا راز سمجھنے کے قابل ہو

ڈوبنے والے کو تنکے کا سہارا بہت ہے۔

جب یہ فرقہ گروہ امامیہ کے سامنے نبوت ثلاثہ کی عظمت ثابت نہ کر سکا اور قرآنی شہادتوں  
 نے ان کی ایمانی دفتر کا ورق الٹ دیا اور سنت نبوی نے ان کے اسلام حقیقی پر روشنی ڈال کر انکی  
 پیروں کو بھی اسی بلاتین جلا کر دیا اور قلم مؤرخین و محققین اسلام نے ان کی باطل پرستیوں کو طشت آسمان  
 کر دیا تو ان کا آخری زور یہ قرار پایا کہ وہ ہمے قرآن پر ایمان لانے کا حال پہنچیں اور یہ کہیں کہ  
 جب قرآن کے جاسع بھی تھے اور ہم ان کو منافق کاذب خائن وغیرہ سمجھتے ہو تو پھر کیونکر اس قرآن  
 کو قرآن سمجھتے ہو؟ اپنے دہشت میں یہ بڑا مشکل سوال پیش کیا ہے جس سے مجبور ہو کے خلفاء کبیر  
 کرتے گئیں اور اپنے وطن و تشیع سے باز آئیں یہ تناسل محال دینی ہی ہے جیسے کفار قریش ہم سے  
 یہ خواہش کریں کہ تم ہکو اچھا کہو کیونکہ ہم نے کعبہ کو بنوایا تھا اور تمھارے ہی رسول نے چار قبیلوں سے  
 سنگ اسود کو اٹھا کر کھوایا تھا اور یہ وہ وقت تھا کہ جب تمھارے رسول نے دعوت اسلام ظاہر نہیں  
 کی تھی اگر تم ہکو ہرا کہو گے کا فر سمجھو گے تو تمھارا ایمان بیت الدنیا نامکن ہو گا کیونکہ ممکن ہے کہ ہم نے  
 بنائے ابراہیمی کو ہٹا دیا ہو ممکن ہے کہ اس میں بڑھا دیا ہو۔

غالباً ہمارا فرقہ مقابل اپنے ایمان کو بچانے کے لیے ان کافروں سے بڑھ کر مصافحہ کرنے لگے اور  
 ان میں جانشینی رسول کا استحقاق تجویز کر دے لیکن اہل تشیع تو ان کافروں کو کافر ہی سمجھیں گے چاہے وہ  
 کعبہ بنو امیہ یا قرآن کو صحیح کریں۔ یقیناً وہ مختصر سزا نامہ تھا جسے ہمیں سب سے پہلے ذکر کرنا تھا۔

## ایک اور قابل ذکر بات

یہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں وہ اس لیے نہیں کہتے کہ وہ لوگ ان کلمات پر ایمان لائیں جن کے دلوں پر

قدرتی مزین لگی ہوئی ہیں (طبع اللہ علی قلوبہم) نہ اس لیے کہ اسے ہیں کہ بے ادراک لوگ مذاب خدا ہے  
 اور جانیں سوا علیہم انذرتہم امر لہم تنذروہم نہ اس لیے کہتے ہیں کہ ہمارے کھانے  
 پینے کا سامان باخلاص مریدوں کے ہاتھوں ہو جائے۔ امر تستملہم یخیر جافخر ارج دیکھا  
 خیر نہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ہماری حقیقت کا امتحان کر رہے ہیں کہ اس رسالہ نے  
 اس مظہر و تاریک سوال پر روشنی ڈالنے کے لیے فلک تحقیق پر چند ٹھوس رہا دورے کیے ہیں جس کے بعد  
 اس سوال کی ضرورت نہیں لیکن دانا ہوا آموختہ اگر ذریعہ رزق ہو جائے تو وہ کسی مسلم کی تہدید  
 و تنبیہ سے ترک ہو سکتا ہے؟ اب بھی ناظرین دیکھ لیں گے کہ اس عبارت کے ایک حرف کا جواب ناممکن ہو گا اور  
 حق کا کہیں جواب ہوتا ہے پھر بھی جواب ضرور دیا جائے گا کیونکہ مرتبین کے کہ ہمارے قبلہ و کعبہ ہار گئے  
 اس میں کچھ ہنوت ہوں گے کچھ گالیان کچھ شان الہیت میں حسب عادت گستاخانہ کلمات۔

غرض وہی آوار ہوگی جو خالی نظروں میں ہوتی ہے اور آخر میں یہ ہوگا کہ مناظرہ میرے ہاتھ  
 رہا اور میرے سوال کا جواب علماء دہر دے نہیں سکتے۔

آئیں کہ نہ اندوہ نہ اند کہ بداند درجہ بل مرکب ابدالہ ہر ہادامہ

### ہماری تحریر کی حقیقی غرض

یہ ہے کہ وہ لوگ جو سنت اور شریعت سے بحث نہیں رکھتے یا وہ لوگ جو کسی ایک گروہ میں سلسلہ  
 کیوجہ سے داخل ہیں مگر منصف مزاج ہیں اور ہٹ دھرم نہیں ہیں وہ ہمارے فریق مقابل کی شکایت  
 کو سامنے رکھ کر اس غفلت کو دیکھیں اور مابین خود و خدا حق و باطل کا فیصلہ کر لیں یہ غرض بھی ہے کہ امر و نہی کا  
 مناظرہ بیکار مضامین نہ جائے اور اس کا فائدہ صرف زمین امر و نہی تک محدود نہ رہے بلکہ حدود ہندوستان  
 میں یہ روشنی و در تک پھیل جائے تاکہ حق کی بالادستی میں کسی منکر کو شک نہ رہے اور آئندہ نسلاں  
 کے لیے بھی ذخیرہ رہے۔

یہ غرض بھی ہے کہ وہ مناظرہ سنی جسے یہ دانا ہوا سوال اذہر ہے وہ وسائل رزق کے تحسین  
 زمین بدلتا رہتا ہے کیونکہ ایک مرتبہ کے بعد پھر کہیں اعتقاد قائم نہیں رہتا اس لیے یہ تحریر عام زمینوں کے



ایک منظر ہر کلام دے گی اور وہ اس کو پیش نظر رکھ کر بغیر کسی منظر کے منظرہ کر سکیں گے۔

### پہلا باب ہم سوال اور اس کی تفتیوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں

**قول معاندین** میرا پہلا سوال اس وقت یہ ہے کہ آیا حضرات شبیہ کا ایمان قرآن پر ہے یا ہو سکتا؟  
**قول مجاہد** سوال کا جواب یہ ہے کہ ان قرآن مجید پر ایمان ہے اور مجاہد تو ہو بھی سکتا ہے  
 کیونکہ وہی چیز ہوتی ہے جو ممکن ہوتی ہے کیا خدا محال کی تکلیف دیتا ہے تاکہ ایمان بالقرآن کہہ سکنے  
 اور نہ ہو سکنے کا سوال پیش کیا جاتا ہے شاید معلوم نہیں کہ قرآن پر ایمان لانا ممکن ہے یا محال لیکن  
 جو کچھ پوچھنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ کیا حضرات شبیہ کا ایمان قرآن پر خلفائے ثلاثہ کو برا کہنے کے ساتھ بھی ہو سکتا  
 ہے یا نہیں؟ کیونکہ حضرت یہی مطلب ہے نا؟

توسیعاً ایمان قرآن پر اس وقت بھی ممکن تھا جب آپ کی "خصائص سیوطی" ص ۱۳۲ ج ۱ کے بڑے بڑے لوگ  
 قرآن کو شعر سمجھتے تھے، کہا کرتے تھے، اس کو شعر جانتے تھے، خلفاء کی بیعت یا ذمہ پر قرآن کے ساتھ  
 ایمان لانا موقوف نہیں ہے ایمان ایک ایسی چیز ہے جو تصدیق قلبی حاصل ہونے کے بعد کسی دوسری چیز پر  
 موقوف نہیں ہے چنانچہ شرح عقائد الشافعی میں ہے: والایمان التصدیق یعنی ایمان اس بات کا  
 نام ہے کہ دل بن اذعان اور یقین حاصل ہو جائے، یہ معنی تو لغت کے اعتبار سے ہیں اب رہ گئی  
 شریعت اس کے اعتبار سے اسی کتاب میں یہ معنی بیان کیے ہیں

فَاعْلَمَنَّ الْاِيْمَانُ فِي الشَّرْحِ هُوَ	یعنی شریعت میں ایمان اس بات کا نام ہے کہ جو کچھ رسول
التَّصْدِيقُ بِمَا جَاءَ بِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ	خدا کے پاس سے لایا ہو اور اس کو لانا ضروری اس کی
او تصديق النبي عليه السلام بالقلب	تصدیق کی جائے چاہے وہ تصدیق اجمالی کیوں نہ ہو
في جميع ما علم بالضرورة مجتبية به من عند الله	اور اس تصدیق اجمالی سے وہ مومن ہو سکتا ہے
تعالى اجمالا فانه كافي في الخروج عن عمدة	ایسے مومن کو دوسرا اس مومن کے ایمان سے کم نہ ہو گا جو تفصیل
الایمان ولا تختلج ديجته عن ایمان التفصيل	سے رسول کی برائی ہوئی چیز پر ایمان لایا ہو۔

اسی کتاب میں مذکور ہے کہ: ذہب جھوٹے المحققین الی انہ ہوا التصديق بالقلب

وانما الاقوال شرط الاجراء الاحکام فی الدین ص ۱۹۷ یعنی تمام متقین کا  
یہی مذہب ہے کہ ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے اقرار کرنا ایمان میں داخل نہیں ہاں اقرار اس لیے  
ہے کہ احکام مومن دنیا میں اس پر جاری کیے جائیں کیونکہ دل کی بات کوئی جان نہیں سکتا اور جب اقرار  
کرے گا تو طاعت تصدیق ظاہر ہو جائے گی۔

اس عبارت سے جو کچھ معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ ایمان میں صرف تصدیق اجمالی بھی کافی ہے یہاں تک کہ  
اگر کوئی شخص قرآن کو مثلاً حیرنہ پڑھے نہ دیکھے نہ جانے کہ وہ کسی کتاب ہے پھر بھی وہ یقین کرتا ہو کہ رسول  
کو یہ کتاب خدا کی جانب سے ملی ہے تو مومن ہونین کافی ہے۔

صاحب شکستہ عظیم کو چونکہ معنی ایمان معلوم نہیں ہیں اس لیے وہ پوچھتی ہیں کہ کیا شیعوں کی ایمان  
قرآن پر ہو سکتا ہے، یعنی نہیں ہو سکتا؟ اس لیے کہ وہ صحابہ کو اچھا نہیں سمجھتے مکملین اہلسنت تو رسول  
کی لائی ہوئی چیز و ہنر اجمالی ایمان و انکا کافی سمجھتے ہیں لیکن آپ فقط رسول کی لائی ہوئی چیزوں میں تفصیل  
شرط نہیں کرنے بلکہ ایک ایک صحابی کی معرفت اور اس کی برکت اور طہارت کے علم کی شرط قرار دیتے  
ہیں اس بنا پر ایک سنی مؤرخ کے سوا کوئی مومن ہونے کا دعویٰ ہی نہیں کر سکتا ہم اس خطا کو متنا  
کرتے ہیں کیونکہ سائل سنی ایمان سے بالکل جاہل ہے لیکن ہم یہ ضرور کہیں گے کہ معنی ایمان کے جانتے  
کے بعد یہ سوال اپنی بنیاد پر ہی متیون سمیت اٹھ جاتا ہے۔

پہلی نتیجہ۔ اس طرح اٹھ جاتی ہے کہ قرآن سے بحث کرنا یہ مرتبہ تفصیل کا ہے اور جب ایک اجمالی صورت  
ایمان ممکن ہے، یعنی قلب میں ایسی تصدیق پیدا ہو جائے جو ہر اس چیز سے متعلق ہو جسے پیغمبر خدا کی طرف  
سے لایا ہو جو کلمہ۔ هوالتصدیق بما جاء به اجمالا یعنی بغیر تفصیل بھی اگر اجمالی حیثیت  
سے تصدیق کر لے کر کل وہ چیزیں جو نبی خدا کے پاس سے لایا ہے وہی ہیں تو یہ اجمالی تصدیق ایمان  
کے لیے کافی ہوگی، تو بغیر تفصیل سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ یوں دوسری اور تیسری نتیجہ بھی  
جاتی رہی کیونکہ وہ بحث بھی مقام تفصیل میں پیدا ہوتی ہے اور جب اجمال ممکن ہے تو نہ ایمان میں قبح  
ہو سکتی ہے نہ یہ نتیجہ پیدا ہو سکتی ہیں کیونکہ ایمان کی حقیقت فقط اتنی ہی ہے بقدر بیان کی گئی

ابو جہر سے ہزاروں مسلمانوں کی فردین اہلسنت میں ایسی ہیں جنکو کوئی تفصیل رسول کی لائی ہوئی چیزوں کی معلوم نہیں اور نہ وہ غریب تفہیمات سے مطلع ہیں پھر بھی وہ علمائے اہلسنت کے نزدیک مومن سمجھے جاتے ہیں اور ان کا ایمان کی طرح پڑے لگے ہوئے افراد سے کم نہیں ہے۔ کیونکہ عبارت ہابن میں یہ قریح گزر چکی کہ اس کے ایمان اجمالی کا درجہ ایمان تفصیلی سے کم نہ ہوگا۔

اگرچہ ہمارا ایمان ایسا نہیں ہے بلکہ اس سے بہدراج بہتر اور افضل ہے لیکن ہم نے اس امر کے ثابت کرنے کے لیے اس جواب کو لکھا کہ سائل اپنے ایمان کی باتوں سے جاہل ہے یہ پہلا مسکت جواب ہے۔

**دوسرا الزامی جواب**

تمہارے علمائے ہمارے فرقہ کا شمار اہل اسلام میں کیا ہے اور تمہارے ایمان ایمان اسلام میں کچھ فرقہ ہی نہیں پڑتا پھر علماء صفحہ ۲۲ میں ہے والا ایمان والا سلام واحد یعنی ایمان اور اسلام ایک ہی چیز ہے پھر تمہارے ایمان بالقرآن سے سوال ایک عجیب چیز ہے

**اس امر کا ثبوت کہ اسلام میں علمائے اہلسنت نے اہل تشیع کا شمار کیا ہے**

صاحب موقف نے جناب رسالت آب۔ استفوق امتی ثلثا وسبعین فوقۃ

کلھا فی النار کے بیان میں لکھا ہے۔ اعلم ان کبار الفوق الاسلامیۃ ثمانیۃ

المعتزلة والشیعة والخوارج والمرجیۃ والنجدیۃ والجبلیۃ والمشیمۃ و

الشیاجیۃ یعنی اسلام کے بڑے فرقہ آٹھ ہیں معتزلہ اور شیعہ خوارج مرجئہ جبلیہ مشیمہ

مشیمہ تاہم اس کے بعد صفحہ ۲۲ شیخ موقف مطبوعہ نوکشورین شارح نے یہ ٹکڑا عبارت لکھی ہے

من الفرقۃ الاسلامیۃ الشیعۃ یعنی فرقہ ہے اسلام میں فرقہ شیعہ ہی یہ وہ لوگ

ای الذین شایعوا علیہ رضی اللہ عنہ وقالوا انہ الامام بعدہ

کہ رسول کے بعد جس جلی سے بانص خفی سے ہی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام ہیں۔ اور یہ بھی ان کا اعتقاد ہے کہ امامت

بالنص اما جلیا واما خفیا اور ان کی اولاد سے خارج نہ ہوگی اور اگر نکلی گی تو یا

واعتقدوا ان الامامة  
لا یخبر عنہ وعن اولاده  
وان خوجت فاما بظلم یكون من  
غیرهم او بتقیة منه او من اولاده  
خبرون کے ظلم سے یا انکی پوشیدگی سے (فقہ اہل بیت کا  
صحیح مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ انکی امامت مقبلیہ کی جہت سے  
مخفی ہو سکتی ہے ورنہ معلوم ہے کہ منصب باقی مقبلیہ کی  
جہت سے کیوں خارج ہونے لگا۔

اس عبارت سے جہاں ظاہر ہے کہ فرقہ شیعہ کا شمار کرنے بڑے علمائے اہلسنت نے فرقہ اہل  
بین کیا ہے پھر اگر یہ فرقہ منکر قرآن ہوتا تو اسلام میں اسکا شمار کیونکر ہو سکتا۔ کیا تنبیحات ثلاثہ تک صحابہ  
موافق اور شایع موقف کی نظر نہیں گئی تھی حالانکہ صاف آشکارا ہے کہ جو لوگ امام بن علی علیہ السلام کو  
وہ ضرور ان کے غیر کو باطل سمجھیں گے۔

### مناظرہ کا ایک خوش کن مرقع

مناظرہ میں جب یہ تقریر سکت پیش کی گئی تھی تو مناظر اہل سنت مولوی عبدالحکیم صاحب نے جواباً  
دیے تھے ایک یہ کہ اس سے بہتر تھا اگر آپ اپنے اسلام کے ثبوت میں یہ بات پیش کرتے کہ سرکاری  
دفتر میں اسلامی قانون میں ہمارا شمار کیا جاتا ہے تو بہتر ہوتا۔

ناظرین اس جواب کی مناسبت کو غور سے دیکھیں کہ ہمارے الزامی جواب کا جواب یہ کیونکر ہوا ہم نے  
ان کے مسلم علمائے احوال پیش کر دیں جس سے یہ ثابت ہو کہ انہیں سے کسی کو ہمارے ایمان بالقرآن میں شک  
نہیں ہے اور ہماری بات سکا رنی دستور دیکھا حوالہ دیکر مالکین اگر ان کے اعتقاد میں ان کے علمائے احوال  
سے سرکاری دستور کی بات زیادہ قابل قبول ہے تو ایسے علمائے اسلام کی کیا وقعت ہو سکتی ہے اس  
تایید ہوتا ہے کہ ان حضرات کا مذہبی کی مذہب ثابت متحقق نہیں ہے بلکہ وہ تابع دولت ہے جیسے دولت  
ہوئی ویسے ہی کلمات سے قلب زبان آشنا ہو جاتے ہیں۔

وہ سزاوار۔ ناظرین دس مین کی چشم و ابرو پر دل دیکھ کر ہوا گیا کہ جن علمائے اپنے فرقہ کا شمار

اسلام میں کیا ہے ان کو آپ کے عقائد معلوم نہ تھے۔

اس جواب کا معنی یہ ہے کہ ان کے یہ علمائے نہ تھے بلکہ بسا اوقات جماعت سے کلام لیتے تھے معنی جو

معلوم نہ ہوتی تھیں ان میں بھی ان کو دخل در معقولات دنیا ضروری تھا وہ بات جس سے ہمارے ایمان باقران میں مناظر سنی کو شک ہو رہا ہے وہ صرف قدح اصحاب ہے اور یہ ہر زمانہ کے لوگوں کو معلوم تھا اور ہے کہ ہم فامین خلافت کو بُرا سمجھتے ہیں تعجب ہے کہ ان کے علما کو ہمارا یہ عقیدہ معلوم نہ تھا حالانکہ ہمارے اس عقیدے سے جاہل بھی واقف ہیں چہ جائیکہ علما اگر ہمارا مقابل ذی علم ہوتا تو وہ اپنی کتابوں کو دیکھ کر سمجھ جیتا موقوف کا مقصد غاس ایسے ہی مطالب کیلئے لکھا گیا ہے مگر وہ شخص فقہ پر نظر کیا کر سکتا ہے جس کی تقریر اور سوال سے اس کا مبلغ علمی معلوم ہو سکتا ہے، شرح موقوف صفحہ ۵۶۲ میں موقوف کا متن یوں ہے۔ جمہو للتکلمین والفقہاء علی انہ لا یکفوا احد امن اهل القبلة یعنی اکثر متکلمین و فقہا کا یہ مذہب ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی شخص کو کافر نہ کہا جائیگا پھر ای کتاب میں اسی صفر پر ہے۔ وقال الاستاذ ابو اسحق کل من یکفونا فحنیکفونا والا فلا استاذ ابوالحسن کا یہ قول تھا جو ہمیں کافر کہے گا اُسے ہم بھی کافر کہیں گے ورنہ ہم کسی کو (اہل قبلہ) میں سے کافر نہیں کہتے پھر ای کتاب میں صفحہ ۲۸ پر یہ عبارت ہے

الرابع من تلك الابعاج قد کفر	اس جو شخص بحث کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ بعض
الخوارج والروافض بوجوه الا ولان	لوگوں نے خوارج (وہ لوگ جو جناب امیر المومنین علی
القدح فی اکابر الصحابة الذین شهید	علیہ السلام کو بُری طرح یاد کرتے ہیں جیسے صاحب شمس عظیم)
لهم القرآن والا حادith الصحیبة	اور روافض (یعنی شیعہ) ان امیر المومنین جو اصحاب ثلث
بالترکیة والا یمان تکذیب القرآن	اور ان کے اتباع کو بُرا کہتے ہیں جیسے ہم) کا کفر کہا ہی
والرسول حیث اثنی علیهم عظمهم	کیونکہ یہ لوگ بڑے بڑے صحابہ ہیں قدح کرنے ہیں چکی
فیکون کفرا قلنا لثناء علیهم خاصة	بائیں گے پھر قرآن اور احادیث کو ایمان دیتے ہیں تو
ای لثناء فی القرآن علی واحد من	یہ لوگ قرآن کی تکذیب کیے ہیں اور اسی طرح رسول
الصحابة بخصوصیة وهو لاہ قد	کی تکذیب بھی کہتے ہیں صاحبِ حق نے ان میں کو
احقق وان من قد حوافیل لیس	یوں رد کر دیا ہے کہ قرآنی صرح میں وہ لوگ اُن کے

داخل فی الشفاء العام الوارد فیہ و  
الیہ اشار بقولہ ولا ہم داخلون  
فیہ عند ہم فلا یکون قد ہم کذباً  
للقرآن واما الاحادیث الواردة فی  
تزکیة بعض معتن من الصحابة و  
الشهادة لهم بالجنة فمن قبیل الاحکا  
فلا یکفر المسلم بانکارها او نقول لا  
الثناء علیهم وقلک الشهادۃ لهم بالجنة  
مقیدان بشرط سلامة العاقبة ولم یوجد  
حدیثهم فلا ینوزم تکذیبهم للرسول الثاني  
الاجماع منعقد من الامة علی تکفیر من کفر  
عظماء الصحابة وکل واحد من الفريقین یکفر بعض تلك  
العظماء فیکون کافراً لئلا هوای من کفر جماعة منصوص  
من الصحابة لا یسکر کفرهم من کبار الصحابة و عظماء کثیرین

تزدیک داخل نہیں ہیں جن میں وہ قدرح کرتے ہیں  
کیونکہ قرآن نے کسی کا نام لے کر مدح نہیں کی اسلئے  
ان کے قدرح اور مذمت قرآن کی تکذیب نہیں ہے  
اب رہ گئی حدیثیں وہ یا تو ان کے نزدیک احادیث  
جن کے رد کرنے رسول کی تکذیب نہیں ہوتی اور  
یا حدیثوں میں جو مدح یا شائے مرقوم ہیں وہ حسن  
انجام کے ساتھ مقید ہیں اور جو لوگ ایسے لوگوں ہیں  
قدرح کرتے ہیں وہ ان کے حسن انجام کے قائل نہیں  
لہذا تکذیب رسول لازم نہیں آئی دوسری دلیل  
ان کے کافر ہونے کی یہ بھی کہ جو صحابہ کبار کو کافر  
کہے وہ کافر ہے ابراہیم علیہ السلام ہے یہ دلیل بون مردود  
ہے کہ قدرح کرنے والے کے نزدیک یہ لوگ صحابہ  
کبار میں داخل ہی نہیں ہیں ایسے حکم اجماع سے یہ  
لوگ خارج ہیں انتہے۔

شرح موقف اور صاحب موافق کی دلیل رد خوارج کے مقابل میں نا تمام ہے کیونکہ قرآن میں علی پر  
بخصوص مرتدین وارد ہے کسی قسم کا شبہ اور احتمال ہو نہیں سکتا جیسے آیہ مباہلہ اور آیہ تطہیر وغیرہ وہ ہیں اقا  
متواترہ میں بخصوص ثناء و اہد ہے جس میں انکار ناجائز ہے جیسے حدیث منزلت حدیث غدیر حدیث ثقیلین  
حدیث تشبہ حدیث تیرہ حدیث خیر وغیرہ ایسی صورت میں خوارج کے کفر سے چارہ نہیں ہے۔

لیکن ہمارے مقابل میں ان کی دلیلین تمام ہیں اور یہ کہ کافر کہنے والے کی دلیل باعتراف خصم  
مردود ہے ان تمام بیانات سے معلوم ہوا کہ علمائے اہل سنت نے ہمارا اعتقاد خلفائے ثلاثہ کے مستحق  
پہچان کر بھی ہو اسلام میں استدلال کے ذریعہ سے دھمنا لانت من یدعی خلافہ

داخل سمجھا ہے لہذا ہمارا ایمان بالقرآن مسلم اور باعتراف خصم مسلم ہے۔ اور جس طرح یہ علماء کہہ سکتے ہیں ویسا ہی حدیث افریق امت بھی بتا رہی ہے لہذا نبی رسول ہم اسلام میں داخل ہیں یہ علی سبیل تنزیل ہے ورنہ فرقہ ناجیہ ہیں میں منحصر ہے۔ واللہ علی ذلک شہید

### نیر الزامی جواب

تم کو اور تمہارے مذہب والوں کو کوئی حق نہیں ہے کہ تم کسی شخص سے ایمان لانے اور نہ لانے کا سوال کرو اور نہ تعین عقلا مناظرہ کے قابل سمجھتے ہیں کیونکہ تمہارے اقوال اور عقائد نے تمہاری زبان کو سوال کے قابل نہیں رکھا جسکے بعد تم کسی کی مدح کر سکتے ہو نہ مذمت اس مختصر اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تمہارا مذہب یہ ہے کہ خدا ہی قائل ضرور شرع دہوں ہے یہ بھی تمہارا قول ہے کہ بشر اپنے افعال میں مجبور ہے اور کفر و ایمان و کافا خلق خدا ہے جیسے طاعت اور عصیان و دون خدا کے مخلوق ہیں چنانچہ یہ تمام باتیں تمہارے عقائد میں تمہاری کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مرقوم ہیں چنانچہ عقائد میں ہے واللہ تعالیٰ خالق لا ضلال العباد من الکفر والایمان و الطاعة والعصیان صفحہ ۱۴۲ یعنی خدا افعال عباد کا خالق ہے چاہے وہ کفر ہو یا ایمان طاعت ہو یا عصیان۔ پھر غصہ ۱۴۲ میں ہے۔ وہی کلہا با د ا دتہ ومشیتہ تعالیٰ و تقدس و حکمہ وقضیتہ یعنی جو کہہ کرے کرتے ہیں وہ خدا ہی کے ارادے سے کرتے ہیں خدا ہی کے چاہنے سے کرتے ہیں خدا ہی کے حکم سے کرتے ہیں خدا ہی کے نافذ فرمان سے کرتے ہیں۔

جب تمہارے یہ اعتقادات ہیں تو تعین کیا حق ہے کہ کسی سے اس کے ایمان کو پوچھا کسی کو اسلام کی طرف دعوت دو جس سے تم بچو گے وہ کہہ دیا کہ میرا اختیار کیا ہے خدا ہی ایمان دل میں پیدا کر دے گا مومن ہو جاؤں گا ورنہ وہ جس حال میں رکھے گا رہوں گا اس کے بعد اس سے تم ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکتے۔

اب اس بنا پر بتاؤ کہ امر وہ میں تم نے مناظرہ شیعوں سے کیا تھا یا اپنے اعتقاد سے اس کا جواب تم میں یہ دیکر بھٹ جاؤ کہ ہمارے اقوال ایسے ہوتے ہیں جو ہمارے ہی افعال باطل کر دیتے ہیں۔

### چوتھا تفصیلی جواب

تفتیح اول عالی فہم صاحب شکست عظیم کا دعویٰ ہے کہ ”صرف اتنی سی بات برہمچی شیعوں کا ایمان نہیں ہو سکتا کہ قرآن نام کی کوئی کتاب خدا کی طرف سے نازل ہوئی تھی“ دیکھو صغفہ۔ کہونکہ اتنی سی بات کے بھی اول ناقل اور کتاب خدا ہونے کے اول راوی اور اس کے دلائل صدقت کے مبنی گواہ وہی معابد کرام ہیں جو مذہب شیعہ جو مان چکا ہے صغفہ۔

جہالت کی توضیح۔ اس کلام میں چند قابل غور تحقیق ہیں جن کے بعد پر وہ حقیقت اٹھ جائیگا۔

تفتیح اول۔ قرآن کی کتاب اللہ ہونے کا علم آیا بذریعہ خبر ممکن ہے یا نہیں۔

تفتیح دوم۔ نزول قرآن موسات میں ہے یا اعتقادی مسئلہ ہے۔

تفتیح سوم۔ مسئلہ ایمان بالقرآن اصولی ہے یا فرعی اور اس میں تقلید کی ضرورت ہے یا خود نظر کرنا واجب ہے۔

تفتیح چہارم۔ جس خبر میں تو اتر کا دعویٰ کیا گیا ہے وہ خبر یہی ہے کہ قرآن وہ ہے جو امین الدین

ہے یا یہ خبر ہے کہ قرآن منزل من اللہ ہے یا یہ خبر ہے کہ جو امین الدین ہے وہ قرآن منزل من اللہ۔

تفتیح پنجم۔ اگر کوئی شخص کسی مقام پر جھوٹ بولے تو کیا ہر مقام پر اسے جھوٹ بولنا لازم ہو

یا نہیں۔

تفتیح ششم۔ فاسق کی خبر بید نہیں قابل قبول ہے یا نہیں۔

تفتیح ہفتم۔ قرآن کے راوی وہی ہیں جن کو ہم فاضل حقوق امامت بے ایمان سمجھتے ہیں یا

تفتیح ہشتم۔ خبر متواتر میں ہر فرد کی عدالت صدق ایمان و فوق وغیرہ شرط ہے یا نہیں۔

ان تنبیحات کے بعد خدا سے اُمید ہے کہ وہ مکر و خدح کے دشمنوں کو پارہ پارہ کر دے گا

اور ناظرین کے لیے ایمان کا راستہ صاف ہو جائے گا۔



## بحث تنقیحِ اول

کتاب اللہ ہوتا ہے محض اعتقادی مسئلہ ہے جو اعتقادِ نزولِ بن اللہ پر موقوف ہے اور نزولِ بن اللہ ایک غیر محسوس چیز ہے کیونکہ یہ نزولِ اسطرح کا نزول نہیں ہے جیسے آسمان سے قطرات باران وقتِ نزولِ محسوس ہونے میں یا ڈنٹا ہوا ستارہ زمین کی طرف بھٹکنا ہوا نظر آتا ہے بلکہ قرآن کا بن اللہ نزولِ بذریعہ ملک ہوا جو خود بھی بنی آدم (غیر بنی) کے لیے غیر محسوس تھا بلکہ نزولِ الروحِ الامین علی قلبک الخ اور اس سے قلبِ سالتِ اولیٰ مطلع ہوا اس کے پیغمبر نے اسے سنایا اب جو چیز سنی گئی وہ محسوس تھی اس کی خبر میں تو اتر ہو سکتا ہے اور ممکن ہو گا کہ یہ خبر دکھ رسول نے ظنِ آیت کو منزلِ بن اللہ کہ کر پڑھا) متواتر ہو میں لوگوں کو منزلِ بن اللہ ہونیکا اعتقاد ہو گا وہ دو طریقوں سے ممکن ہو گا ایک دن کہ نبوت کا علم اور آیات کے دیکھنے سے ہو چکا تھا اب جب ایسے ملنے ہوئے پیغمبر نے بیان کر دیا کہ یہ آیت خدا کی طرف سے اُتری ہے تو لا محالہ قلب میں تصدیقی حالت پیدا ہوگی اور اسی کا نام ایمان ہو گا دوسری صورت ایمان بنزولِ القرآن کی یہ ہے کہ خود آیات کی نظمِ سخن اور وضاحت و بلاغت بے مثل اور اخبارِ سابق اور لاحق پر نظر ڈال کر سمجھ لیا کہ یہ یقیناً کتابِ منزلِ بن اللہ ہے ان دو قسموں کے علاوہ اور کوئی تیسری قسم نزولِ قرآن کے اعتقاد حاصل کرنے کی نہیں نکلی سکتی۔

دونوں صورتوں میں نزولِ قرآن کا اعتقاد اس قابل نہ ہو گا کہ وہ خبر متواتر ہو کر دوسروں کے لیے جنت ہو جائے اس بات کو یوں سمجھ لیجئے کہ ایک کا اعتقاد کبھی دوسرے کے لیے جنت نہیں کہتا جیسے صاحبِ شکستِ عظیم کا یہ اعتقاد (کہ قرآن کے کتاب اللہ ہونے کا ثبوت صحابہ کی روایت سے معلوم ہوا ہے) صرف انہیں کے لیے مخصوص ہے، اگر بابِ نظر کے لیے اس سے بڑا وہ کون سی بات قابلِ عبرت ہوگی کہ بعض مدعی اسلام مولوی ایسے بھی دنیا میں موجود ہیں کہ جو قرآن کو اسیلے قرآن اور کتاب اللہ سمجھتی ہیں کہ صحابہ نے اسے قرآن اور کتاب اللہ سمجھا تھا انکا اور ارادت کی حد ہو گئی کہ رسول کی رسالت اور قرآن کی قرانیت صحابہ کرام کی روایت پر

موقوف ہو۔ کیون جناب اگر قرآن مہین بذریعہ تواتر معلوم ہو جائے اور اس کے کتاب المذہب ہوئے کو ہم بذریعہ روایات صحابہ کرام نہ سمجھیں بلکہ خود آیات روشن سے کتاب المذہب ہونے کا استفادہ کریں تو آپ کے نزدیک اس قسم کا ایمان قابل قبول نہ ہوگا اور غالباً آپ کا فہم خداوند اس کے قبول کرنے میں عذر کرے گا تو بھراہم یہ پوچھیں گے کہ وہ صحابہ جو در حقیقت کتاب (قرآن) کو منزل من اللہ سمجھے وہ کون لوگوں کے خبر دینے سے سمجھے تھے یا ان کے پہلے بھی خبر دینا اور صحابہ تجویز کیے جائیں گے۔

رہ گئی یہ بات کہ تو اس واسطے محسوسات غیر محسوسات مانند اعتقادات میں نہیں جا رہا ہو سکتا یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں علمائے اہل تشیع اور علمائے اہل سنن دونوں متفق ہیں لیکن یاد رہے کہ علماء کے متعلق میں یہ کہتا ہوں نہ ایسے لوگ جیسے صاحب شکست عظیم وہ تو کلمہ الفاظ میں اعتراف کر رہے ہیں ”کہ اتنی سی بات کے بھی اول ناقل اور قرآن کے کتاب خدا ہونے کے اول راوی اور اس کی دلائل صدق کے مبنی گواہ وہی صحابہ کرام ہیں“ جب کتاب خدا ہو چکی اول راوی انھوں نے صحابہ کرام کو فرض کر لیا تو گویا تصریح کر دی کہ تو اس غیر محسوسات میں بھی ملای ہو سکتا ہے

## تواتر کے متعلق علمائے اہل سنت کے اقوال

شارح عضدی نے تواتر کے شرط بیان کر رہے ہوئے یہ عبارت لکھی ہے۔

امّا الشروط الثّلاثیة فثلاثة	ترجمہ: تواتر کی صحیح شرطیں تین ہیں ان میں
کلہا فی المخبرین احدہما	شرطوں کا اعتبار صرف خبر دینے والوں میں ہوا ایک
تعدّ دہم تعدّد ایبلغ فی الکثرة	شرط یہ ہے کہ خبر دینے والے تعداد میں اتنے
الی ان یمتنع الا اتفاق بلینہم	ہوں کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا بلکہ حادث منوع
والتواطوع علی الکذب عادة	ہو دوسری شرط یہ ہے کہ یہ خبر جو دی گئی ہے اسکی
ثانیہا کونہم مستندین لذلك	استناد اور محسوس کی طرف ہو (یعنی جس کی اس سچا

الخبر الى الحش فانه في مثل  
حدوث العالم لا يفيد قطعاً  
قالها استواء الطرفين  
والواسطة اعنى بلوغ جميع  
طبقات المخبرين في الاول  
والاخر والوسط بالغاماً  
بلغ عدد التواتر



نے خبر دی ہے وہ اُن خبروں میں سے ہو جو کچھ  
خبر میں سے کسی ایک حادثہ سے محسوس ہو جیسے انگہ  
کی کچی ہوئی چیز یا کان کی سنی ہوئی چیز یا زبان کی  
چٹکی ہوئی چیز یا ناک سے سوکھی ہوئی چیز یا ہاتھ  
سے پھوٹی ہوئی چیز یا اگر ایسی چیز کی خبر نہ دی جائے گی  
بلکہ اعتقاد سے خبر دی جائے گی جیسے عالم کے  
حدوث کی خبر تو نہ یہ خبر ضرورتاً تر ہوگی نہ یہ خبر  
مفید عالم ہوگی تیسری شرط یہ ہے کہ پہلا طبقہ اور  
وسط کا طبقہ اور آخری طبقہ کا وہی عدد ہونا چاہیے  
جو مفید تواتر ہو جس کا ذکر شرط اول میں ہو چکا۔

اب فرمائیے کہ صاحب شکست عظیم کا یہ ارشاد کہ اس قرآن کے کتاب اللہ ہونے کے قول  
راوی صحابہ کرام ہیں کفہر غلط بات ہے کیونکہ اس تواتر میں شرط دوم نثار ہے اس لیے  
کہ کتاب اللہ ہونا یہ محسوس چیز نہیں ہے بلکہ اعتقادی چیز ہے پھر ان کی خبر مفید علم نہیں ہو سکتی  
اور نہ اُن کی خبر کو قرآن کے کتاب اللہ ہونے کوئی دخل ہو سکتا ہے۔

اور جامع الاصول میں ہے۔

وله اربعة

شروط الاول ان

يخبر عن علم

لا محض ظن فان اهل

مبطل عظيم لو اخبروا

عن طائفة منهم ظنوا

ترجمہ: تواتر کی چار شرطیں ہیں اول یہ کہ خبر  
نے اپنے یقین سے خبر دی ہو نہ گمان سے کیونکہ  
اگر بڑے شہر کے لوگ ایک طائر کو کوئی گمان کر کے  
خبر دیں یا کسی شخص کی خبر دیں جو ان کے گمان میں  
تھا تو جب کو یہ خبر پہنچی ہے نہ اسے اس طائر  
کے کوئی تر ہونے کا علم ہوگا نہ شخص کے نہ یہ نہ کیا

انه حماما وعن شخص  
 انهم ظنوا انه زید  
 لم يحصل العلم بكونه  
 حماما او زیدا  
**الشرط الثاني**  
 ان يكون علمهم  
 ضروريا مستندا الى  
 محسوس اذ لو اُخبرونا  
 عن حدوث العالم  
 او عن صدق الانبياء  
 لم يحصل لنا العلم  
**الشرط الثالث**  
 ان يستوي طرفاه  
 ووسطه في هذه  
 الصفات وفي كمال  
 العدد واذ انقل الخلف  
 عن السلف وتوالت  
 الاعمار ولم تكن  
 الشروط قائمة في كل  
 عصر لم يحصل العلم  
 بصدقهم لان خبرا

علم ہوگا دوسری شرط یہ ہے کہ اُن کا خبرین  
 علم بذہبی ہو یعنی محسوسات میں سے ہو کیونکہ اگر وہ  
 لوگ ہمیں حدوث عالم کی خبر دین یا انبیاء کی راست  
 گفتاری کی خبر دین تو ہمیں اس خبر سے علم حاصل  
 نہیں ہو سکتا تیسری شرط یہ ہے کہ اس کے  
 دونوں کنارے اور درمیان حتمہ ان مفتون  
 اور کمال عدد میں برابر ہوں (یعنی جیسا پہلے زمانہ  
 کا عدد کمال تھا ویسے ہی درمیان میں اور آخر  
 میں بھی کمال عدد موجود ہو اور طرح پہلے زمانہ  
 کے لوگوں نے محسوسات اور بذہبی سے خبری  
 حتمی ویسی ہی دہلی اور آخری حتمہ نے بھی خبر  
 دی ہو غرض یہ ہے کہ جو بشرطین توڑ کر کہیں  
 وہ ہر زمانہ میں برابر باقی جائیں پس اگر بشرطین  
 ہر زمانہ میں برابر باقی جائیں تو خبرین کی تکلیف  
 کا علم نہ ہوگا اسی سبب یہود کا یہ قول کہ حضرت  
 موسیٰ نے کہا تھا کہ جو شخص میری شریعت کے  
 نسخ ہونے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے یا موسیٰ  
 اس کے ناقص بہت کثرت سے موجود ہیں تاہم ہمیں  
 اس قول سے علم حاصل نہ ہو کیونکہ نام زمانہ  
 میں راویوں کے شروط وہ نہ رہے جو متواتر  
 میں شروط ہیں۔

هل كل عصر مستقل  
 بنفسه ولا بد من  
 شروطه ولاجل ذلك  
 لم يحصل لنا العلم  
 بصدق اليهود مع  
 كثرتهم في نقلهم  
 عن موسى عليه  
 السلام تكذيب كل  
 ما سنع لشريعته .....  
**الشرط الرابع**  
 العدد وعدد المخبرين  
 ينقسم الى ناقص ولا  
 يفيد العلم والى كامل  
 يفيد العلم والى زايد  
 يحصل العلم ببعضه و  
 يقع الزيادة فضلة  
 في الكامل وهو اقل  
 عدد يورد العلم  
 ليس معلوماً لنا لكننا  
 نحصول العلم الضروري  
 بتبين كمال

"فائدة عظيمة ينفع النظيرين في هذا القام"  
 اور غور سے دیکھو کہ اصولین یہود کے اس خبر  
 میں یوں قبح نہیں کر سکے کہ کافران ہمارے ہیں  
 حالانکہ مسلمانوں کے نزدیک وہ یقیناً ایسے ہی ہیں  
 ایسے کہ خبر سناؤ اگر بشرط تو اتنا بھیج جائے  
 تو وہ مقام انا وہ علم میں برہی کا کام دیتی ہے بلکہ  
 وہ برہی ہے اور ایسی خبر کی راویوں کا کفر بھی قبح  
 صدق نہیں ہوتا چہ جائیکہ احتمال کذب) بلکہ خبر  
 یہودین اگر قدح ممکن ہوئی تو یوں ممکن ہوئی کہ  
 ان کے زمانہ ہجرت کا اول و وسط و آخر کیان نہ رہا  
 یہ یاد رکھنے کی بات ہے جو سنی مناظر کی جماعت کے  
 ثابت کرنے میں مدد دے گی) اب ہم پھر ترجمہ  
 کی طرف رجوع کرتے ہیں جو عمومی شرط عدد ہے  
 مخبرین کے عدد ناقص بھی ہو سکتے ہیں یعنی جس  
 علم حاصل نہ ہو) کامل بھی ہو سکتی ہیں (جس سے  
 علم حاصل ہو) زائد بھی ہو سکتی ہیں (جس سے  
 کم میں بھی علم ہو جاتا ہے) اور زائد فضول ہو جاتا  
 کامل ہم کم سے کم اس عدد کو کہتے ہیں جس سے  
 علم حاصل ہو سکتا ہو ہمیں اس کے قیمن  
 معلوم نہیں لیکن جس عدد سے علم حاصل ہو جائیگا  
 وہی عدد کامل ہے نہ یہ کہ عدد کامل ہے ہم

ولا ان ابکمال العتہ حصول علم پر استدلال کرنے میں شخص کا اہم  
 استدلال علی حصول ہے کہ حصول علم سے ہیں کمال عدد معلوم ہوتا  
 العلم ہے اور کمال عدد سے ہیں حصول علم پر استدلال  
 نامکن ہے۔ انتہے۔

### علمائے اہل تشیع کے اقوال مشروط تو اترتین

اگرچہ کچھ کم بیش ہیں لیکن محسوسات کی شرط ان کے بیان بھی متبرہے چنانچہ سید العلماء حدیث  
 سلطانہ جلد نبوت صفحہ ۱۱۱ میں فرماتے ہیں:

”وکن تو از شرط داردیکے آگہ میاید کہ دعویٰ مخبرین از قسم محسوسات باشد نہ معقولات  
 چہ معیار در عقلیات بر حکم عقل است نہ نقل از سلف“ یعنی تو از کی مشروط میں بخل شرط ایک  
 یہ بھی ہے کہ خبر دینے والوں نے جس چیز کی خبر دی ہو وہ از قبل محسوسات ہو نہ عقلیات کیونکہ عقلیات  
 میں خود عقل فیصلہ کرتی ہے نقل سلف سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

جب علمائے اہل تسنن اور اہل تشیع دونوں کے نزدیک صرف محسوسات کی خبر مفید تھیں وہ علم  
 ہو سکتی ہے نہ عقلیات اور اعتقادات کے تو اگر آپ کے خلفائے قرآن کے کتاب التدریس ہوئی تھی  
 اور لوگوں کے مفید عام ہونے کے لیے دی تھی تو وہ غریب اس مسئلہ سے بھی وقت نہ تھے جو ان کے  
 سنی تابع جانتے ہیں اور آپ ان کے نادان دوست ہیں جو ان کی خبر دینے سے قرآن کے کتابت  
 ہونے کو ثابت کرنے ہیں لہذا تنقیح اول کا نتیجہ یہ نکلا کہ کتاب التدریس ہونا خبر کے ذریعہ  
 سے ثابت نہیں ہو سکتا اور جو کچھ صاحب شکست عظیم نے تنقیح اول میں  
 صفحہ ۱ پر حاشیہ و تین بیان کیا ہے وہ نحو اور بطل ہے اور ہاری  
 تنقیح اول کے ساتھ ہی ساتھ تنقیح دوم بھی ختم ہو چکی کہ قرآن اگرچہ  
 محسوسات سے ہے لیکن نزول قرآن محسوسات سے نہیں ہے نہ افسوس  
 کہ باخبر غنی طب کو اس سن دراز تک محسوس اور غیر محسوس مخلوق نہاد عالم کہ حیوانات بھی محسوس

ذی شعور ہوتے ہیں۔

## تفتیح سوم

چونکہ ذی علم مناظر نے اپنی شکست عظیم میں اس بات کی تصریح فرمادی ہے کہ قرآن کا کتاب خدا ہونا انہیں صحابہ کی روایت سے معلوم ہوا تو انہیں اس مسئلہ کی مختصر تحقیق کی ضرورت معلوم ہوئی کہ قرآن کو کتاب اللہ سمجھنا یہ فرعی مسئلہ ہے تاکہ اس میں تقلید جائز ہو یا اصولی مسئلہ ہے جس میں تقلید ناجائز ہے۔

پہلے ہم تمام دنیائے اسلام سے یہ بات پوچھنا چاہتے ہیں کہ قرآن پر ایمان لانا یہ عقل میں داخل ہے یا احکام تکلیف شرعیہ میں مندرج ہے کیا کوئی شخص جس کے دماغ میں ذرہ برابر بھی عقل ہو وہ یہ تجویز کر سکتا ہے کہ اپنے معجزہ کے متعلق کوئی پس منظر یہ کہہ سکتا ہے کہ اس پر ایمان لازماً عقلی ہے اگر نبی ایسی چیزوں میں منظور ہو تو معجزہ دکھلانے کی کیا ضرورت ہے اپنی نبوت پر ایمان لانے کا حکم دے دینا کافی ہو جاتا لیکن ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ عقل خود مشاہدہ دلیل حقیقت کے بعد مرتبہ یقین کو پیدا کر دیتی ہے جس کا نام ایمان ہے اسکے بعد ہم نے جہان تک سمجھا ہے وہ یہی ہے کہ قرآن خود دلیل احکام ہے اسکے علاوہ ملائے اہلسنت نے بھی قرآن کا ذکر اصول ہی کے بیان میں کیا ہے جہاں اعتقادات کا کام نہ اجتہادی کام ہے تاکہ اس میں تقلید کی ضرورت ہو۔ اس سبب سے اعتقادات اور عقلیات میں تقلید ناجائز ہے (دیکھو شرح عضدی مطبوعہ مصر صفحہ ۱۹۹ عنوان لا تقلید فی العقلیات یعنی عقلیات میں تقلید ناجائز ہے۔

ادھر تو ہم ملائکے زبانی یہ سنتے ہیں ادھر اپنے باخبر مخاطب کی زبانی یہ سن رہے ہیں کہ قرآن کا کتاب اللہ ہونا صحابہ کرام کی روایات سے معلوم ہوا۔

اچھا ہو اگر قلمی ایمان کا نمونہ صفحات پر جو پیش میں کھینچ گیا جس سے معلوم ہوا کہ مخاطب اور ائمہ ہم مذہب قرآن کو کتاب اللہ کیلئے سمجھتے ہیں کہ صحابہ نے اس کو کتاب اللہ سمجھا پس اسی سلسلہ کو تو حید تک کھینچ جائے تو مذہب اہلسنت کی ایک حسین اسلامی تصویر بن جائے سائے آجائے

جس کا فیصلہ اربابِ نظر کے حوالے ہے کہ وہ قابلِ رغبت ہوگی یا قابلِ نفرت۔

یعنی یوں کہو کہ بنی کو انھوں نے اسی لیے رسول بھیجا کہ صحابہ ان کی رسالت کے مقرر اور ان کی دلائلِ صداقت کے مبنی ثابت تھے اور یوں خدا کو انھوں نے اسی لیے خدا کہا کہ صحابہ نے اس کی خدائی تسلیم کر لی تھی کیون جنابِ قرآنی مذاق بدلا تو ہمیں توحید تک ایک ہی رنگ پر ہے نا؟

وہ دسے مذہب کہ عقلیات اور اعتقادات میں بھی دماغ کو تکلیف نہیں دی اسکا بارِ تقلید بھی صحابہ ہی کے سرِ محبوب دیا۔

مخاطب نے بھی صاف الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ قرآن کے دلائلِ صداقت کے مبنی گواہ وہی صحابہ کرام ہیں جس سے کھلا ہوا مطلب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ آج اس کے دلائلِ صداقت کے مبنی گواہ موجود نہیں ہیں اگر دنیا میں کوئی اسلامی فرد قرآن کی صداقت کا مبنی گواہ ہو تو ہمیں اس سے مطلب نہیں، لیکن مخاطب نے تو ہمیں یہ لکھ کر اجازت دے دی کہ ہم انھیں تصدیقِ قرآن کے متعلق متفہم ہیں وہ قرآن کو الذاتِ دینی نفسہ دلائلِ صداقت سے معرا سمجھتے ہیں صرف صحابہ کی شہادت سے سنی سنائی تصدیق کر دی ہے اہلسنت تینے اپنے مرشد کا ایمان دیکھا؟

ہم آج بھی قرآن کو اسی طرح دلائلِ صدق سے ملو سمجھتے ہیں جس قدر کل تھا بلکہ ہمیں معاف کیجئے آج قرآنی دلائلِ صدق سے اتنے پردے اٹھ چکے ہیں جو صحابہ کے وقت میں نہ اٹھتے تھے اور جن کو سوائے قابلِ لو کشف العظام از دوت یقیناً اور ان کی اولادِ امجاد کے کوئی جانتا بھی نہ تھا اور ہمارا ایمان اس پر محض تقلیدی نہیں ہے بلکہ دلائلِ صدقِ قرآن ہمارے سامنے ہیں۔

یقیناً ہمارے یقینِ اول و دوم کے بعد بالکل صاف اور مستغنی عن البیان ہے۔  
نتیجہ - یہ کہ اگر کوئی ایک شخص کسی وقت بن بھوٹ بولے تو کیا اسے لازم ہے کہ وہ ہر وقت



جھوٹ بولے ؟

مثلاً حضرت عمرؓ نے بعد انتقال رسالت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ مباہرین و انصار کے سامنے یہ خبر بیان کی کہ رسول نے انتقال نہیں کیا، چنانچہ درمختار جلد ۲ صفحہ ۱۷۷ میں ہے

واخرج البيهقي في الدلائل  
عن عروة قال لما توفي النبي  
صلى الله عليه وسلم قام عمر  
بن الخطاب فتوعد من قال  
قد مات بالقطع والقتل فجاء  
ابو بكر فقام الى جانب المنبر و  
قال ان الله نعى نبيكم الى نفسه  
وهو حي بين اظهركم ونعاهم  
الى انفسكم فهو الموت حق لا يبقی  
احدكم الا الله قال الله وما محمد  
الا رسول الله الى قوله الشاكرين  
فقال عمر هذه الآية في القرآن  
والله ما علمت من هذه الآية  
انزلت قبل اليوم وقال قال الله  
محمد صلى الله عليه وسلم  
افك ميت وانهم ميتون

یعنی رسول کے انتقال کے بعد حضرت عمرؓ نے  
ان لوگوں کو جو رسالت آپ کی موت کے قائل  
تھے دہکاتا شروع کیا اور قتل و قح سے ڈرانے  
لگے اور کہ منبر کے پہلو میں اگر کھڑے ہوے اور  
کہا کہ خدا نے تمہارے نبی کی خبر موت اس وقت  
دی ہے جب وہ تمہارے درمیان میں زندہ تھے  
اور تمہارے مرنے کی بھی خبر دی ہے یہاں تک کہ  
سو اسے ذات خدا اور کوئی باقی نہ رہے گا چنانچہ  
اُس نے فرمایا ہے۔ وما محمد الا رسول الخ  
یعنی محمد تو فقط رسول ہیں کیا اگر یہ مر جائیں باقی  
ہو جائیں تو تم اٹے پیر دن پٹ جاؤ گے کھڑے  
کہا کہ کیا یہ آیت قرآن میں ہے خدا کی قسم مجھے معلوم  
نہ تھا کہ یہ آیت نازل بھی ہوئی ہے آج معلوم ہوا  
ابو بکر نے یہ بھی کہا کہ خدا کا فرمودہ انک میت  
وانهم میتون بھی ہے یعنی اسے رسول تم بھی  
مر جاؤ گے اور یہ لوگ بھی مر جائیں گے

اب اس امر کے استحباب کذب سے کیا ہر مرتبہ حضرت عمرؓ کو جھوٹ بولنا لازم ہوگا۔ یہ کوئی  
ایسا لزوم نہیں معلوم ہوتا جو ہر وقت لازم ہو۔ یا ممکن ہے کہ ہمارے مخاطب صاحب ان کو ہمیشہ کیلئے

ایسا ہی سمجھیں۔

## تفتیح ششم

فاتح کی خبر تین قابل قبول ہی رہیں ۹ آیت مبارکہ سورہ حجرات یٰٰایھا الذین امنوا

ان جائکم فاسق بیننا فبیتنوا (اے ایمان والو اگر فاسق تم کو کوئی خبر دے تو خوب جانچ پڑتال کرو۔ یا اُس وقت تک عمل کرنے میں توقف کرو جب تک تحقیق حلال کا علم نہ ہو جائے) اس کی دلالت صرف اس امر پر ہے کہ فاسق اس حیثیت سے کہ وہ فاتح ہے اس کی خبر جائز العمل میں ہے لیکن اگر اس خبر کے علاوہ دلائل صدق ہم پہنچ جائیں تو پھر عمل کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے کیونکہ یہ عمل درحقیقت اس غیر فاسق پر عمل نہیں ہے بلکہ اُن دلائل صدق پر عمل ہے جن کی وجہ سے علم صدق پیدا ہوا ہے پھر اگر بالفرض بہت سے لوگوں کو ہم نے جھوٹا منافق دغا باز تسلیم کیا اور انھوں نے قرآن کے من اللہ ہونے کی خبر دی تو ہمارا قرآن کو قرآن جاننا صرف ان کی خبر سے نہیں ہے بلکہ اور دلائل صدق کی جہت سے ہے جو ہم قرآن مجید میں اور اسکے لیے کوئی مانع موجود نہیں ہے۔

## تفتیح ہفتم

قرآن کے راوی وہی ہیں جن کو ہم غاصب حقوق امامت بے ایمان سمجھتے ہیں یا اور لوگ۔ اس کا مختصر بیان یہ ہے کہ تین بزرگ جن کے متعلق فرقہ اہل تشیع کا ایسا خیال ہے نہ یہ کل صحابہ کہنے کے مستحق ہیں نہ صحابہ کا ان میں انحصار ہے نہ یہ کوئی بڑی تعداد کسی جا سکے ہے نہ ان کی صرف روایت سے ہم تک قرآن پہنچا نہ ان غریبوں کو قرآن یاد تھا اس وجہ سے یہ لوگ قرآن کے صحیح کرنے پر خود قادر نہ ہوئے بلکہ انھوں نے جو کچھ کیا وہ قرآن کے صحیح کرنے کا حکم دیا اور یہ حکم دینا جانا ہے کہ قرآن صحیح کرنے سے پہلے موجود تھا پھر کوئی نہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن ان کی روایت سے پہنچا یہ عجیب تاہم یہ ہے کہ کوئی شخص قرآن کا راوی ان صحابہ کرام کو اس لیے قرار دے کہ انھوں نے اُسکو صحیح کرنے کا حکم دیا یہ معنی روایت کے سوا صاحب شکست عظیم کے اور کسی سے نہ سنے نہ دیکھے۔ اب رہ گئی یہ بات کہ اچھا یہ تو تین ہی تھے لیکن ان کے تابع تو بہت تھے وہ تو راجح

قرآن میں اس کا جواب یہ ہے کہ تاج جوئے سے مٹل ہونا باطل پرست ہونا لازم آتا ہے نہیں لازم آتا کہ وہ کاذب بھی ہو بہت سے ایسے لوگ جو باطل پر ہوں اگر ان کی صداقت معلوم ہو جائے تو ان کی خبر قبول کر لی جاتی ہے کیونکہ معیار عمل فقط صدق کلامی ہے جو محل بحث میں نہیں ہے جیسا کہ خبر موثق کی افراد میں ایسا ہی نظر آتا ہے۔ لہذا یہ شبہ بھی منہدم ہو گیا۔

### نتیجہ ہاشتم

خبر متواتر میں ہر فرد کی عدالت صداقت اسلام ایمان وغیرہ صفات مشروط ہیں یا نہیں۔ درحقیقت جان جواب بھی نتیجہ ہے اسکی جانچ لینے کے بعد کوئی شبہ نہ رہتا ہے نہ کسی باطل پرست کو جائے گفتگو مل سکتی ہے سستی مناظر کو علوم سے اطلاع نہیں ہے اسلیے جو کچھ فرماتے ہیں وہ یقین سے معرا ہوتا ہے۔

چونکہ قرآن ہکو بذریعہ تواتر پہنچا ہے اور امین عبد اللہ صاحب مناظر سنی کو یہ شبہ ہے کہ جب اہل تشیع خلفاء وغیرہ کو بے ایمان و غایب جانتے ہیں تو یہ قرآن کی تقدیق کیونکر کر سکتے ہیں اس کا ہلانہ بیان سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مولوی صاحب کو اپنی لاعلمی کی وجہ سے یہ بات مرتبہ یقین تکسب بھی گئی ہے کہ خبر متواتر کے افراد کو عدالت سے موصوف ہونا چاہیے حالانکہ یہ بے اطلاعی کا فرد و سر اسر غلط ہے۔

سفر نامہ عراق و حجاز، مصنفہ جناب شہباز حسین صاحب کربلائی مشہدی ہمارے پاس نہیں نقد و تبصرہ آیا ہے، اس میں زیارت گاہ اہل تشیع کے حالات اور سفر کرنے والوں کیلئے سفر کی راہیں اور ضروریات سفر وغیرہ کو اس قدر عمدہ طریقہ سے بیان کر دیا گیا ہے کہ ایک غریب الوطن اور مسافر اس کتاب کو گمراہ نہ رکھنے ہوئے کسی دوسرے راہبر کی حاجت نہیں رکھ سکتا۔ زائرین کو رام کیلئے یہ کتاب بے حد مفید اور کار آمد ہے اس میں تاریخ سے بھی مدد لی گئی ہے جو دیکھ پ ہے قیمت جلد چہم غیر جلد ص ۱۔ شہیر حسین کربلائی مشہدی تاجر کتب چوک بازار امتان شہر پنجاب سے طلب کیجئے۔

## ایک مورخ کی ڈائری

گروہ نام تھا اور اسلام نے جن لوگوں کو سرتاج بنایا اور جن کو امیر المومنین کا لقب دیا، جن کو اپنا رہبر تسلیم کیا، جن کو اپنا متبوع سمجھا، جن کو نگاہ عظمت سے دیکھا، جنکو ”خفیہ“ کے گراہیا لقب سے لقب کیا، جن کو بجز اس روشن اسلام کا محافظ سمجھا، جنکو منائے حقیقی اسلام کے لفظ سے تیسری، اور جن کو کار فرمائے اسلام جانا، انھوں نے ایسے بدنام فحش صفوہ تاریخ پرچہ بنائے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ یا اللہ ایسے لوگ کیونکر ہادی سمجھے گئے اور کیونکر زمانے نے ان کے نیک و بد کے آگے اپنا سر عجز و استیلا جھکایا۔

جو چیزیں محرمات شرعیہ میں داخل تھیں ان کا حلال کر دینا اور پھر دنیاے اسلام کا اسے دیکھنا اور خاموش رہنا یہ وہ عقدہ ہے جسے حل کرنے کے لیے عقل ایسے حیران ہے کہ یہ افعال ان کے ہیں جو اسلام کی طرف نسبت تامہ رکھتے ہیں۔

فرقہ عامہ اسلام نے ایسا دھوکا کھایا کہ الہی توبہ، مگر خواہشات نفسی کا جال کچھ ایسا تنگ گرفتار ہونا پڑا، اور چونکہ راہبرداری کو اس رنگ میں غرق دیکھا لہذا جرم یا تو سبک نظر آنے لگا یا جرم، جرم نہ رہا۔

اب اگر کسی کو ہوش بھی آیا اور اسنے ان باتوں کو نگاہ تحقیق سے پرکھا بھی، تو برا ہوا پس ”وضع“ اور ”کیے کی لاج“ کا کہ مذہب ”سانپ کے منہ کی جھجھندر“ ہو گیا جس کا اٹھنا اور گھٹنا دو فون ٹولہ تھا، اور دھوا رہے۔

در نہ ظاہر ہے کہ ایسے لاگوں سے برائے، فرمانِ قبل ہے جو حرام محمدی کو حلال کر چکے ہوں، اور حلی، حرمت، حیا، شرم، خدا پرستی، ایمان، اسلام، صفات حسنہ، اور اذکار فاضلہ سب کے سب جل جہان آرائے دولت کے رونمائی میں نثارہ حسن بن چکے ہوں۔

دور کیون جائے اس دور اموی و عباسی پر ایک نگاہ ڈالیے جس کے افراد تیسرے سنت اور تبدیل شریعت پر جان دے ہوئے تھے ان کے افعال خود اس کے منظرین کے حقیقت ان کی نگاہوں میں قرآن، حکم الہی، اور اقوال رسول کی کوئی وقعت نہ تھی، اور کلام رسول کی کوئی وقعت نہ تھی، اور وہ رسول کی تمام جائفتائینوں کو لغو اور مہمل (معاذ اللہ) سمجھتے تھے، ان کے افعال سے یہ بھی پتہ چلے گا کہ وہ نہ قرآن کو خدا کی کتاب اور نہ رسول کو خدا کا رسول جانتے تھے، آج ان لوگوں کے کیرکڑے اگر اسلام کا قاتل کرایا جائے تو ایسا اسلام اس قابل ہے کہ اس پر کفر و اکاذ کو ترجیح دی جائے۔

نسل اموی کا یہ مخصوص حصہ تھا کہ وہ عمرات شرع کو رواج دے چنانچہ، شرب بخاری، زنا کاری، اور نغمہ پرستی ان لوگوں کا سطح حیات اور شفیق بدعات نظر آتا ہے، آج بھی اسی راہ پر کچھ لوگ مازن ابن جنکامیہ ہے کہ ان کو موسیقی سے باطلع لگا دے۔

کسانیک بیان کروں اور کیا کیا بیان کروں پہلے خلفا کی ناموں کی فہرست تاریخ خلفاء میں اٹھا کے دیکھئے، پھر ان خلفاء کے حالات ملاحظہ کیجئے اور نام نہاد اسلام کی داد دیجئے۔ کبھی مری نگاہ ولید بن یزید (المہنت کے خلیفہ) پر پڑتی ہے تو مجھے عجبشان کا بیج نظر آتا ہے، جو ”مہبد“ سے گویے کا کلمہ پڑھتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور وہ یہ اس کے فتنے سے ایسا متاثر ہوتا ہے جیسے آج کل کے ولید پرست کا کلام دین اور بندہ دین کا نام پتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ ”مہبد“ کو اپنے کا شانہ عیش میں بلاتا ہے۔ و شیرکان حسن کا ہجوم ہے اور آسمان کا تنہا چاند ولید کے شبستان حشہ کے قبرستان سے مقابلہ پر آمادہ ہے۔ دولت سے ہیست، نخوت سے غور ولید ایک حوض میں خرابی کے بھرنے کا حکم دیتا ہے اور لبریز ہو جاتی ہو اور ”مہبد“ چھٹی ہوئی چاندنی میں، شباب کے آغوش میں، اور ماہ مہینوں کے ہمرست میں، اپنا رنگ پھیرتا ہے جس کا ترنم رقاصہ فلک کو اپنے اثرات سے متحرک کرتا ہے اور فضا کے حشہ میں اس کا استیلا ولید سے حیار پر قبضہ کرتا ہے، ولید ”مہبد“ کے ترنم ہوش رہا اور حرکات نغمہ زاسے متاثر ہو کر

بے حس ہو جاتا ہے، کپڑے اُتار کے پھینک دیتا ہے : — صحبت حال و قال ایسے ہی تہمتیں کی پیروی کی نشانی ہے جس کا اثر آج بھی قبور پر دکھائی دیتا ہے : — اور اس شراب کے حوض میں غوطہ لگاتا ہے اور شراب پیتا ہے اور اتنی کہ حوض کے کنارے خالی ہوتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ (اخانی از ص ۲۴ تا ص ۲۵ مطبوعہ مصر)

”ساغر سے سبو، سبو سے خم ہوتا تھا۔ یان خم بھی گیا حوض کی باری آئی“  
 کون ہے جو اس شخص کو مسلمان کہنا گوارا کرے گا چہ جائیکہ ”خلیفہ“ مگر بھلا ہونٹوں سے عقائد اہل سنت کا کہ وہ ایسے اسلام فروش کے بے خلیفہ کہتے ہوئے شرماتے نہیں۔ مالِ سلیمین کا اپنے اوپر صرف اور بھراس انداز ہے، یہ انھیں لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جو نہ حرمتِ خمر کے قائل ہوں نہ حرمتِ غنا کے اور پھر خلیفہ بننے میں کوئی باک بھی نہ ہو۔ کس قدر حیا دار ہے وہ فرقہ جس نے ایسوں کے آگے گردن بھیکانے میں کوئی پس و پیش نہیں اور اہل بیت سے سرتابی کوئی باک نہیں۔

### اہل سنت کی کجگوئیوں کی ڈھائیوں کی قدر میراثی ہے

دلچسپ شراب نوشی سے فارغ ہوتا ہے تو مسجد کو پندرہ ہزار اشرفیاں اسکے سچنے کے حوض میں دیتا ہے اور اس سے یہ بھی تاکید کرتا ہے کہ ان باتوں کا ذکر کسی اور سے نہ کیا جائے۔

کیون اسلام والو اسی کا نام اسلام ہے، کیا یہی دس اس سلج کا ملنے دیا تھا، کیا قرآن کی وہ آیت جو حرمتِ خمر ثابت کرتی ہے قابلِ اعتناء نہ تھی، کیا ایسوں ہی کی پیروی قابلِ افتخار ہے، کیا خاندانِ رسول سے اسکا حقِ غضب کرنا اور اپنے عیش و عشرت میں مصروف کرنا کسی طرح بھی حیطہٴ مواساتِ انسانی میں آ سکتا ہے۔ لاوالتر۔ ایسا نہ تھا مگر یہ کہو کہ ڈھلکا خدا ان تمام تبلیغوں کو جو کرنا چاہتے تھے جن کے لیے رسول نے اپنا خون پانی ایک کر دیا تھا اور آج بھی یہ طبقہ دہی کر رہا ہے جو اسکے احاطہ کر چکے۔

یزید بن عبد الملک کو بھیجے اور اس کی بدستی عشرت ملاحظہ کیجئے اور اس کا وہ کلام جو معبد گوئے سے اس نے کہا دیکھئے تو اگر اسلام کی حمایت کچھ بھی آپ کے دل میں ہے تو آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے اور خدا یاد آجائے گا۔ سینے۔

یزید بن عبد الملک نے ایک روز ”معبد“ سے کہا کہ اے معبد میں تجھ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں، اگر تو اس سے مخالف ہو تو بخون و خطر اسے رو کر دینا اور اس کی مخالفت کرنا یہ نہ خیال کرنا کہ میں ایک بادشاہ ہوں اور تو ایک گویا۔

معبد نے کہا (ذرا الفاظ خطاب پر نظر ہے) ”اے امیر المؤمنین! خدا نے آپ کے سب کو پرہیز کیا ہے کہ آپ کے کلام کو دہی رو کرے مگر اب ہوگا، اور آپ کے احکام کی دہی سخت کرے مگر غلطی ہوگا“

یزید بن عبد الملک نے کہا ہاں اے معبد میں جو بات تیرے گلے میں پاتا ہوں وہ مجھے ”ابن سرتج“ (ایک گویا) کے یہاں نہیں ملتی تیرے گلے میں متانت ہے اور ابن سرتج کے یہاں یہ بات نہیں۔

معبد نے کہا (بھرافاظ معبد پر ناظر بن غور کریں) اس خدا کی قسم جس نے امیر المؤمنین (یزید) کو اپنی خلافت سے معزف کیا ہوا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو اپنے بندوں پر خلیفہ بنایا اور امین قرار دیا امت محمد پر..... جب ابن سرتج ”خفیف“ (ایک راگ غالباً جو بحر خفیف سے وابستہ ہے) کی طرف جاتا ہے تو ”کابل نام“ (ایک راگ غالباً جو بحر کامل سے وابستہ ہے) کی طرف جاتا ہوں، لہذا میں اگر مغرب کی طرف جاتا ہوں تو وہ مشرق کی طرف ایسی صورت میں ملتی معلوم عبد الملک نے کہا کہ کیا تو حکایت ختم ابن سرتج کر سکتا ہے، معبد نے کہا کیوں نہیں اور یہ کہ کے اس نے گانا شروع کیا اور کہا:-

اے قوم قورعہ لدات بنتی سم

اس قسم ملکیت جو قبیلہ بنی سم کی ہے

وہ گھاہی رہا تھا کہ یزید کو حال آئے لگا اور اس نے بے ساختہ تعریف کرنی شروع کر دی اور کہتا جاتا تھا ”اے میرے مالک پھر اس کو گگا، پھر اس کو گگا، پھر میرے مان اور باپ خدا ہو جائیں“ معبد نے پھر اسے گایا، یزید بن عبد الملک نے پھر کہا کہ ”خدا کے لیے پھر سے امادہ کر تجھے پر میرے مان باپ خدا ہو جائیں، معبد نے پھر گانا شروع کیا، یہاں تک کہ یزید آپے سے باہر ہو گیا اور کودنے لپھکنے لگا اور اپنی ٹونڈیوں سے حکم کیا کہ جو کچھ میں کرتا ہوں وہی تم بھی کرو، چنانچہ وہ گاتا جاتا تھا اور یزید چاروں طرف جگر کھا رہا تھا اور ٹوم رہا تھا اور پیچھے پیچھے وہ داکو لڑکیاں بھی ٹوم رہی تھیں، جس وقت کہ وہ گوم رہا تھا اس وقت اُس کی زبان پر یہ اشارت تھی

یاد اردو دینی یا قورقرا اسکینی

اے گھر پیچھے جا پچھے جا اور اے دقرا ٹونڈی مجھے سنبھال

الیت منذ حین حق القصر مینی

تو نے ایک وقت سے قسم کھائی ہے کہ میں تجھے ضرور بھڑو دوں گی اور تجھ سے مواصلت نہ کرے گی۔

ولا تو اصلینی بالله فارحمینی

خدا کے لیے مجھ پر رحم کر اور قطع فلق نہ کر۔

لم تذکری یمینی

(تو نے اپنی قسم تو یاد رکھی) اور میری قسم یاد نہیں

یہاں یزید سے دو خیزہ لڑکیوں کے لڑکوں کی طرح جگر کھا رہا تھا یہاں تک کہ غش کھا کے ہوا

اور وہ لڑکیاں اس کے اوپر گرین آخر خدا کا روں نے اسکو اکراٹھا یا ایسی حالت میں کہ وہ اپنے

ہوش میں نہ تھا۔ اعانی صلیٰ علیہ وسلم

آپ نے اس خلافت کو ملاحظہ فرمایا جس کی گواہی یہ قسم ابھی ابھی معبد دے چکا ہے،

پھر آپ ہی بتائیے کہ جس گروہ کے راہبر خلفا ایسے ہوں ان کے ٹکڑا ہوں میں اسلام کی حمایت

سوا کس راہب، اخنا، اور عیش کے کیا کہیں اور بھی پائی جا سکتی ہے۔



## ”چراغِ دیرِ سلام“

جب مردوں کی عیشت پرستی کے مناظر کے منظرے آپ کے سامنے گزرے، تو اسی کو آپ ان مردوں کی عورتوں کے حالات بھی قیاس کر سکتے ہیں، جن کی حیا و شرم، جذبات، ہمہمی کے اوپر نفاذ ہو چکی تھی، اور جن کی پردریش اسی آب و ہوا میں ہوئی تھیں ان کی آنکھیں اس چپ آنکھ میں جلوہ کو دیکھتی تھیں، جو محرک جذبات تھے، اور جب کوئی ناتجربہ عجب ان کے دیکھنے پر مستہینِ حامل نہ ہوتا تھا تو وہ آپ سے آپ راہِ عشق و حسن کے ہاتھوں نسل کو مشتبہ بنانے کی کوشش میں کامیاب نظر آتی تھیں: — اور یہ تمام کارنامے مذہب کی آئینہ میں رونما ہوا کرتے تھے۔

ام محمد بنت مروان بن الحکم حج کیلئے گئیں جب انھیں حج سے فرغت ہوئی اور اسکے مناسک بجالا لیں، تو عمر بن ربیعہؓ پر مشیدہ طور پر ملنے کیلئے گئیں، بہت دیر تک محبت و صلہ گرم رہی، مگر عمر بن ربیعہ سے اس نے اپنی سبزل پوشیدہ رکھی، جب چلنے لگی اور یہ بزمِ حسن و عشق برہم ہوئی تو عمر بن ربیعہ نے خفیہ طور سے اس کے پیچھے ایک عورت کو بھیجا تاکہ وہ اس کے قیام گاہ کا پتہ لگا لے، عورت نے پتہ چلایا اور عمر سے آکر بیان کیا جب دوسری دفعہ بنت مروان عمر کے پاس آئیں تو اس نے ان سے کہا کہ میں نے تمہاری قیام گاہ معلوم کر لی ہے بغوف زدہ ہوئیں اور اس کو حسین دینا شروع کیں کہ وہ ان واقعات کو اپنے شعر و نثر میں نظم کر کے اسے رسوائے زمانہ نہ بنائے۔ عمر سننے لگا۔ جب یہ ملٹیں تو چونکہ خوفِ رسوائی غالب تھا اس سے بچنے کے لیے ایک ہزار اشرفیائیں عمر کے پاس بھیجیں (شاہی دولت اور مالِ منصفیہ کا صرف ملاحظہ ہو) عمر نے اسے قبول کر لیا اور انہیں اشرفیوں سے — عطا اور خوشبو کی چیزیں خرید کیں اور مدینہ بنت مروان کو بھیجیں، اس نے لینے سے انکار کیا عمر نے کہا بھیجا کہ اگر تم ان چیزوں کو قبول نہ کرو گی تو میں ایسی باتیں کروں گا جو حسین تمہاری رسوائی ہوگی، مجبوراً قبول کر لیا اور

سج کا شرف لیے ہوئے داپس گئیں۔ انہیں واقعات کو عمر بن ربیعہ نے اس قصیدہ میں ذکر کیا ہے جس کا مطلع یہ ہے :- (افغانی مطبوعہ مصر ص ۷۱)

ایہا الراكب المجد ابتكاداً قد قضی من تھامۃ الاوطار

اے سرخ اسیر راکب جہل غیر جس نے ”تھامہ“ سے اپنی حاجتیں پوری کر لی ہیں۔

یہ بھی خلفائے بنی امیہ کے بیٹوں کی پرائیوٹ زندگی، جس کو افیسوس ہے کہ میں تفصیلاً نہیں لکھ سکتا کیونکہ واقعات کی گزشتگی اور ان کی رکات و امن سہیل پر آنے کی قابل نہیں۔

”حدیث بنت عبد الملک بن مروان“

مقام ہنیٰ بن عمر بن ربیعہ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت جس کے چہرہ سے تروتازگی ٹپک رہی تھی سامنے آئی اور سلام کیا عمر نے جواب سلام دیا، عورت نے پوچھا کہ عمر آپ ہی کا نام ہے؟ کہا ”ہاں“ کہا کیا تمہارا دل چاہتا ہے کہ تم ایک ایسے بڑی بیکر ماہ طلعت خوش سیر اور خوش مذاق عورت سے باتیں کرو جس کا نظیر اس زمانہ میں ناممکن ہے؟ اُس نے کہا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہے یہی باتیں تو میری مدار زندگی ہیں۔ عورت نے کہا مگر ایک شرط ہے وہ یہ کہ میں تمہاری آنکھوں پر پٹی باندھ کر دہان لچاؤں گی اور جب میں جگہ پر پہنچ جاؤں گی اور تم اُس عورت کے سامنے پہنچو گے تو آنکھوں کی پٹی کھول دوں گی۔ پھر جب تم دہان سے پلٹنے لگو گے تب بھی تمہارے آنکھوں پر پٹی باندھی جائے گی اور جب یہاں پہنچو گے کھول دی جائے گی۔

عمر نے کہا خیر جو تمہاری مرضی ہو اور جیسی تمہیں ہدایت کی گئی ہو، چنانچہ عمر کی آنکھوں پر پٹی باندھی گئی اور وہ عورت فرستادہ اسکو اپنے ہمراہ لے گئی، جب منزل مقصود سامنے آئی تو عورت نے پٹی کھولی اور عمر کے چہرے سے نقاب ہٹائی۔ عمر کہتا ہے کہ میں نے اپنے سینے ایک کمری پر ایک عورت کو دیکھا جو آفتاب کی طرح اپنی شاعروں سے میری آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی اور مجھ سے مجال گویائی گم تھی میں نے اب نسیم، خوں ادا، قرعین، گل اندام

اور غمخوار دہن مجسمہ من کبھی نہ دیکھا تھا اور نہ شاید جیتے ہی دیکھ سکوں۔

اس نے مجھ سے نہایت نرم اور نرم خیز لہجے میں پوچھا ”عمر بن ربیعہ تو ہی ہے“ اور تو ہی شریف حور توں کا بدنام کرنے والا ہے“ میں نے کہا یہ کیونکر؟ کہا کہ کیا تو نے یہ شہار نہیں کئے:-

قالت وحیث اخی و نفعۃ والدی لا یصلحی ان لحد یتخرج  
اس عورت نے کہا کہ اپنے بھائی کے میث اور اپنے والد کے نعت کی قسم اگر تو میرا بیچا نہ بھجورے  
گا تو میں ابھی قیام کے لوگوں کو اطلاع دیتی ہوں، مگر نہ جا

فخرجت خوف یمینہا قتیبت فعلمت ان یمینہا لحد یتخرج  
اس کی قسم کے ڈر سے میں اُس کے پاس سے تو ہٹ گیا مگر میں جانتا تھا کہ یہی قضا ہوئی  
فلبثمت فاھا اخذ القرونھا شرب النزیف باہر ماء الحشر  
اس کی زلفوں کو پکڑ کر میں نے اس کے دہن کا ۲+۶+۶+۵ لیا تو وہ لطف آیا جو اس  
شراب کے پینے میں ہوتا ہے جو صاف پھر برہتے ہوئے ٹھنڈے پانی سے منہ جھو -

پھر اس نے ایک ایسے لہجہ سے حسین دنیا سے موسیقی کا پوڑا تھا مجھ سے کہا ”جا اور اٹھ جا“  
یہ کہہ کے وہ اپنے کرسی سے یوں اٹھی جیسے کوئی فتنہ پیا ہو اور چلی گئی، پھر ”دہی مشاطہ“ جو مجھے  
بلانے لگی تھی، آئی اور میرے آنکھوں میں پٹی باندھ کر مجھے بے چلی اور دہن لاکے چھوڑا جہاں سے  
لے گئی تھی، میری حالت جو اس کے بعد ہوئی اسے خدا ہی جانتا ہے کہ میں نے کیونکر شب غم  
ترپ کر بسر کی اور کیونکر اس مجسمہ حسن، کا خیال شب بھر میری بینا یوں کو بڑھاتا رہا، انہر میج  
ہوئی اور صبح کے ساتھ ہی ساتھ دہی عورت مجھے پھر دکھائی دی جو، اب میرے لیے ہرگز نہ  
اور ہمہ اُمید، تھی، اور مجھ سے کہا ”کیون بھروان ہلو گے“ یہ بات تو میری حواہل اور ہمتا سے  
آرزو تھی میں نے کہا ”کیون نہیں“ اس نے کہا ”اٹھو“ پھر میری آنکھیں زردانی نہیں اور  
پھر چشم فراق وہ پر جو زخم غم سے کم نہ تھی، پٹی باندھی گئی تاکہ مجھے راستہ کاظم نہ ہو، تو ٹوٹی ہوئی

بعد اپنے نگاہوں کے سامنے میں نے پھر اسی کا فردا، دلستان، دل ربا، دل کش، پیکر حسن دیکھا جو کرسی زرخیز پر بصد گزشتہ و ناز جلوہ گر تھی، درحقیقت اگر برق تجلا سے طرجمہ ہو کے سامنے آتی تو یہی جلوہ گری اس کی بھی ہوتی، بلکہ اس سے کم،

مجھ سے اس نے کہا کہ اسے خواتین کے پردہ در پردہ — میں نے عرض کیا، ”یری جان نثار کیا پڑھوں“ کہا وہی جو تو نے ”دیومہ“ کے لیے کہا ہے: — یعنی: —

و ناهضة الشدین قلت لھا اتکی علی الرمل من جبانۃ لھ یوسد  
میں نے اس بلند پستان عورت سے کہا کہ اس صحرا کے تو وہ ریگ جس پر کبھی نیکہ نہیں کیا گیا نیکہ کر لے  
فلما دنی الا صباح قالت فضحتنی فقمہ غیر مطرود و ان شئت فلنجد  
جب صبح قریب ہوئی تو اس نے کہا کہ تو نے مجھ سے کہا کہ دیا اچھا آگیا اگر تیری کمانے کو دل نہیں چاہتا نہیں تو اندر زیادہ  
خلیفہ زاد کی دل چسپان ملاحظہ کیجئے، ”کن باتوں میں یقین“ ابھی کل کی بات ہے کہ عمر بن  
کو حکم ملا تھا کہ ”دور ہو“ اور خود بھی منکبرانہ انداز سے کرسی چھوڑی تھی — آج کہتی ہیں —  
جب وہ حسب فرمائش اشعار پڑھ چکا ہے —

”عمر بن ربیعہ! چونکہ اس سفر سے دلہی قریب ہے، اور تیری محبت دل میں جاگزیں ہے،  
اور تجھ سے مکالمہ کی حسرت دل میں باقی ہے لہذا کچھ کہ“ —

چنانچہ میں اسے اشعار بھی سناتا رہا، باتیں بھی کرتا رہا اور دلچسپ گفتگو ہوتی رہی، یہاں تک کہ  
وہ اٹھی اور وہ ”مشاطہ“ بھی اس کے ہمراہ گئی

چونکہ اس کے واپس آنے میں دیر ہوئی لہذا میں ادھر ادھر اپنی نگاہیں ڈال رہا تھا کہ میں نے  
دیکھا کہ ایک ظرف میں غلظ (ایک قسم کا حطر جو زعفران سے بنتا ہے) رکھا ہوا ہے، میں نے اپنا  
ہاتھ اس میں ڈبو دیا اور پیچھے سے ہاتھ کو اپنی آستین میں پوشیدہ کر لیا۔ اتنے میں وہ عورت اٹلی اٹھ  
جئے، حسب معمول کھینچتی ہوئی بے چہری، جب میں نے اندازہ لگالیا کہ اب اس کے خیمہ کا در آگیا ہے تو پیچھے  
سے اپنا انتظار اچھا ہاتھ نکالا اور خیمہ کے اندر ہاتھ کا نشان بنا دیا اور چلا آیا۔

مین نے اس عورت کے واپس ہونے کے بعد اپنے غلاموں سے کہا کہ جو کوئی اس خیمہ کا پتہ لگا دے جس پر خلیفہ کا نشان پڑا ہوا ہے تو اُسے آزاد بھی کر دوں گا اور پانچ سو درہم بھی دے دوں گا۔ یہ سن کر تمام غلام ایک ایک سمت گئے، تھوڑی دیر کے بعد میرا ایک غلام واپس ہوا اور اُس نے کہا۔ ”آئیے میرے ساتھ چلیے“ مین اُٹھا اور اُس کے ہمراہ ہو لیا جب وہاں تک پہنچا تو دیکھا کہ ہاتھ کا نشان میرا ہے اور خیمہ بنت عبد الملک بن مروان کا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد خیمے اُٹھ کر لہ گئے اور وہ لوگ سفر پر آمادہ ہوئے، مین بھی اُن کے ہمراہ چل کھڑا ہوا۔ راہ میں خلیفہ زادی نے جب میرا خیمہ ڈیرا دیکھا تو پوچھا یہ ساتھ ساتھ کون ہے؟ کہا گیا کہ یہ عمر بن ربیعہ اور اُس کا سارو سامان ہے۔ خلیفہ زادی ڈیری اور اپنی بیوی کے اندیشے سے اسے میرا ساتھ ساتھ رہنا ناگوار ہوا۔

اسنے اسی شاطہ کو میرے پاس بھیجا اور کہلوا یا کہ ”خدا کی مار تجھ پر اب تو کیا چاہتا ہے؟ اور کیوں میرے ہمراہ ہے تجھے خدا کی قسم پلٹ جا اور میری رسوائی کا خیال رکھ۔“ جب وہ یہ پیغام مجھ سے کہ چکی تو مین نے کہا ”مین تو ہرگز بھی نہ پلٹوں گا جب تک کہ خلیفہ زادی مجھے اپنی وہ قمیص نہ دیدے گی جو اس وقت اُس کے جسم سے مس ہو رہی ہے اور جو کائنات حسن کو اپنے بن پوشیدہ کیے ہوئے ہے۔“

یہ عورت واپس گئی اور سارا ہمارا خلیفہ زادی سے کہ سنایا، کچھ دیر تو اس نے پس پٹن کیا اسخرا کردہ قمیص جو پہنے ہوئے تھی اتاری اور اس عورت کے حوالہ کی کر دے آئے۔ جب وہ قمیص عمر کے پاس پہنچی تو اس کی آنکھیں کھل گئیں اور محبت کا شعلہ اور تیز ہو کر بھڑکا، تھوڑی دیر تک تو وہ ساتھ رہا جب وہ عورتیں کئی میل آگے بڑھ گئیں تو حسبِ عہد پلٹ آیا اور یہ اشعار اس کی زبان پر جاری تھے۔

ضاق الغداۃ بما جتی صدی ویست بعد تقارب الامس  
کل میری بتاؤں سے میرا دل گھٹ گیا۔

وذكرت فاطمة التي ملقت غرضاً في الحوادث الدهر

میں نے فاطمہ کو یاد کیا جو میرے قلب سے متعلق ہے۔ یہ زمانہ کے حادثات ہیں

مكورة روع العبيد بها جم العظام لطيفة الخصر

نگین لباس عورت کہ عیب کی لپٹ اس میں موجود ہے بھریرے بدن اور تپتی مگردالی

وكان فاحها عند رقدتها تجرى عليه سلافة الخمر

گویا سوتے وقت اس کے منہ کی خوشبو ایسی ہے جیسے خالص مشراب کی۔

(باقی آئندہ)

(۱) خانی مطبوعہ مصر ۱۹۱۷ء۔

ایک مضمون کا خلاصہ، جناب سید رضی الدین صاحب کن پورہ نظام الدین حال تعیم پر یا فاضل برود

جناب نواب صاحب پریانوان نے، ایک استاد سہیل بن طبع ہونیکے لیے بھیجی تھی جس کے طول نے اور خلاف موضوع

سہیل ہونے نے با تمام اشاعت نہ ہونے دی، اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :- آپ بنی اللہ تھے اور آپ نے رسالہ سہیل، اش

اصلاح اور دین کے لیے کوشش مذہب کی اور طریقہ حق اختیار کیا فلہذا کچھ سا آپ ترک مذہب سے ہی مبین ترین جو

ابوہل نے حضرت حماد پر ڈالیں تھی مختلف طریقے سے آپ کو کالیہ نہ بچائی گئی مقدمہ دائر کیے گئے مگر علی کو آپ مستقل

اور خدا نے تمام بلائیں نہ کر دیں آپ کی آمدنی بہت قلیل تھی اور آپ عزاداری اور کتب بینی کے شائق ہیں اور بیک

تخلدستی تناول کو محنت سے بدلتی ہے لہذا آپ کی انجاء مومنین سے کہ اگر حضرت مومنین آپ کی مدد پانچ سو

روپیہ سے چندہ کر کے فرمائیں تو آپ ضروری کتب بھی خریدیں اور ایک چھوٹا سا امام بارگاہ بھی بنوائیں جس میں

عزاداری کی بنیاد قائم کی جاسکے :-

مجھے محمود نے فہم دی ہیں کہ میں اسکو

شائع کروں۔

لہذا سہیل میں خلاصہ مضمون درج کیا گیا جو حضرات اعانت فرمائیں وہ محمود سے واسطہ

نواب صاحب پریانوان پر مشتمل غیر مرتبط کریں۔

مجھ سے محمود سے کوئی فتاویٰ نہیں البتہ نواب صاحب کا وہ مجھ سے مذہب شیعہ کے افراد کو

(مدیر)

نہیں۔

## جلوہ تمنا

اثر کلک جناب سید کلب محمد صالحی بانی

تمناؤں کی اک دنیا ہے جو وہ چاہے  
پناہ کا نہایت آرزو ہے آستانِ دل  
فضا سمور ہے دل کی ہر بادی جلوں سے  
ہے نقشِ آرزو اُبھرا ہوا چاہے جہاں بیکو  
جو کچھ بھی ہے کرشمہ یا نتیجہ آرزو کا ہے  
نئے انداز سے ہے ہر جگہ جلوہ تمنا کا  
بشارت بن کے اُتری بسترِ خواب زنجار  
زنانِ مصر کے دل بن بنی لافِ شکیبا ئی  
کبھی تھی ہوسِ خلوت کبھی تھی زینتِ جلوت  
نصو رہن کے وابستہ ہی زندانِ دوست  
زبانِ حضرت موسیٰ پر آئی التجا بن کر  
دعا سے خیر ابرہم کا جامہ کبھی پہنا  
کبھی معراج پا کر تاجِ لامکان پہنچی  
صحابِ قدس تک آ کر بنی حیرت پیمبر کی  
گئی تاعرشِ حق بن بستِ اسد کا مدعا بن کر  
نگہماں اُس نگاہِ اولینِ مرتضیٰ کی تھی  
شرفِ اللہ کے گھر کا بنی ادب و نظر آئی  
نہ بھیگی آنکھ ادب تھی کہ اٹھ کی نظریں کر

تلاطمِ خیر آبادی تھی دل کے مقدر میں  
یہ وسعت ہوا اگر شاید تو ہوا مانِ شرمین  
نظر آتی ہے شمس و قمر بن نجم و اختر میں  
خلیل اللہ کی تعمیر میں یا صنعِ آذر میں  
نہ تنگامہ ہے دنیا میں نہ فدا و نہ مہتر میں  
غش ہے یہ کسی سینہ میں آؤ کسی سر میں  
قیصِ ماہِ کفنان بن گئی یہ قہر کے گھر میں  
خیالِ عذرا سو ائی ادھر اک ظبطِ طربین  
کبھی تھی جاک کی صورت یہ دلائلِ پیر میں  
بنی تعمیر کا سودا عزیزِ مصر کے سون میں  
نمودِ سوزِ پنہان وشتِ این کے معتدین  
کبھی آئی فویدِ حضرتِ صبی کے پیکر میں  
بنی پردازیِ حستہ رہی جہاں کچھ میں  
کوئی پردے سے جھپکا ہوا آوازِ حیدر میں  
کیا تبدیل بیت اللہ کی دیوار کو در میں  
جو چونا چاہتی تھی صوفِ دیدارِ پیمبر میں  
بنی کعبہ میں مولودِ حرمِ آغوشِ اطہر میں  
ادھر نکلی ادھر ڈوبی مسکاوے حنین

شنا میں تیری اب کی آنکھ تھامیں اک مطلع ترسکہ طعنا تھامیں دلِ خود شیدِ خاور میں

## مطلع

تنہا ہے سجود اک معجزہ انگشتِ حیدر میں  
نظر میں ہیں مری اور آئندہ ایسے بھی ہنگامے  
کبھی تو نصرتِ اسلام کا اک دلولہ بنکر  
کبھی تو جوشِ جان بازیابی اور یوں دینے  
تو ہی تھی پاسِ حکمِ مرسلِ عظم کہ حیدر نے  
پئے اہلِ ہنس تو اک شہانِ بھار اوی تھی  
ہر میت ہا ہے پیہم دیکھ کر اسے آرزو تھنے  
بھرا تھا جملہ نادِ ملی میں تیرا وہ جذبہ  
تقاضے سے ترے پھر سطوتِ ایاں ملی قائم  
نایان اس طرح تو نے کیا زورِ بدِ اعلیٰ  
خدیجِ رحم میں تو وہ خطیبِ تبلیغِ احمد تھی  
غرض ہر نیک و بد میں اک متنازل ہو تیرا  
کون اب کیا کہ وہ کیا آرزو تھی اکھائی تھی  
اجو غم ہے اے مائی۔ تنہا بن گئی مست  
ہی حسرت کہ دم لگے تو جوشِ برجِ حیدر میں

حضرت سانی جاسی کی ہستی دنیاے شاعری و ادب میں بہت کچھ نمایان حیثیت رکھتی ہے اس قصیدہ کی تشبیہ و تمثیل بہت جہتوں میں کیا گیا، غالباً کیا یقیناً نئی اور پہلی تشبیہ ہے، ہم مدوح کے سہیل کو بازی کے طور پر لکھ رہے ہیں۔ (مدحیہ)



## ”قدح مدح“

### سلسلہ سابق

پہلی آیت کسی کے نسب کی طرح مقدوح ہو چکی، اب مدیر الانجم اپنی غار والی آیت پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس سے بھی فضیلت شیخ اول روشن و آشکار ہے یہ آیت پارہ دہم سورہ قوہ رکوع پنجم میں ہے :-

مدیر نے حسب معمول اس آیت کو بہت کچھ طول دے کے لکھا ہے اور اس میں چند چیزیں اپنے زعم ناقص میں بہت زور دے کے لکھی ہیں اور ان کو خلیفہ اول کی آٹھ عدد مناقب میں صرف کر دیا ہے -

جو کچھ بھی تحریر کیا ہے وہ نتیجہ دماغ ملی نہیں بلکہ وہی سن ہے اور وہی آموختہ جو صحابہ پرست طبقہ و ہر ابا کرتا ہے اور جس کو اہلسنت کے ”قبلۃ القبلات“ اور قبل العیالات، امام رازی اپنی تفسیر میں لکچے ہیں وہ کچھ ایسے مزخرف ہیں کہ اگر ہمارے یہاں کا کوئی مجاہد ان کے جوابات خواب میں بھی دے تو اس کی رو نہ ملائے اہلسنت سے ہو سکتی ہے اور نہ بُرے، بھلے اور چھوٹے پیر سے ہو سکتی ہو، جو جوابات کہ ہمارے طرف سے خواب میں دیئے جا چکے ہیں اس کی رد تمہارا کل فرقہ بیداری میں بھی نہیں کر سکا اور نہ کر سکتا ہے اور اگر کچھ دعویٰ صحابہ پرستی میں دم ہو تو آج بھی ہم اسے کہتے ہیں تم رو کرو ہا تو اب رہا محکم ان کنندہ صادقین (اگر سچے ہوتو اپنی دلیل پیش کرو)

### ”مناقب خانہ ساز کی رو“

جو واقعہ ناظرین کرام کے سامنے اس وقت پیش کیا جاتا ہے اگرچہ یہ رد معاذ ہے مگر اسی رد میں ان مناقب کا بھی اظہار ہو جائے گا، اور ہو جاتا ہے جو فرقہ اہلسنت کے خلیفہ اول کے لیے مایہ صد ناز و افتخار ہیں اور جن کو مدیر الانجم نے آٹھ حصہ تقسیم کیا حالانکہ حضرت عمرؓ نزدیک مسخر

پچھ ہی فضیلتیں ابو بکر کی آیہ غار سے ثابت ہوتی تھیں۔

### حضرت علامہ شیخ مفید نور اللہ ضریح کی خواب

جناب شیخ میان فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں ایک راستہ میں جا رہا ہوں وہاں ایک بڑا مجمع ہے اور ایک شخص وعظ کر رہا ہے، میں نے پوچھا یہ واعظ کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا ”عمر بن خطاب“ میں ان کا نام نہ سنا مگر اس مجمع کو ہاتھ ہوا ان کے پاس پہنچا اور میں نے کہا کہ میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں آپ جواب دہن گے۔ عمر نے کہا ہاں پوچھو۔ میں نے کہا کہ اس آیت میں۔ ثانی ثنین اذھافی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان الله معنا فانزل الله سکینتہ علیہ ابو بکر بن خفافہ کی آخر کون سی ایسی فضیلت نکلتی ہے جس پر آج دنیا کے سنن مفتخر و نازان ہے اور ہر شخص اس آیت سے ان کی فضیلت ثابت کرتا ہے۔

عمر نے کہا کہ اس آیت سے بھائی ابو بکر کی فضیلت چہ طرح سے ثابت ہے لو مجھے پہلی فضیلت نصیب کرتے اپنے نبی کا ذکر کیا اور ان کا ثانی بھائی ابو بکر کو قرار دیا اور فرمایا

ثانی ثنین

دوسری یہ کہ ان کا وصف اجتماع کے اعتبار سے کیا کہ وہ دونوں ایک مقام اور ایک مکان میں ہم تھے اور خدا نے فرمایا اذھافی الغار تیسری یہ کہ بھائی ابو بکر کو رسول کی صحبت کی طرف منسوب کیا اور ان دونوں کے درمیان رشتہ مصاحبت یہ کہ کے اذ یقول لصاحبہ مستحکم و مضبوط کر دیا۔ چوتھے یہ کہ رسول کی شفقت و مہربانی کا تذکرہ اور ان کے انس و محبت کا تذکرہ جو بھائی ابو بکر نبی یہ کہ کے فرمایا۔ لا تحزن

پانچویں یہ کہ رسول مقبول نے یہ خبر دی کہ اللہ صبر و تحمل کے ساتھ ہے اسی طرح ابو بکر کے ہمراہ ہے جیسا ان کا مدد و معاون ہے ویسے ہی ان کا جیسا کہ ان الله معنا میں مضموناً

جس کے معنی ہمارے کے ہیں غریب ہے -

تھے یہ کہ اللہ نے اپنا سکینہ بھائی ابو بکر پر نازل فرمایا رسول پر تو نازل کرنے کی ضرورت تھی ہی نہیں کیونکہ سکینہ ان سے کبھی جدا ہوتا ہی نہ تھا لہذا لا محالہ ابو بکر پر سکینہ اترا اور فرمایا فانزل اللہ مسکینتہ یہ ہیں وہ چہ خرف جہین نہ تم طعن کر سکتے ہو اور نہ کوئی اور -

یہ سفر کجاب مفید رحمہ اللہ نے فرمایا - بجا ہے جو کچھ ارشاد ہوا اور آپ نے ایسی ایسی باتیں کہیں جس سے زیادہ کوئی کہ بھی جین سکتا مگر میں انشاء اللہ ان تمام فضائل کو اسی طرح ادا کرتا ہوں جیسے رکھ کا ڈھیر تند ہوا کے بھونکے میں - یہ کہ کے میں نے کہا کہ وہ پہلی فضیلت ہے ثانی اشئین سے ظاہر ہوتی ہے وہ فضیلت ہی نہیں کیونکہ وہ ان عدد سے خبر دی گئی ہے یعنی فارین وہ شخص تھے کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر دو مومن ہوں جب بھی یہی دو کا عدد بولا جائیگا اور اگر ایک مومن اور ایک کافر ہو جب بھی دو ہوں گے - لہذا اس اظہار عدد میں تو کوئی

فضیلت نہیں ظاہر ہوتی

رہا دوسرے شرف کہ اللہ نے یہ فضیلت دی کہ وہ اور رسول ایک جگہ ایک مقام پر ہے یہ پہلی ہی فضیلت کی طرح مجسّم ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ کمزور کیونکہ ظاہر ہے کہ ایک مقام پر مومنین و کافرین جمع ہو سکتے ہیں اور جمع ہونے میں مگر اس سے کوئی کافرین کی فضیلت نہیں برصحتی مسجد نبوی فارثور سے زیادہ ملت زکعتی ہے وہ ان مومنین بھی رہتے تھے رسول بھی کافرین بھی اور منافقین بھی، یہ سب ایک مقام پر رسول کے ساتھ جمع ہوتے تھے جیسا خود خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے فاللذین کفروا قبلک مہطعین عن الیمین وعن الشمال عزین ایطع کل امرئ منهم ان یدخل جنة فظیم

اس کے علاوہ سفینہ نوح کو دیکھو اس کی ملت سے فارثور سے کہیں زیادہ تھی اس میں نبی بھی تھا بہائم بھی تھے اور شیطان بھی تھا، تو کہا اس اجتماع سے شیطان کی کوئی فضیلت یا بہیمہ کی کوئی عزت

بڑھ گئی۔ بیٹے دو فضیلتیں تو کوری گئیں۔

اب یہی فضیلت بیٹے یعنی آپ یہ فرماتے ہیں کہ بھائی ابو بکر کو ”صاحب“ کہا  
(کہیں کوئی صاحب ”صاحب ہمارا“ نہیں بلکہ ”صاحب“ کے معنی ”سامع“ کے ہیں۔ سہیل۔)  
تو یہ بھی کوئی فضیلت نہیں کافر مومن کا اور مومن کا ذکر ”صاحب“ ہو سکتا ہے چنانچہ خداوند عالم نے  
خود بعض افراد کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ قال لصاحبة وهو عجاورہ کھوت  
بالذی خلقک من تراب ثم من نطفہ ثم سواک رجلاً  
بیٹے یہاں جو سامع تھا وہ کافر تھا اسکو ”صاحب“ خود خدا نے فرمایا، اس کے علاوہ  
عرب گدھے کو بھی صاحب کہتے ہیں تو چاہیے کہ اس کی بھی فضیلت بڑھے چنانچہ اس شعر میں گویا  
”صاحب“ کا اطلاق کیا گیا ہے۔

ان الحماد مع الحماد مسطیة واذا خلوت به فبئس الصاحب  
”گدھا گدھوں کے ہمراہ رہ کے ایک سواری ہے“ مگر خلوت و تنہائی میں وہ بدترین سامع ہے۔  
اب آپ ہی بتائیے کہ جب خدا نے کافر کو اور عرب نے گدھے کو ”صاحب“ کہا تو آپ کے  
بھائی ابو بکر کے لیے کونسا شرف رہ گیا۔ (صائب : اس نامہ میں صاحب کی کوئی عزت تھی  
بلکہ آج کل صاحب صاحب ہے۔ سہیل۔)

رہ گئی چوتھی فضیلت یعنی یہ کہ خدا نے رسول کے قول ”لا تحزن“ ”حزن نہ کرو“ کو  
قل کہا یہ فضیلت ہال جان صدیق ہے اور ایسی فضیلت ہے کہ کوئی ذی عقل اور باحسان کو فضیلت  
نہیں کہہ سکتا کہ ابو بکر کے خطا کی ایک روشن دلیل ہے کیونکہ ”لا تحزن“ ہے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ فعل ابو بکر یعنی ”حزن“ یا تو طاعت تھا اور یا معصیت تھا معلوم ہے کہ طاعت نہ  
تھا کیونکہ اگر طاعت ہوتا تو رسول طاعت خدا سے ہرگز نہ روکتا اور یہ کبھی نہ کہتا کہ ”نہ حزن کرو“

قرآن نے اس کا تذکرہ کیا ہے اور کافر مومن کا صاحب اور سامع قرار دیا ہے اہل مومن کے کلمات نقل کیے گئے ہیں۔  
جس کا خلاصہ یہ، کیا جس خدا نے تجھے مٹی سے بنایا پھر لطف سے پھر ایک مروتی کلفت بنا لیا اس کا تو منکر ہے۔

ثابت ہوا کہ یہ فعل ابو بکر مصیبت خاصہ اور بھی آیت سے جتنا ثابت ہوتا ہے وہ بھی کہ رسول نے اس مصیبت (حزن) سے منع کیا، اب رہ گیا یہ امر کہ انھوں نے حکم رسول کی تعمیل کی یا نہیں اس کا پتہ آیت سے ملتا نہیں بلکہ استمراء مصیبت کا جنبہ غالب اور عدم توجہ بر حکم رسول کا حال واضح و آشکار ہے۔

**پانچویں فضیلت معیت کی۔** ان الله معنا اس میں بھی کوئی فضیلت نہیں کیونکہ رسالت مآب نے اپنے نفس رفیع انزلت کو پیرایہ جمع دونوں عظمت کے ساتھ تعمیر کیا ہے اور اس کی مثال کلام عرب میں بہت ہے، خود جناب باری عزائے نے باوجود وحدت حقیقی پس پیرایہ کو ترک نہیں کیا جیسا کہ آئین شاہدین — چنانچہ فرمایا۔ انا نحن نزلنا الذککس وانا له لحاظ فظون تو کیا جناب کے نزدیک عظمت کے سوا اثنیت کا شبہ ہو سکتا ہو بلکہ ہل تشیع تو یہاں ایک اور بات کہتے ہیں وہ یہ کہ ابو بکر نے پوچھا کہ اے رسول خدا آپ کے ہمراہ آپ کے بھائی علی بن طالب نہیں ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ان الله معنا یعنی میرے اور میرے بھائی کے ساتھ خدا ہے۔ — لہذا یہ بھی کوئی فضیلت نہ رہ گئی

**اب چھٹی فضیلت** وہ بھی پادر ہوا ہے یعنی یہ خیال کہ ”سکینہ“ ابو بکر پر نازل ہوا یہ ایک حد تک کفر محض ہے کیونکہ جناب باری نے اس بات کی خبر دی ہے کہ جس شخص اور جس ذات پر ”سکینہ“ نازل ہوا اسی شخص اور ذات کی تائید ”جنود الہی“ کے کی گئی قرآنی آیت یہ ہے۔ فانزل الله سکینة علیہ وایداہم جنود لہم تو وہاں یعنی خدا نے اس (رسول) پر سکینہ نازل کیا اور انھیں کی تائید جنہر سکینہ نازل کیا، جنود سے کی — اب اگر یہ مان لیا جائے کہ ابو بکر ”سکینہ“ نازل ہوا تو یہی ابو بکرؓ جنود بھی ہوں گے جیسا کہ آیت کا دواو عاطفہ اس مطلب کو ظاہر کر رہا ہے اور حساباً یہ تو اس کے کھلے ہوئے معنی یہ ہیں کہ بنی کو نبوت سے خارج کر دیا گیا اور حضرت ابو بکر کو اس صفت میں داخل کر دیا گیا۔

اس کے علاوہ بھی جناب ہادی نے ”سکینہ“ اپنے حبیب پر دو جگہ نازل فرمایا ہے ایک تو یہی مقام ہے جہاں تہا رسول اس نعمت سے مستثنیٰ ہے اور دوسرا مقام وہ ہے جہاں تمام مومنین اس میں شامل ہیں جیسا کہ خود ارشاد فرماتا ہے اور دو جگہ پر سنا نزل اللہ سکینۃ علی رسولہ و علی المؤمنین خدا نے اپنا سکینہ رسول اور مومنین پر نازل کیا اور دوسرے مقام پر فرمایا ہے۔ ثم ولیتمہ مدین ثم النزل اللہ سکینۃ علی رسولہ و علی المؤمنین پھر تم پر بھیجے گا بھائے اور پھر خدا نے اپنا سکینہ رسول اور مومنین پر نازل کیا۔ معلوم ہوا کہ مومنین سکینہ کے مستحق ہیں اگر مومنین ہیں جیسا کہ آیت سے ثابت ہوا۔ مگر افسوس ہے کہ غارتو زمین تہا رسول پر سکینہ اتر اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر ایک بھی مومن آپ کے ہمراہ ہوتا تو آیت اس کو بھی سمیٹ لیتی اور استحقاق ہوتا تو بخل نہ کرتی مومن ہوا کہ وہ ساتھی مومن بھی نہ تھا کیونکہ شریک سکینہ نہیں۔

جناب معین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس طویل خواب مکالمہ کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور میں بیدار ہو گیا۔

ناظرین سہیل جن جن باتوں پر مدیر انجمن نے فکر کیا ہے اور جن جن فضائل کو شمار کیا ہے ان سب کے رد اس خواب میں موجود ہیں اور ایسے کہ شاید اس خواب پر بیداری بھی تصدیق تمام فضائلِ رذائل سے بدل گئے اور تمام افتخارات، پیار، مشورہ ہو گئے، جس کو دریا بکا پیش کیا گیا تھا وہ اب سراب ہے اور جو بحرِ فضائل نظر آتا تھا وہ پایاب ہے اگر مدیر انجمن ان کو رد کر کے تو بسم اللہ تسلیم کریں اور ان اعتراضات کو رد کر کے پھر میدانِ فضیلت ابوبکر میں تک محدود یا جست وغیر فرمائیں۔

ازین قبیل جو اب بات اس مناظرہ میں بھی ہیں جو دوستیوں کے درمیان ہوا اور جن کی ہستیاں سموی نہیں ہیں، یعنی ماعون رشید اور اسلمی سے بھڑکے مابین یہ محبت

منافقہ گرم ہوئی اور ایسی کہ مومن نے ایسے بڑے علامہ کے لبوں پر ہر سکوت لگا دی کیونکہ اس کے کلمات مصحح تھے۔ چنانچہ جب اسحق نے ابوبکر کی یہ فضیلت کہ وہ غار میں رہے اور ساتھ رہے، ان پر سکینہ نازل ہوا، ان سے رسول نے کہا ”لا تحزن“ یہ تمام باتیں اسحق نے پیش کیں تو مومن نے کہا کہ یہ تو فضیلتیں نہیں ہیں۔ اسی لئے کہ مومن کا مصاحب کافر نہیں قرآن ہے اور اس نے وہی آیت پیش کی جو اس منافقہ خواب میں لکھی جا چکی۔

سکینہ کے متعلق بھی اس نے کہا کہ رسول کے ہمراہ جو مومنین تھے ان پر سکینہ نازل ہوا اور قرآن اسکا ذکر کرتا ہے لہذا اس صفت میں بھی، اگر مان لیا جائے تو ابوبکر مسفرد نہیں ہیں۔

”لا تحزن“ کے متعلق اس نے کہا کہ اسحق یہ بتاؤ کہ اس ”حزن“ ابوبکرؓ میں خدا کی رضا تھی یا نہ تھی اگر تھی تو رسول صا الذی عاصی ہوا کیونکہ وہ اس بات سے ابوبکر کو روک رہا تھا جو بات کہ خدا کے مرضی کے موافق تھی، یعنی خدا چاہتا تھا کہ حزن کرین اور رسول منع کرتا تھا۔ یہ ناممکن ہے۔

اور اگر خدا کی رضا اس حزن میں نہ تھی تو ظاہر ہے کہ ابوبکر عاصی تھے اور یہی پہلو متیقن ہے۔

یہاں تک تو مدیر انجم کی ذکر کردہ فضائل کی رو سے اب ان باتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے جس کو میر نے اپنے مطالب کے ثبوت میں ہماری کتابوں سے لکھا ہے اگرچہ وہ بہت خوش ہے کہ ابوبکر کی فضیلت کتب شیعہ سے ثابت ہو رہی ہے مگر درحقیقت یہ اسکی سمجھ کا قصور ہے چنانچہ اس کا تفصیلی بیان نذر ناظرین ہے۔

میر نے اس مطلب کے ثبوت میں کافی، تفسیر امام حسن عسکریؑ، اور تفسیر قمیؑ سے مدد ادا ان کی عبارتیں لکھی ہیں جن کے جواب حسب ذیل ہیں۔

مدیر نے تفسیر امام کے سلسلہ کو قطع کر کے دنیا کو دھوکا دلانے کے لیے درمیان سے ٹک

عبارت کہی ہے اور وہ یہ ہے۔

البحر: وامرک ان قمصتھب ابا بکر فانه ان لفسک وساعدک

وانرک وثبت علی تعاهدک وتعاهدک کان فی الجنة

من دفقا شک وفی غرفاتها من خلصا شک

”یعنی خدا نے حکم دیا کہ اسے رسول تم ابو بکر کو اپنے ساتھ لے لینا اگر اس نے تم سے

موانعت کی اور تمہاری مدد کی اور اپنے عہد پر قائم رہا تو تمہارا فرق جنت میں ہوگا۔“

اس عبارت سے فضیلت ابو بکر پر استدلال کیا گیا ہے جو توضیح طلب ہے لہذا ناظرین کرام

کے سامنے اس کی تشریح باہین الفاظ پیش کی جاتی ہے۔

## تفسیر اہل بیت اور اسکی تجلی

آیہ کریمہ اوکلما عاہدوا عہذا نبذہ فویق منهم بل اکثرهم لا یومنون

کیا جب وہ خدا سے عہد کریں گے تو ان میں کا ایک فرق اسکو بس پشت ڈال دے گا اور زیادہ تو ایسے

لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ اس آیہ کی تفسیر امام علیہ السلام نے بیان کی ہے۔ جس تفسیر کی

یہ آیت سرنامہ ہو اس میں ذمت کے سوا مدح کہاں ٹھک سکتی ہے لیکن صرف ان لوگوں کے

لیے جنہوں نے اپنے عہد کے ساتھ وفا کی ہو چنانچہ تفسیر امام مین انہیں لوگوں کا تذکرہ ہے۔

قال الامام قال الباقر قال لله عزوجل

وهو یومئذ یخ ہؤلاء الیہود النافین

تقد مر ذکر عہادہم وهؤلاء الذین

النضاب نکتھو اما اخذ

من العہد علیہم فقال اوکلما

عاہدوا عہدوا واتقوا وعاهدوا

ترجمہ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس آیہ

کریمہ میں جناب باری اُن یہودیوں کی طرف سے

ہے جن کی عہادہ دشمنی کا ذکر ہو چکا ہے اور ان

نامیوں کی توبیخ کر رہا ہے جنہوں نے خدا کی نکتہ

عہد جو ان سے لیا گیا تھا توڑ ڈالا اسی ان الفاظ

میں یاد فرمائیے۔ اوکلما عاہدوا وعہدوا



لیکونن محمد طائعین ولعلی  
بعدہ موثرین والی امرہ  
صاثرین نبذ العهد فریق  
منہم خالفہ قال اللہ  
بل اکثرہم اکثر  
ہولاء الیہود

والنواصب  
لا یؤمنون

ای فی مستقبل اعمارہم لا یرون  
ولا یتوبون مع شہد تم  
للایات معایذتہم  
للالالات

قال رسول اللہ اتقوا عباد اللہ  
واشتوا علی ما امرکم بہ رسول  
اللہ من توحید اللہ ومن لا یمان  
بنبوۃ محمد رسول اللہ ومن  
لا اعتقاد لولایۃ علی ولی اللہ لا یفرکم  
صلواتکم وصیامکم وعبادتکم التالفۃ  
انہا تنفعکم ان خالفہ العهد للیق  
فمن وفی وفی لہ وتفضل بالجلال  
ولا فضل علیہ ومن نکث

نبذہ یعنی جب وہ کوئی عہد کرتے ہیں اس کو ایک  
فریق ان میں سے پس پشت ڈال دیتا ہے اور وہ عہد  
جسے انہوں نے پس پشت ڈال دیا تھا کہ وہ رسول اللہ  
کی ہمیشہ خوشی سے اطاعت کرتے رہیں گے اور اس  
بعد علی علیہ السلام کے فرمان بردار ہوں گے اور خدا کے  
امر کی طرف بازگشت ہوگی، لیکن انہوں نے انہوں نے  
اس عہد کو توڑ ڈالا کیلئے جناب باری نے فرمادیا کہ  
اکثر یہود اور نصاب ایمان نہیں لائیں گے۔

یعنی اپنی اگلی آئینہ زندگی میں وہ لوگ پو  
نہیں ہوئے عہد کی رعایت نہ کریں گے اور وہ اپنی عہد  
شکنی سے توبہ نہ کریں گے باوجود حقیقت کی نشان دہانی  
اور اس کی دلیلین ان کے معاینہ میں ہوں گی۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے  
فرمایا کہ اسے بندگان خدا خدا سے ڈرو اور جی چکا  
خدا سے تعین حکم دیا ہے اس پر چہ ہو اور وہ چیزیں جو  
مأمور ہیں خدا کی توحید ہے اور نبی کی نبوت اور علی  
کی ولایت کلمہ اعتقاد ہے اور دیکھو تعین روزہ و  
نماز اور اگلی عبادتیں و عمو کا ذہن اگر تم عہد کی نفی  
اور میثاق کو توڑ دو گے مطلب یہ ہے کہ ان عبادتوں  
سے تعین نقص عہد و میثاق کے بعد کوئی نافرمان نہ ہوگا  
جو اپنے عہد و میثاق پر وفا کرے گا اس سے جدا بھی

فانما ينكت على نفسه

والله ولي الا متقام منه

وانما الاعمال بخواتيمها

هذه وصية

رسول الله

لكل اصحابه

ويها اوصي حين صار الى الغار

فان الله تع اوحى اليه يا محمد

ان العلي الاعلى يقراء عليك السلام

ويقول لك ان ابا جهل والملائم

قرئش قد دبروا ويريدون

قتلك وامرك ان تبیت

عليافي موضعك وقال

لك ان منزلته منزلة اسمعق

الذي بيع من ابراهيم الخليل يجعل

نفسه لنفسك فداء وجرحه

لروحك وقتاً

وامرك ان تستصحب ابا بكر

فانه ان انك وساعدك ووازيك

وثبت على تعاهدك وتعاقدك

كان في الجنة من رفقاءك

اپنی وعدوں کو وفا کرے گا بلکہ اپسوردگی اور قنصل

کے ساتھ اضافہ کرے گا اور جو شخص عہد شکنی کرے گا

وہ اپنا ہی ضرر کرے گا اور خدا اس سے انتقام لینے

ہر وقت قادر ہے اور اعمال کا فائدہ ان کے ختم پر معلوم

ہوتا ہے یہ بھی رسول خدا کی وصیت جو اپنے تمام

ساتھیوں کو کی تھی۔

اسی وصیت کے ساتھ آپ نے اس وقت بھی

وصیت فرمائی تھی جب اپنے غاری کی جانب ہجرت فرمائی

تھی کیونکہ خدا نے اپنے پیغمبر کی طرف وحی کی کہ

اے محمد علی اعلیٰ تمہیں سلام کہتا ہے اور تمہیں اس بات

کی خبر دیتا ہے کہ ابوہبل اور قریش کے گروہ نے یہ

راے کی ہے کہ وہ تمہیں قتل کر دیں تمہیں خدا یہ

حکم دیتا ہے کہ تم اپنی جگہ علی کو سلا دو اور تمہیں خدا

یہ بھی خبر دیتا ہے کہ علی کی منزلت تم سے اس وقت

ویسی ہے جیسے ابراہیم سے اسحاق ذبیح کی منزلت

تھی کیونکہ علی اپنی جان کو تمہاری جان کا فدیہ کر چکے

اور اپنی روح کو تمہاری روح کے سپر بنائیں گے۔

اور یہ بھی خدا نے تمہیں حکم دیا ہے کہ ان کو

کو اپنے ساتھ لو کہونکہ اگر وہ تمہاری سواہت بن گئے

اور تمہاری امداد کریں گے اور تمہارے حمید پر

باقی رہیں گے و جنت میں تمہارے رفیق ہوں گے

اور جنت کے غزفون میں تمہارے خالص احباب  
میں سے ہوں گے۔

وفي غزواتها

من خالصائك

سہیل :- در حقیقت جناب باری نے جیسا کہ اس کی عادت کریمہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو بچاتا اور درجات رفیعہ حاصل کرنے کا موقع دیتا ہے یہ موقع اس نے حضرت ابوبکر کو بھی دیا اور جنت کے وعدے کو وحی میں نبیات علی الہد پر مطلق کر دیا اگر وہ ایسا کریں گے تب متحق درجات ہوں گے شیئہ اس عبارت کو اپنی مخالف سمجھنے میں نہ اپنے ثابت اعتقادات کے منافی سمجھتے ہیں بلکہ ابوبکر کے لیے اچھا موقع تھا کہ وہ اپنی ابتدا کو انتہا پر منطبق کر دیتے جیسا کہ بدترین بندگان خدا سفیج (بومرہ) (مشیطان) کے لیے خدا نے اس کا موقع دیا اور اسے طار اعلیٰ کی اعلیٰ جہات تک پہنچا دیا اگر وہ چاہتا تو وہ اپنی طاعتوں سے فائدہ اٹھاتا اور امر باری کے طاعت پر قائم رہتا لیکن انجام جو کچھ ہوا وہ دنیا کو معلوم ہے اور غالباً مدیر النجم کو بھی معلوم ہوگا۔

بھرنے معلوم مدیر النجم کو کیا سوچھی جو انھوں نے تفسیر امام کا حوالہ دیکر یہ روایت لکھ دی حسین انجام کی طرف اعتقاد کرنے کی ضرورت ثابت کی ہے اب اس بنا پر حسن انجام کو ثابت کرنا اور عہد و میثاق پر زندگی کا ختم کر دینا یہ مدیر النجم کے سر ہے اور اگر یہ روایت اسی لیے لکھی ہے کہ حضرت ابوبکر کو آنحضرتؐ نے حضرت باری کے حکم سے ساتھ لیا تھا اور وہ اس روایت تفسیر امام سے ثابت ہوتی ہے تو جو کچھ شیعوں کے قول کی نقل آپ نے کی ہے یہ قول جو تفسیر امام علیہ السلام میں ہے وہ ہرگز اس قول کے منافی نہیں ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ راہ میں حضرت ابوبکر مل گئے ہوں اور وحی آپ پر اتنی ہی ہو کہ ان کو بھی ساتھ لے لو۔ اور آہن کسی قسم کے منافات نظر نہیں آتے۔

مدیر النجم کی فاش غلطیاں

یہ بزرگ تفسیر امام کی عبارت کو ابھی طے سمجھنے نہیں مگر اپنی استدلال کرنے میں انہیں

بنے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں

فقال رسول الله صلى الله عليه وآله لا جرم ان اطلع الله على

قلیل و وجد ما فیہ موافقا لما جرى علی لسانک جعلک مصفی  
بمنزلة السمع والبصر والرأس من الجسد وبمنزلة الرأس  
من البدن تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ یقیناً اللہ تمہارے نقیب  
مطلع ہے اور اس نے تمہارے دل کو تمہاری زبان کے موافق پایا ہے اسی لئے اللہ نے  
تم کو میرے ساتھ وہ تعلق دیا ہے جو کان اور آنکھ اور سر کو جسم کے ساتھ ہوتا ہے اور جو تعلق  
کہ روح کو بدن کے ساتھ ہوتا ہے ”الحکم تفسیر آیات مدح مہاجرین ص ۶۲۔

سہیل :- حب الشئ یعنی و یصمد کسی چیز کی محبت اخلاص اور ہرگز رکتی ہے  
مدیر الحکم صاحب عشق حضرت ابو بکرؓ بن بھٹے کے رہے ہیں انھیں یہ نہیں سوچتا کہ میں ترجمہ  
کر رہا ہوں ذرا اسباق و سباق عبارت دیکھ لینا چاہیے جی نہیں یہ بالکل غیر ضروری بات ہے میں  
جناب سے پوچھتا ہوں کہ اگر جناب باری نے مطلع ہو کے خبر موافقت دل و زبان ابو بکرؓ دیدی  
تھی تو وہی من فان انسک و مساعدک و وازدک و ثبت علی تعاهدک  
و تعاهدک کان فی الجنة (اگر وہ یعنی ابو بکرؓ تمہاری موانست اور مدد کریں گے اور  
تمہارے عہد پر ثبات قدم رہیں گے تو تمہارے ساتھ جنت میں ہوں گے) لکھنے کی کیا ضرورت  
تھی البتہ شرط یہ کہ کوئی مسمیٰ نہیں کیونکہ مطلع ہو جانے کے بعد اب شرط کا مقام ہی نہیں اتنا حتمی  
حیثیت سے کہ دینا چاہیے کہ وہ تمہارے ساتھ جنت میں ہوں گے لیکن ایسا نہیں کہا بلکہ جنت کے  
داخل ہونے میں اور اس میں سعادت وغیرہ کی شرط لگائی۔

ایسی عبارت پر مطلع ہو کر جناب ذما خود و تامل سے کام لیتے تو پھر آن کو این بڑھتے اور  
ترجمہ یوں فرماتے جو قطعاً صحیح ہوتا۔

”میں نے بے قول ابو بکرؓ جو مدادی محبت سے ملوث تھا سنا کہ فرمایا کہ اگر خدا نے تمہارے قلب پر مطلع ہو کر  
زبان و دل کو تمہارے موافق پایا تو تمہیں مجھ سے دیا ہی متعلق کر دے گا جیسے سماعت و بصر  
بلکہ جیسا کہ جسد اور روح و بدن سے انسان کا تعلق ہو کہ ہے“ اور یہ صاف ترجمہ ہے جو مراد اس میں

اول سے آخر تک منطبق ہے اس میں جناب رسالت مآب نے ابو بکر کو اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ جو کچھ عہد کیا ہے اور میری محبت کا دعویٰ تمہارے منہ سے نکلا ہے ان عہدوں کو پورا کرنا اور نہ یہ دعاوی محبت خنول اور لغو ہیں۔ مدیر صاحب ابو وہ ساری غفلت کی دیوار آپ پر گڑی اچھا لاکھ اپنے جسم ثقیل کو جنبین دین گریہ بوجھ آپ کو متحرک نہ ہونے دے گا خدا کے لیے آپ دنیا کو فریب دینا چھوڑیے جب جناب کو ترجمہ کرنا نہیں آتا یا آتا ہے اور آپ مکر و خدایت و فریب کام لیتے ہیں تو آپ پر یہ تراجم اور ان پر ہجرات کرنا حرام ہے۔

يَخَادَعُونَ اللَّهَ وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ سَبَاقُ تَوْبُونَ سَنَاقِي تَرْجَمُهُ مَدِيرُ هَيْ  
اور سباق یوں کہ اس کے بعد کہ وَاِذَا نَتِ مَضِيَّتْ عَنِ طَرِيقَةِ يَحْبِهَا مَنْكَ سَبَكٌ وَلَمْ يَتَّبِعْهَا  
سَمَا سَيَخْطُ وَوَأَمَّا بَهَا إِذَا بَعَثَكَ بَيْنَ يَدَيْهِ كُنْتَ لَوَلَايَةِ اللَّهِ  
مُسْتَحَقًّا وَلَمْ رَاقْتَنَافِ تَلَكَ الْجَنَانِ مُسْتَوْجِبًا بِنِي اے ابو بکر اگر  
تم وہ راہ چلے جو خدا تم سے محبوب رکھتا ہے اور اس کے بعد تم نے وہ باتیں نہ کیں جو خدا کو غضبناک کرنے  
والی ہیں فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مَعِي مَنْ إِذَا هَا إِذَا نَفِي وَمَنْ اغْضَبَهَا غَضَبِي فَاطِمَةُ مِيرِي  
پارہ جلوے جس نے اس کو اذیت دی اُس نے مجھے اذیت دی جس نے اس کو غضبناک کیا اُس نے  
مجھے غضبناک کیا“ (ذرا اس کو بھی یاد کر لیجئے) اور روزِ حشر تم بوجہ اُسے کہ تم نے خدا کو غضبناک نہ کیا  
تو بیشک تم دلائلِ خدا کے سختی ہو گے اور جنت میں ہمارے رفیق بننے کے لائق ہو گے“ دیکھئے یہ جملے  
بھی شرطیات ہیں جو حتمی نتائج نہیں بیان کرتے۔ یہ سیاق بھی جاتا ہے کہ جناب کا ترجمہ سرتاپا غلط  
یا بکاری اور خدایت پر مشتمل ہے ”الحکم“ فاشد“ سہیل کا کش بجائے فائدہ نقصان تحریر  
فرمایا ہوتا۔

الحکم:۔ اس روایت سے جملہ یہ معلوم ہوا کہ خدا کی طرف سے حضرت صدیق کو سفوفِ جنت میں

ساتھ بجا نیکاکم ہوا تھا“

سہیل:۔ بندہ پروردگارِ غیرِ محل نہ ملا کہ کے ساتھ رہنے سے کچھ ہوتا ہے نہ پیغمبر کے ساتھ رہنے سے کچھ ہوتا

خدا کا حکم پہنچا کہ میں مسلمان کرنا چاہتا ہوں اور میرا خدا ہے جو کہ وہ فعل حکم ہوتا ہے۔  
 البخیر :- وہاں پر بھی سلام ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کے دل و  
 زبان کے موافق ہونے کی خبر دی۔

سید :- یہیں اسباب کا افسوس ہے کہ یہی خبر تو نہیں دی ورنہ یہیں کیا عذر ہو سکتا تھا  
 وہ تو آپ کے ترجمہ کے صحیح ہونے پر مبنی تھا وہ کشتی تو اپنے سوا دون سمیت ڈوب گئی، تو یہ کہیں  
 ہنسی پر افسوس کہتے ہو۔

البخیر :- اسی موقع پر ایک روایت تفسیر فی ملبورہ ایران میں کی قابل ذکر ہے۔

فمنہ حدثنی ابی عن بعض رجالہ رفعہ الی ابی عبد اللہ قال لما کان  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فی الفار قال لا بی بکر کان  
 انظر الی سفینۃ جعفر و احبابہ تقوم فی البحر و انظر الی الکافضار  
 محتبیین فی انفیتہم فقال ابو بکر اتر اھم یا رسول اللہ قال  
 نعم قال فاریتہم فسمی علی حینہ فراھم فقال لہ رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ صلی علیہم و آلہم و سلم انکم من  
 نجبہ برہ و الدنۃ علیہم من ہاں سے روایت کر کے فرمایا کہ امام جعفر صادق فرماتے تھے  
 کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فارین تھے تو آپ نے ابو بکر سے فرمایا کہ گویا میں دیکھ رہا  
 ہوں جعفر (طلہ) اور ان کے ساتھیوں کی کشتی کو کہ وہ دہلیا میں ٹھہری ہوئی ہے اور اُن  
 کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ مکانات میں بیٹھے ہوئے ہیں ابو بکر نے کہا آپ ان کو دیکھ رہے  
 ہیں یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا کہ ان ابو بکر نے کہا کہ مجھے بھی دکھا دیئے آپ نے  
 ان کی آنکھیں کھلیں تو انہوں نے بھی دیکھ لیا پس ان سے رسول خدا نے فرمایا

کہ تم میں سے جو شخص اپنے آپ کو دیکھ کر بتا دے کہ میں جو کچھ کہتا ہوں وہ سچ ہے  
 اس کی تفسیر فی ملبورہ خور سے دیکھ کر بتا دے کہ میں جو کچھ کہتا ہوں وہ سچ ہے

کہ رہے ہیں نہ؟ یا کوئی اور کہ رہا ہے مجھے نہایت نا سہ ہے کہ آپ کے اقرار سے نہ پیغمبرؐ کا ہے  
 نہ امامؑ حضرت قیس عقیقیؓ ہے جو علی بن ابیہاشم کی ہے تفسیر امام نہیں ہے تاکہ آپؐ فرمائیں کہ امام جن سے ہو سکتی  
 علیہ السلام فرماتے ہیں وہ اسجان اللہ کیا حواس ہیں اور کیا سچا کلام ہے امام کے قولی سے ابو بکرؓ  
 صدیقؓ ہونا اسوقت تک ثابت نہیں ہو سکتا جب تک امام پر افترا بافی سے کام نہ لیا جائے جیسے کفار  
 ہے اس ترجمہ میں غلطی اسقدر ضاف واضح ہے جسپر کوئی حجاب نظر نہیں آتا۔

اب آئیے دیکھیں کہ اس کے رجال سند کے متروک ہونے کے بعد آئین کیا ہے۔ یہیں  
 یہ ہے کہ پیغمبرؐ نے ابو بکرؓ کو خبر دی کہ میں جعفر کے حال کو تری میں اور انصار کے حالات کو خشکی میں دیکھ رہا ہوں  
 حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا کہ کیا آپؐ دیکھ رہے ہیں اسپر حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میں بھی دکھا دیجئے گو گیا  
 انکو نہیں نہیں آیا اور انھوں نے حضرت کے کلام کی تصدیق نہیں کی (تب آپؐ نے اُن کی آنکھوں پر  
 ہاتھ پھیر جس کی برکت سے اُن کی آنکھوں میں غائب کے دیکھنے کی مباحثیت پیدا ہوئی سچ چاہئے  
 اس ریب و شک کے بعد جو حضرت کے کلام میں اُن کو ہوا جیسا کہ اُن کے کلام "ہم بھی دیکھتے  
 یا ہمیں بھی دکھا دیجئے سے مستفاد ہوتا ہے" صدیقؓ کہنے کا کیا موقع ہے اس موقع پر یہ ہتھال  
 دیا ہی ہے جیسے بخیل کو حاتم کہیں یا پورے کو شیر اور شجاع کہیں ع  
 برعکس نند نام زنگی کا فور

۔ در حقیقت ہنوز استفہام کلام میں محذوف ہے گویا یہ مراد ہے کہ کیا تم صدیقؓ ہو یعنی ہرگز نہیں۔

اس سے زیادہ صاف اور واضح وہ روایت ہے جو کافی میں جناب امام محمدؒ باقر علیہ السلام سے روایت  
 سے منقول ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

عن الباقر علیہ السلام ان	کافی میں امام محمدؒ باقر علیہ السلام سے روایت
رسول الله اقبل يقول لابى بکر	کی گئی ہے آپؐ فرماتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے جب ابو بکرؓ
فی الغار اسکن فان الله معنا	کی بیٹلی اور پریشانی دیکھی تو آپؐ اُن کی طرف
وقد اخذتہ الرعدة وهو	منوجھ ہوا اور فرمایا کہ اے ابو بکرؓ دل کو شکن

لَا يَسْكُنُ فَلَمَّا رَأَى رَسُولَ اللَّهِ  
حَالَهُ قَالَ لَهُ تَرِيدَانِ أَرِيكَ  
أَصْحَابِي مِنْ الْأَنْصَارِ فِي بَعْضِهِمْ  
يَتَّخِذُونَ وَارِيكَ جَعْفَرُ  
وَأَصْحَابُهُ فِي الْبَحْرِ يَفُوصُونَ  
قَالَ نَعَمْ فَسَمِعَ رَسُولُ اللَّهِ  
بَيِّنَةً عَلَى وَجْهِهِ فَنَظَرُوا  
إِلَى أَنْصَارٍ يَتَّخِذُونَ  
وَالِى جَعْفَرٍ وَأَصْحَابِهِ  
فِي الْبَحْرِ يَفُوصُونَ  
فَأَضْمَرَ تِلْكَ السَّاعَةَ  
أَنَّهُ سَاحِرٌ

وہ کہہ سکتا تھا کہ یہ خدا کا رسول ہے اور کلام  
آپ نے اس وقت فرمایا جب ابو بکر کو لرزہ پڑھا ہوا تھا  
اور وہ غارِ میں کانپ رہتے تھے اور کسی طرح مطمئن نہ  
ہوتے تھے جب پیغمبر نے یہ حالت اُن کی دیکھی تو پتھر  
(اُن کا دل بہلانے کے لیے) اور خطرہ کی شدت کو کم کرنے  
کے لیے) فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں اپنی اصحاب  
کو انصارِ میں سے اپنی نشست گاہوں میں باہم تقسیم  
کرتا ہوں انہیں دکھلا دوں اور جعفر کو اور ان کے اصحاب  
سمندر میں بھاتا ہوں دکھلا دوں۔ ابو بکر نے کہا ہاں پس  
اپنا ہاتھ اُن کے کندھے پر پھیلایا بکر نے دیکھا کہ انصار اپنی  
مقاموں میں باہم تقسیم کر رہے ہیں اور جعفر اور اُن کے  
اصحاب دریا میں جا رہے ہیں، ابو بکر کے دل میں یہ بتا  
سائی کہ آپ سزاوارتر جادوگر ہیں۔

اس روایت میں علی بن ابراہیم کی روایت سے جو انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے  
اپنے رجال سے روایت کی ہے زیادہ قوت ہے اس میں اس بات کی وجہ بھی بیان کر دی ہے  
کہ حضرت نے کیوں ابو بکر کو خشکی اور تری کے عجائب دکھلانے چاہے اور ابو بکر کے دل کی کیفیت  
کا بھی بیان ہے چاہے مدیرِ الجحیم اس سے ابو بکر کی صدیقیت کا استفادہ کرے ہنسنے جو معنی  
حدیثِ اول کے بیان کیے اُن سنون کی بنیاد کوئی منافات حدیثِ اول و دوم میں نہیں لازم  
آتی بخلاف ان سنون کے جو غیر مرتبطا ہونے پر بھی مدیرِ الجحیم سمجھتا ہے اس میں باہمی دو  
روایتوں میں منافات لازم آتی ہے اور جمع بین الروایتین طرح روایت سے اولیٰ اور ہنسی  
مدیرِ الجحیم کفایت میں عرض ہو کہ اگر انتخاب کیوں اور کس لیے حضرت ابو بکر کے صدیقِ نبابت کو نیکی



کچھ بڑے ہیں کیونکہ وہ نامکین ہے کہ ہائیہ ثبوت کو پہنچے ہیں آپ سے یہ ہیں کہ آپ ایسا نہیں  
 نہ کچھ بلکہ آپ سے یہ کہتا ہوں کہ آپ دنیا کو اس اعتقاد کو کفر و مجبور نہ کیجئے کہ کہ حضرت  
 ابو بکر کا صدیق ہونا اگر مجمع ہو تو لازم آتا ہے کہ الصیاد بالتوقول یہ غیر غلط ثابت ہوا اور یہ محال  
 اور جو شکل پہلی ہو وہ بھی محال لگی اس لیے حضرت ابو بکر کا صدیق ہونا محال ہے اسی میں جناب کو کھانا  
 بھی پاتا ہوں اگر جناب سمجھنے کا ارادہ فرمائیں ورنہ بیکار رہے مکمل صطوان اصابعہ و ابل  
 بالان بزرگ قطرہ سے پتھر پر کیا افر ہوگا

صواعق محمد بن ابن جبر نے بیان کیا ہے اور تنہا ابن جبر نے نہیں بلکہ عثمان ابن مسعود بھی اس  
 بیان میں شریک ہیں کہ جناب رسالت آپ نے فرمایا ہے کہ انما الصدیقون ثلثة  
 حبیب الفجار و مومن ال فرعون و علی بن ابیطالب و فاطمہ یعنی صدیق بنی ہیں بنی  
 ال فرعون جناب موسیٰ کے عہد میں اور حبیب بنی رجب عیسیٰ کے عہد میں اور علی بن ابیطالب  
 آپ کے عہد میں۔ اور جب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ”انما“ حصر کے لیے ہے تو جو عہد صدیق  
 کی تجویز یہ چاہتی ہے کہ ”انما“ جو کلام صداقت نظام رسول میں ہے وہ غلط ہو اور وہ غلط ہونے  
 سکتا لہذا حضرت ابو بکر کا صدیق ہونا قطعاً غلط ہے اسی ”انما“ کو دیکھتے ہوئے ارباب فہم یہ سمجھ  
 سکتے ہیں کہ پیغمبر کی طرف اس بات کی نسبت کہ آن حضرت نے ابو بکر کو صدیق کا لقب دیا غلط ہے  
 کیونکہ یہ جاہل کلام ہے کہ وہ اپنے کلام کے صدق کو ملحوظ نہ رکھے چہ جائیکہ کہنے والا وہ ہو جو پیغمبر  
 باری کچھ کہتا ہی نہ ہو پھر وہ ان اختلاف اور کلام میں تناقض کہاں ہاں وہ شخص اپنے کو صدیق  
 کہہ سکتا ہے جس کو انوش حصر میں جگہ مل چکی ہو وہ اپنے نفس نفیس کو صدیق بھی کہہ سکتا ہے اور ہم بھی  
 کہہ سکتے ہیں۔

روای السیوطی بطرق متعددہ  
 فی مناقب امیر المؤمنین علی علیہ السلام  
 سید بن سید بن سید نے چند سلسلوں سے روایت کی ہے  
 جیسا کہ مترجم مشکوٰۃ نے سید بن سید کے نقل کیا ہے  
 پہلے مومن بن ابی بکر نے تصانیف کر کے مانع ہیں

اول من امن واول من يصلح يوم القيمة روز قیامت اور وہی صدیق اکبر اور اس سے  
وانه الصدیق کا کہیں غاروق ہوتا ہے کے قاضی ہیں۔

درحقیقت یہ اعتبار کا مقام ہے جو امنے کی بات نہیں ہے یہ صفت جناب امیرالمومنین علیؓ  
کی جیسے قرآن میں بیان کیا ہے، لہذا یہ بت شکنوں کا وصف ہے منہ پرستوں کے لیے آمین  
کوئی گنجائش نہیں ہے۔

قال امام محمد ابو حامد الغزالی امام ابو حامد غزالی کا قول جسے ابن عربیؒ نے  
علی ما حکى عنه خاتم اوليا ثمم فتوحات میں نقل کیا ہے یہ ہے کہ مدیقۃ اور نبوت  
ابن العربی فی الفتوحات لیس میں کچھ فاصلہ نہیں ہے مدیقۃ سے آگے نبوت  
باین الصدیقۃ والنبوة مقام ومن نبوت کے سوچا کہ نہیں پھر یہ مقام اور حضرت جبریلؑ  
تحتل کتاب الصدیقین وقع فی النبوة جبریلؑ میں قرآن سے زیادہ گزرا یہ عجیب بات ہے۔  
البحر: ”اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر کو لقب مدیق کا رسول خدا علی اللہ  
طہر و علم کی زبان مبارک سے اسی صغر ہجرت میں ملا۔“

سہیل: ”ہم بتا بھی آئے کہ ہر گز بھی رسالت آپؐ نے یہ لقب نہیں دیا نہ اس لقب کے دینے کا  
کوئی عمل تھا اب یہ چراغ عقل کے گل ہونے کی دلیل ہے کوئی وہ کلام کہے جس سے منہی تکذیب  
مستفاد ہو اور آپؐ اسے مدیق کا لقب مرحمت فرمائیں ذرا آپؐ ہی خیال فرمائیں کہ پیغمبر تو یہ کہہ سکتا  
لا تخونن ان اللہ معنا لال نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے اور وہ اس کلام سے کوئی اثر  
نہیں حسین تکذیب کی بو آتی ہو اور آپؐ خوش ہو کہ مدیق کا لقب مرحمت فرمائیں! آپؐ انصار کو  
باتیں کرتا ہوا دیکھیں اور یہ بزرگ بے دیکھے اس کا یقین نہ کریں کیا یہ وہ مواقع ہو سکتے ہیں جہاں  
نصیب کی قوت کو دیکھ کر آپؐ ان کو مدیق فرمائیں یہ فقط آپؐ سمجھتے ہیں ہم میں سے کوئی  
نہیں سمجھ سکتا۔ آیت کریمہ: ”والذی جاء بالصدق وصدق به“ اور انشاء اللہ المتقون  
کی تفسیر میں امام رازمیؒ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اس سے مراد حضرت ابو بکرؓ ہیں یہ ایک بات



## ”گوہر شاہوار“

قصیدہ در مدح سید الوصیین امام الحقین حیدر کرار علی بن ابیطالب

از سلم دیر

حصارِ بارخ سے نکلی شہیم غنچہ شادی  
چمن کی سیر سے آگے بڑھی پھولوں کی آزادی  
امیدین ہیں بہت کچھ خاتمہ رنگین قدرت سے  
ابھی تک ہے کتاب چہرہ خاک چمن بادی  
نسیمِ بارخ تو جھکی ہو زمین بس کے آئی ہے  
ہمین بھی اک نظر دکھلا دوں پھولوں کی آبادی  
ہر اک ذرہ کو تلے سندن خضر کے تلے ہیں  
زمین زعفران و شہ ہوا چلی ہر خضر کا دادی  
گھٹانے جال ڈالا ہے زمین پر آبِ حیات  
کہو بلبل سے پانی ہو گیا ہے دامنِ مبادی  
سبن آموز نیکے قطرے بارشِ رحمت  
چمن کے رہنے والے ہو گئے تسبیح کھادی  
کوئی دوش چڑا رہے کوئی آستانِ جن ہے  
شہیم و گل نے پائے ہیں غنچے آبی و بادی  
یہ کیا اندازِ الفت ہو نہیں رہی رو کویتی ہے  
ادھر ہیں خندہ دن کلیمان ہر بلبل ہر فراہی  
گھٹا کو دکھ کر دل بڑھ گیا جوشِ ستر سے  
کہ ناشادی کے ظلمت میں ہی پیدا ہوا جلوہ شادی  
ہمار بارخ نے جوشِ جنوں کی تھوڑی بھی  
رُگِ ابرمدانِ کس لیے قصداً ہی کھلوادی  
حجابِ ابرہین کوئی نہ کوئی مسکرایا ہے  
تجلی نے طبیعت دیکھنے والوں کی بھلا دی  
اُجالا تو ہے تاریکی میں گہن مختلف شمعین  
عطائی ابر کو بجلی سیرِ دل کو قتنا دی  
گلوں کی ناک بباراں سے رنگت پھولوں کی ہی  
سکھایا ہے کسی قادر نے یہ اندازِ تضادی  
شگوفے دیکھ کر مسدودہ غنچے قدرت نے بلبل کو  
نقابِ رخِ اکٹ کر صورتِ مجید کھلا دی  
گلِ صدفِ گلِ گلستہ کی صورت میں نہایا  
ہشام ہے درمیان سے فرق مجموعیِ لغزادی  
یہ کیا گلشنِ بی بیلی ایک ہے اور دوسرے لاکھ  
صدائیں چمن کی چار دیواری دہرا دی

بہار باغ کا موسم پریشانی کا دشمن ہے  
 تنہا کی طرح ڈر کر بھیبا دور گردوں سے  
 مرادون تک کبھی آتی ہیں راہیں مراوی  
 دل تیل بن پھر جان اُٹھی نقش زین برب  
 عجب کیا سخیاں کھوئیں زمانیکے جو قد سے  
 شیم خچہ قید وں سے آزاد بھرتی ہے  
 رہا ہونے ہی میں تو قیدی شیم گل چھٹی نو کیا  
 وہ سائل بن گئے جو مانگنے سے شرم کرتے  
 عہد سانہن کی بھو بیان بھلی ہیں کشن بین  
 زنگہا ایک ہی پانی سے لیکن دھاری نقد  
 زرد کو کے خاک ہر کی قیمت بڑھائی ہے  
 شگوند باسن کا چشم دگس میں کھٹکتا تھا  
 زبردن اپر بھادی سوز کب سے  
 چمن کو دیکھ کر بلبل نے اپنا رنگ بدلا  
 دھوم گل سے جالٹی نہیں کانٹوں کو گلشن بین  
 وہ خچہ جہاں دل وہ دل نے کجہر بتلایا  
 یہ کجہر بھی شگوند گلشن قدرت کا ہے چور  
 محراب خاندان اک خطا ہم اذل میں تھا  
 شیم گل مکتی ہے گردان شوق نکست بین  
 وہر ہو یا نہ ہو کجہر ہر اک جانب سے قلاو  
 خدا کے گھر میں اک مولود پیدا ہو تو اچھا

حوادث سے جو گرد اٹلی مکتی وہ بات نے بھلا  
 کھٹی کھدے حلسے اب کھالے خلعت  
 مہا نے زلف سہل کی پریشان کر کے بھلا  
 نئے سو سے چمن سے وہتان دل ڈرادی  
 کھت داؤد سے بچا تھا زور فرق فلا دی  
 ہواؤں نے رہائی پر سہا زلف کی دھلا  
 نسیم صبح کو دیکھو ذرا سی بات پھیلا دی  
 کہ غنچوں کی ہندھی ٹھی بختش نے کھلا دی  
 تے موتی تو سہل نے بھی اپنی زلف پھیلا دی  
 قبا میں تین کین تین کین پوشاک کھلا دی  
 زمین کھار باران نے قبائے خیر پہنا دی  
 مہا نے گل کھلا کر جہاننی کاشت اٹھادی  
 جگہ دی داغ کو لاکھ سینہ میں تو بھادی  
 وہی نئے ہوئے ہیں لب جو آواز بھلا دی  
 محب کی ہے جو آبادی وہی شبنم کی بھادی  
 وہ کجہر نے تھی داوی اپن کی دکھلا دی  
 ہنسی کیون اُٹھی کیون سکر اگر کو پھیلا دی  
 گرد وادے شبنم کے تفسیر کی بھادی  
 بلائی جا چکی ہے خانہ با شہم کی خنرادی  
 گھرا پنا تھا جید پر یا اہرے دھلا دی  
 کہیں ایسا نہ ہوئے شبنم کی بھلا دی

تھی وابستہ اسی بچے کی طفلہ جوائی  
 حجاب خاطرہ بنت اسد سطر باری تھا  
 خدا کے ٹھہری آبادی بنی کے ٹھہری آبادی  
 خلیل اللہ کے ہاتھوں تک دیوار کھجوا دی  
 خدا نے شمع وحدت کو نئے فانوس میں چا دی  
 کئی شاگرد اترے دیکھ کر سچے استاد  
 کل آجائے گا آگے رجعت خورشید کا دیا  
 بنائے کفر کے جتنے عزم تھے سنگ بنیادی  
 ہے کم جس کی شمشاد آج عرض فطال آج  
 تجلی نے علی کی کعبہ کی تقدیر بچکا دی  
 انھیں کے ہاتھ سے عالم میں شمع و جلوادی  
 ہمہ نے چڑھا کر دوش پر تفسیر سمجھا دی  
 کہاں آراستہ ہوتی علی کی بزم دامادی  
 گمراہ شب تو ہے وہ بھی شریک محفل شادی  
 ثنا اس کی عبادت ذکر اسکا زینۃ الدی  
 ہین راہین راہیں و چپ اور بچین آج خلق کا ہی  
 عمارت باب کی بیٹے کو اس صوبہ کی بھائی  
 فلک پر ہے دماغ مدح و ادج بزم سیلائی

تھی وابستہ اسی بچے کی طفلہ جوائی  
 حجاب خاطرہ بنت اسد سطر باری تھا  
 خدا کے ٹھہری آبادی بنی کے ٹھہری آبادی  
 خلیل اللہ کے ہاتھوں تک دیوار کھجوا دی  
 خدا نے شمع وحدت کو نئے فانوس میں چا دی  
 کئی شاگرد اترے دیکھ کر سچے استاد  
 کل آجائے گا آگے رجعت خورشید کا دیا  
 بنائے کفر کے جتنے عزم تھے سنگ بنیادی  
 ہے کم جس کی شمشاد آج عرض فطال آج  
 تجلی نے علی کی کعبہ کی تقدیر بچکا دی  
 انھیں کے ہاتھ سے عالم میں شمع و جلوادی  
 ہمہ نے چڑھا کر دوش پر تفسیر سمجھا دی  
 کہاں آراستہ ہوتی علی کی بزم دامادی  
 گمراہ شب تو ہے وہ بھی شریک محفل شادی  
 ثنا اس کی عبادت ذکر اسکا زینۃ الدی  
 ہین راہین راہیں و چپ اور بچین آج خلق کا ہی  
 عمارت باب کی بیٹے کو اس صوبہ کی بھائی  
 فلک پر ہے دماغ مدح و ادج بزم سیلائی

منظف جنتی جنتی معلومات کا ایک عمدہ ذخیرہ ہے اس سال جو باتیں اور زیادہ کی گئیں انھیں نے تو  
 جنتی کی شان و شوکت میں ادبھی چار چاند لگا دیے ہیں لہذا سنہ ۱۹۸۱ء کی جنتی اگر آپ کی نظر سے  
 گزر کر فراموشی کے غلت سے رہے ہو گئی تو سمجھ لیجئے کہ ہماری محنت کی وادگی کی جنتی میں سنہ عباسیہ رمضان کو  
 شروع ہوتا ہے کہ کوئٹہ کے نام نہی و ہم گویا پرکھا گیا کہ جنتی کو دیکھئے اور ضرور دیکھئے اور فوراً خرید لیں کی  
 سنہری فرست میں اپنا نام ثبت فرمائیے۔ نوٹ ذیل کے پتہ پر بھیجیے (۱۸) کالکٹ روانہ کر کے طلب فرمائیے

(سید مظہر حسین گوڑہ رحمت چوک کھٹو)

# سہل بن یحییٰ کے کتاب یوحنا

## سہل بن یحییٰ کا ترجمہ

محمودہ کے بعد یوحنا بن اسرائیل کہتا ہے کہ میں ایک موصوفی تھا جس نے عقلی فنون کو علم  
 کر لیا تھا اور علوم تعلیم سے بھی نابلد نہ تھا جس سے مجھے کئی کئی سال تک علم حاصل ہوا اور بالکل  
 علم حاصل ہوا تھا اور انی یحییٰ بن یحییٰ اور نہ کہ ہوسے و سلسلے کے بلکہ کہنے کے ہیں تحقیق کی  
 نہیں محفل کے پناہ دین پر سے گزرتا تھا اور فکر و فن و کاریک سے محفل کے علم سے محفل  
 نہیں انہیں محفل کے علم میں خط کے ہر فرق کی جانچ کر لکھتا تھا اور ان کے رہا سہو میں سے کہ  
 مستقیم کہتے کہ انہیں پتا تھا اور ایک ہفتہ دین کے ایک ہفتے بعد ہر فرقہ بیدار  
 اور نہ تھا اور کمال اس طرح کے ہو گئے تھے کہ وہ کسی چیز کے بغیر نہ رہتے تھے ان کے  
 کا وزن نہ تھا نہ دینا تھا نہ ان کی آنکھوں سے کہہ سکتا تھا انہوں کی عقلی علم سے تھے  
 انہیں مستند سے مستند اور گمراہی کے بیداروں میں اس طرح جا رہے تھے کہ ہر سو سے  
 فکر کے کمال سے مستند رہا رہے تھا میں سے علم اور سہل بن یحییٰ اور کئی دوسری اور کئی  
 اور کئی دوسری تھے ان میں سے مستند تھے اور انہیں آفتاب پرست اور سہل بن یحییٰ پرست  
 میں سے گمراہ پرست اور حق پرست میں تھے اور انہیں فرقہ پیدا ہو گئے جیسا کہ میں نے  
 میں نے دیکھا کہ ان میں سے کئی پرست تھے انہیں نے عقل کو نش سے طعن کیا اور  
 کہا کہ انہیں سے علم کر لیا اور انہیں سے علم کر لیا اور انہیں سے علم کر لیا اور انہیں سے علم کر لیا  
 اور انہیں سے علم کر لیا اور انہیں سے علم کر لیا اور انہیں سے علم کر لیا اور انہیں سے علم کر لیا  
 اور انہیں سے علم کر لیا اور انہیں سے علم کر لیا اور انہیں سے علم کر لیا اور انہیں سے علم کر لیا  
 اور انہیں سے علم کر لیا اور انہیں سے علم کر لیا اور انہیں سے علم کر لیا اور انہیں سے علم کر لیا





کرنے سے انکار کیا ہے اسوقت ابیس نے ملکہ سے یہ گفتگو کی۔

”یہ بین تسلیم کرتا ہوں کہ جناب باری میرا بھی خدا ہے اور تمامی مخلوقات کا خدا ہے وہ ہر چیز کو جانتا اور ہر شے پر قادر ہے۔ اس کی قدرت و مشیت سے سوال نہیں کیا جاتا اور جب وہ کسی چیز کو چاہتا تو حکم کن سے وہ شے موجود ہو جاتی ہے مگر اسے حکم ملنے کی وجہ سے اس پر چند سوال متوجہ ہوتے ہیں۔ ملکہ نے پوچھا کہ وہ سوالات کیا ہیں اور کتنے ہیں، ابیس نے جواب دیا کہ وہ سات ہیں۔

اول یہ کہ وہ میرے پیدا کرنے سے پیشتر جانتا تھا کہ مجھ سے کیا سرزد ہوگا، تو پھر مجھے کون پیدا کیا، اور میرے پیدا کرنے میں کیا حکمت تھی۔

دوم یہ کہ جب مجھے اپنے ارادے اور مشیت کے موافق پیدا کیا تو مجھے اپنی اطاعت کرنے کی تکلیف کیوں دی اور اس نے حکمت تکلیف ہی میں قرار دی حالانکہ نہ اطاعت سے اس کا نفع ہے نہ مصیبت سے اس کا ضرر ہے۔

تیسرے یہ کہ جب اس نے مجھے پیدا کیا اور مجھے اپنی معرفت اور اطاعت کی تکلیف دی اور میں نے اس کے حکم کے موافق اسے پہچانا اور اس کی اطاعت کی تو مجھے آدم کی اطاعت کا حکم کیوں دیا اور کیوں ان کے لیے سجدہ کرنے کا حکم کیا اور اس تکلیف میں کیا حکمت تھی حالانکہ یہ بات نہ میری اطاعت کو زیادہ کرتی تھی نہ میری معرفت کو۔

چوتھے یہ کہ جب اس نے مجھے پیدا کیا اور مجھے ایسی تکلیف دی اور جب میں نے سجدہ نہ کیا تو اس نے مجھ پر لعنت کر کے جنت سے نکال دیا اس میں کوئی حکمت تھی اور میں نے کسی قبیح اور بری بات کا ارتکاب نہیں کیا تھا ہاں اتنی بات ضرور کہیں تھی کہ میں سو اسے تیرے اور کسی کو سجدہ نہ کروں گا۔

پانچویں یہ کہ جب اس نے مجھے پیدا کیا تو اپنی اطاعت اور آدم کی اطاعت کی تکلیف ہی اور میں نے سجدہ آدم میں اطاعت نہ کی تو مجھ پر اس نے لعنت کی۔ اور مجھے بھلا دیا تو پھر مجھے آدم تک جلنے کا راستہ کیوں دیا یہاں تک کہ میں جنت میں گیا اور آدم کو دوسرے دلا کر اسے قریب دیا آخر کار انھوں نے اس درخت سے کھا لیا جس سے وہ روکے گئے تھے اور پھر کہیں مجھے ان کے

ساتھ نکال دیا اور اس باب میں کہا حکمت تھی اگر مجھے وہ جنت میں بنانے دیتا تو میں آدم کو نکال نہ سکتا اور وہ جنت میں رہ جاتے۔

چھٹے جب اس نے مجھے پید کیا اور تکلیف عام و خاص دی اور لعنت کے بعد مجھے جنت میں جانے کا راستہ دیا اور مجھ میں اور آدم میں دشمنی تھی تو اس نے مجھے اولاد آدم پر کیوں مسلط کیا یہاں تک کہ میں انھیں اس طرح دیکھتا ہوں کہ وہ مجھے نہیں دیکھ سکتے اور میرا دوسرا ان میں اثر کرتا اور ان کی طاقت و قوت مجھ میں اثر نہیں کرتی اور اس میں کہا حکمت ہے اگر وہ انھیں کو خطر اسلام پر پیدا کرتا اور اسے نہ پیدا کرتا جو ان کو قریب دیکر اس راستہ سے ہٹا دے تو ان کی زندگی طہارت و سلامتی میں اور اطاعت میں بسر مرقی تو بڑی اچھی بات ہوتی۔

ساتویں اچھا میں نے تسلیم کیا کہ اس نے ان تمام باتوں کے لیے مجھے پید کیا اور مجھے تکلیف خاص و عام دی و میری اطاعت نہ کرنے پر مجھ پر اس نے لعنت کی اور مجھے دور کر دیا پھر میں نے جب جنت میں جانا چاہا تو اس نے مجھے جانے دیا اور جب میں نے وہاں آدم کو فریاد کیا تو اس نے مجھے نکال دیا پھر اس نے مجھے اولاد آدم پر مسلط کیا تو اسے میری مہلت طلب کرنے پر اس نے یوں مہلت دی اور کیوں مجھے ہر روز وقت موزوں نہ رہنے دیا اگر وہ مجھے اس وقت ہلاک کر دیتا تو دنیا رحمت میں ہو جاتی اور عالم میں کوئی بُرا آدمی نہ رہتی اور دنیا میں فقط خیر کا ہونا اور خیر کا شر کا ہونا کمین بہتر ہے یہ میری دلیل ہے ان باتوں کی جن کا میں نے دعویٰ کیا ہے۔

شرح غیبی کا بیان ہے کہ شیطان نے جب یہ باتیں ملکہ سے کہیں تو ملکہ پر وحی ہوئی کہ تم یہ کہو کہ تو نے جبر پہلا تسلیم کیا کہ تو میرا بھی خدا ہے اور تمام خلق کا خدا ہے تو تو نے کب تسلیم کیا اگر مجھے یہ تسلیم ہو جاتا تو مجھے یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ میرے افعال سے سوال نہیں کیا جاتا جبکہ مسؤل ہوتے ہیں۔

یوحنا کہتا ہے کہ جو کچھ میں نے نوید و انجیل سے نقل کیا ہے وہ بے غرض موجود ہے۔

وہ گئی وہ مخالفت جو عمر نے رسول اللہ سے کی وہ یوں ہے کہ جب پیغمبر مرض الموت میں بیمار ہوا





انھوں نے سیدہ کو ایذا دی باوصفیکہ ان لوگوں نے خود ہی روایت کی ہے کہ پیغمبر نے فرمایا کہ جس نے فاطمہ کو اذیت دی اُس نے رسول کو اذیت دی اور درحقیقت صحابہ کو یہ بات ہرگز زیانہ تھی کہ پیغمبر اُن چیزوں میں سے بخود خدا نے انھیں دیا تھا کوئی چیز اپنی بیٹی کو دے اور پھر ابو بکر و عمر اُس سے پھینک لیں حالانکہ اُن کو سیدہ کے حال کی اطلاع تھی کہ وہ چلی بن اپنے ہاتھ سے جو بیٹی بن اور جو بچہ بچہ کے باب میں انھوں نے کیا تھا وہ حق اور حسین کے لیے کیا تھا لیکن ان لوگوں نے سیدہ کو محروم کیا اور ابو بن و در سیدہ اور غلغلیں کر کے پھوڑ دیا حالانکہ عثمان بن عفان نے مروان طرید رسول کو دستخط مشال سونے کے بیت المال مسلمین میں سے دیدی اور کسی نے اعتراض نہ کیا نہ عثمان پر نہ ابو بکر پر اگر عمر نے وہ کاغذ نہ چاک کر ڈالا ہوتا یا کم سے کم سیدہ کی مدد کی ہوتی تو انجام اچھا ہوتا اور برائی اس حد تک نہ پہنچتی جس حد تک اب پہنچی ہوئی ہے۔

یو خاکستا ہے کہ انھیں اختلافات و مخالفت میں سے جو عمر کی وجہ سے پیدا ہوئی شوری بھی تھا کیونکہ عمر نے شوری چوڑا آدمیوں میں قرار دیا اور طحیہ کیا اگر اختلاف ہو تو وہ لوگ جن میں عبد الرحمن بن عوف ہو گا وہی حق پر ہوں گے اور یہ معلوم تھا کہ عبد الرحمن عثمان کی جنبہ داری کبھی ترک نہ کرے گا یہاں تک کہ علی نے عباس سے کہا کہ ہم سے خلافت الگ کر لی گئی گا شورش اپنے خیال کے مطابق کہ رسول نے کوئی خلیفہ مقرر نہیں کیا تو میں کیوں کروں معاملہ خلافت کو چھوڑ دیتا یا جس طرح ابو بکر نے معین کر دیا تھا اسی طرح معین کر دیتا لیکن عمر نے دو دون طریقوں سے نفرت کی یہاں تک کہ عثمان تک خلافت پہنچ گئی اس نے خلیفہ ہو کر یہ کام کیا کہ جس کو پیغمبر نے جگہ دی تھی اُسے آوارہ وطن کر دیا (ابو ذر) اور جس کو پیغمبر نے نکال دیا تھا اُسے بلا کر نہا دی (مروان) اور وہ باتیں اُس نے کیں جس کے خمیازہ میں قتل کر دیا گیا اور روز قیامت تک کے لیے جگہ جدال کا دروازہ کھل گیا اور پھر خلافت مسویہ تک پہنچ گئی جس نے عائشہ و طلحہ و زبیر کو بھڑکا کر جنگ جمل قائم کرادی اور شاہد ہزار آدمی جمل میں مارے گئے پھر مسویہ نے علی سے اٹھارہ مہینے جنگ کی اور ان جنگوں میں ڈیڑھ لاکھ آدمی قتل ہو گئے اس کے بعد خلافت یزید ملعون تک پہنچی

جس نے حسین کو بڑے ظلم و جفا سے قتل کر دیا اور عبداللہ بن زبیر کو مکہ میں محصور کیا اس نے کعبہ میں پناہ لی تو منہجین نصب کر کے کعبہ کرا دیا گیا اور واقعہ حرمہ میں مدینہ لاٹ لیا گیا اور لشکر کے لیے تین دن تک قتل و مباح رہا حالانکہ بخاری اور مسلم دونوں نے اپنی صحیح میں پندرہ سو روایت کی ہے کہ مدینہ حارمہ عین حرم ہے جو اس میں کوئی واقعہ کوہ خدا سپر نعمت کوہ جب حرم مدینہ کا چمک کر نوا ملوں ہے تو قاتل اولاد نبی کے متعلق کیا خیال کرنا چاہیے اور پھر فقط قتل ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ ان کے سروں کو نیز و نیز چڑھا کر شہر بشہر پھرایا اور نوبت بمانک پہنچی کہ علی کے سبب شتم ہزار مہینہ تک ممبر دہری لگئی اور علی زادے قتل بھی کئے گئے جلا وطن بھی کئے گئے نوبت یہ پہنچی کہ ولید بن عبد الملک خلیفہ ہوا اسنے قرآن سے ایک دن تقاضا کیا قرآن میں یہ (یہ غضب نکلا، دوستگو!) تو اس نے غضبناک ہو کر قرآن پر پھر برسائے اور قرآن سے مخاطب ہو کر کہا کہ جب تو حشر میں اپنے خدا کے پاس آئے تو کہ دینا کہ ولید جبار عنید ہے اور اس نے مجھے بھلا دیا جب کوئی عاقل ان تمام واقعات پر نظر کرتا ہے تو اسے اس بات کا علم ہو جاتا ہے کہ یہ جو کچھ ہوا یہ عمر کے سبب ہوا، نہ وہ پیغمبر کو مابیت نامہ لکھنے سے روکتے نہ یہ جھگڑا اور فتنہ و فساد ہوتا لیکن عمر نے لوگوں کو امامت کے بارے میں اختیار دے کر یہ سب کچھ کر دیا یہ کسی کو خیال نہ ہو کہ مجھے عمر سے کوئی عداوت ہے اسیلئے میں ایسا کہ رہا ہوں بلکہ میں تو وہ ہی کہتا ہوں جو کچھ معنیات تاریخ پر لکھا ہوا ہے تو میرے امکان سے اس کا بدل دینا باہر ہے کیونکہ یہ سب گزرے ہوئے واقعات ہیں۔

یہ عینا کا بیان ہے کہ جب میں نے بڑے بڑے صحابیوں کا یہ اختلاف دیکھا جن کا نام پیغمبر کے نام کے ساتھ لیا جاتا ہے تو مجھے امر عظیم کا سامنا ہوا اور محاسب میرے اوپر رشتہ ہو چلا اور قریب تھا کہ میرے دین میں فتنہ درخشیں ہو، میں نے بغداد کا ارادہ کیا اور اس زمانہ میں بغداد کو قیام رکھتے تھے صرف اسیلئے کہ وہاں کے علماء سے بحث و مباحثہ کر کے مطلب صاف کر لوں جب بغداد پہنچا خدمت علماء اسلام میں حاضر ہوا اور چاروں مذہبوں کے علماء سے ملاقات ہوئی تو میں نے اس کے

کہ میں ایک مرد مذہبی ہوں اور خدا نے مجھ پر حقیقت مذہب اسلام واضح کر دی ہے میں اسلام لاؤں اور تم لوگوں کی طرف اسیلے آیا ہوں کہ تم سے علوم دین و شرائع اسلام و حدیث کو نقل کروں اور میری بصیرت میں اضافہ ہو تب جو ان میں سے بڑا تھا اور حنفی مذہب لکھتا تھا اس نے کہا کہ اسے یوحنا اسلام میں چار مذہب ہیں ایک کو اختیار کر لے پھر جو چاہے پڑھنا شروع کرے یوحنا نے کہا کہ میں نے آپ کی باہمی مخالفت دیکھی ہے اور یہ مجھے معلوم ہے کہ حق ایک ہی ہے لہذا مجھے وہ مذہب بتاؤ جس پر تمہارا بنی تھا حنفی نے کہا کہ میں یقینی طور سے نہیں جانتا ہوں کہ میرے بنی کا مذہب کیا تھا بلکہ میں یہ بات معلوم ہے کہ ہمارے بنی کا طریقہ ان چاروں مذہبوں سے الگ تھا اور ہم چاروں مذہب داسے یہ کہتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں لیکن ممکن ہے کہ وہ باطل پر ہوں اور اگلا حنفی حق ہو اگلا اصل مذہب ابو حنیفہ سنت کے مطابق اور عقل کے موافق ہے اور سب میں بلند مذہب بھی سمجھا جاتا ہے کیونکہ بہت سے لوگوں کا یہی مذہب ہے بلکہ امت کے بادشاہوں کا بھی یہی مذہب ہے تم اگر اختیار کرو تو نجات کے لیے کافی ہے۔

یہ سنکر عالم شافعی نے حنفی کو ڈاڈا دیا وہاں کہتا ہے کہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ جیسے شافعی اور حنفی عالم کے بنامین پہلے سے کچھ بھگڑے تھے۔ انرض شافعی نے حنفی سے کہا کہ جب وہ خدا پہنچے گو بانی مذہب قسم بخدا وہ جوٹ بولا اور تو نے بات بنائی بھلا تجھ کو مذہب کے بنامین کہا نہیں ہو سکتی ہے اور مجھ پر کو غضابین تو کہو مگر ترجیح دے سکتا ہے میری مان تیرے سوگ نشین ہو تو ابو حنیفہ کے اقوال کو قبول نہیں اور نہ تو اس کے قیاسات سے باخبر ہے وہ تو صاحب اسے کہا جاتا ہے اور نص کے مقابل میں اجتہاد کرتا ہے اور دین خدا میں استحسان پر عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کی سست رائے نے اسے اس قول میں مبتلا کر دیا کہ وہ اس بات کا قائل ہو گیا کہ اگر کوئی ہند کا رہنے والا کسی ایسی عورت سے جو روم میں ہو عقد کرے پھر کئی سالوں کے بعد وہ اس عورت پر اس روم میں آئے اور اسے حاملہ پائے اور اس کے سامنے اس عورت کے بال بچے پھر رہے ہوں اور یہ مرد جاکے بونچھے کریم بچے کیسے ہیں اور کس کے ہیں اور وہ عورت کے کہ یہ سب تمہارے بچے ہیں اور وہ مرد واقعی حنفی پاس

مراغہ کرے تو وہ قاضی اس بات کو کہدے گا کہ یہ سب تیری صلیبی اولاد ہیں اور یہ ظاہر وہ ہیں  
تجھے سے ملتی ہیں وہ ان کا وارث ہو گا اور وہ بچے اس کی وارث ہوں گے یہ مرد کے گا کہ بھلا کیونکر  
ہو سکتا ہے میں تو اس عورت کے قریب بھی نہیں آیا قاضی جواب دے گا کہ اعمال ہے کہ تجھے جنت  
ہوئی ہو اور تیری منی سے تر ہو کر کوئی کپڑے کا ٹکڑا اس عورت کی شرمگاہ میں پڑ گیا ہو کیوں اس  
حنفی پر مسئلہ قرآن و سنت کے مطابق ہے ہ حنفی نے کہا کہ وہ بچہ اسیلے اس مرد سے ملتی ہیں کہ یہ اس  
عورت کے لیے فراموش ہے اور فراموش کا مصادق آنا عند صبح پر موقوف ہے ہم تیری پر موقوف ہیں  
لیکن شافعی حنفی پر اپنی دلیل سے غالب آگیا پھر شافعی نے کہا کہ ابو حنیفہ اس کا قائل ہے کہ اگر کوئی  
عورت بیاہ کر کے اپنے شوہر کے ساتھ گھر جا رہی ہو اور راہ میں ایک اجنبی شخص اس پر عاشق ہو جا  
اور حنفی قاضی کے پاس یہ دعویٰ کر دے کہ میں نے اس مرد سے پہلے اس سے عقد کیا تھا اور رشوت  
دے کر دو گواہ فاسق شہادت میں پیش کر دے اور وہ اسی مطلب پر بھوٹی گواہی دیدیں تو قاضی  
اسی کی زوجہ بنا دے گا اور وہ اپنے شوہر پر ظاہر ادا ملنا ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی اور ان  
گواہوں کے لیے حلال ہو سکتی ہے اور شوہر دوم کی زوجہ تو قطعاً ہے اہل اسلام تم دیکھو کہ یہ تہ  
اس کا ہو سکتا ہے جو اسلامی قوانین سے واقف ہو تب حنفی نے کہا کہ تجھے کوئی اعتراض کر نہکا  
حق نہیں ہے کیونکہ قاضی کا حکم ظاہر وہاں میں نافذ ہے اور یہ حکم جو دیا گیا ہے وہ نفاذ حکم تھنی  
کی فرس ہے آخر کو شافعی غالب آیا اور اس نے نفاذ حکم قاضی کو منس کیا کیونکہ قرآن میں یہ ہے  
کہ جو کچھ خدا نے نازل کیا ہے اس کے ساتھ حکم کرو اور اس حکم کو جو حقاری نے دیا ہے خدا نے  
نازل نہیں فرمایا۔

پھر شافعی نے کہا کہ ابو حنیفہ اس بات کا قائل ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر غائب ہو گیا ہو  
اور وہ مضبوط بخیر ہو اور کسی مرد نے اس سے آکر یہ کہہ دیا ہو کہ تیرے شوہر نے انتقال کیا تو کیا  
معدہ کہ عورت نے عہدہ رکھا عہدہ کے بعد ایک دوسرے مرد نے اس سے عقد کیا اس سے چند  
بچے تھیں عورت کے یہاں پیدا ہوئے۔ اس کے بعد یہ مرد بھی غائب ہو گیا اور وہ پہلا مرد حکم



ہو کہ زندہ ہے اور وہ اس عورت کے پاس آ گیا اب جتنی اولادین دوسرے مرد سے پیدا ہوئی  
ہیں سب زوج اول کی قرار پائیں گی مردان کا وارث ہوگا اور بچے اسکے وارث ہوں گے اب  
صاحبان عقول و دیکھیں کہ کوئی نا فہم یہ مذہب اختیار کرے گا جتنی نے یہ قول اس لیے اختیار کیا کہ  
کہہ سب نے فرمایا کہ اولاد شوہر کی ہوگی اور زانی کے لیے پھر ہے اس کا جواب غلطی نے یہ دیا کہ یہ  
ہے جب بہتری ہو آخر کو خافعی مستدلال میں جتنی پر غالب آیا۔

پھر شافعی نے کہا کہ تمہارا امام اس بات کا قائل ہے کہ جو کوئی شخص کسی زن مسلمہ کو دیکھے تو اپنی  
پاس جا کر دعوٰی کرے کہ اسکے شوہر نے اسے طلاق دے دی ہے اور عورت کو شاہد اس مطلب  
بیش کرے تو خافعی طلاق کا حکم دیکھا اور زوجہ اپنے شوہر پر حرام ہو جائے گی اور مدعی اور گواہوں  
کے لیے اس عورت کا نکاح جائز ہوگا اور حکم خافعی ظاہر و باطن میں نافذ ہو جائیگا پھر شافعی نے کہا  
کہ تمہارا امام ابو حنیفہ کہتا ہے کہ جب چار شاہد زانی کی شہادت دین پس اگر زانی ان شہود کی تصدیق  
کرے تو اس پر سے حدزنا ساقط ہو جائے گی اور اگر ان کی تکذیب کرے تو حدزنا پھر لازم ہو جائیگی  
یہ صاحبان بصارت کے لیے مقام عبرت ہے پھر شافعی نے بیان کیا کہ ابو حنیفہ اس بات کا بھی  
قائل ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بچہ سے اعلام کرے اور داخل کرے تو اس پر کوئی حد نہ ہوگی بلکہ تعزیر  
دی جائے گی۔ حالانکہ رسالہ کتاب نے فرمایا ہے کہ جو شخص عمل قوم لوط کرے تو فاعل و مفعول دونوں  
قتل کر دیئے جائیں گے۔ اور ابو حنیفہ نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کا گھون غصب کرے اور  
اسے پس ڈالے تو صرف پسے کی وجہ سے وہ اس گھون کا مالک ہو جائے گا۔ پس اگر گھون کا  
مالک غاصب کو اجرت دے کر اس کا بیٹا ہوا اسلینا چاہے تو غاصب کے لیے اس کا لینا ضروری  
نہیں بلکہ مالک کو منع کر سکتا ہے پس اگر زانی چھوڑے مین مالک گندم قتل ہو جائے تو اس کے  
لوہی کوئی قیمت نہ ہوگی بلکہ منافع ہو جائے گا۔ اور اگر غاصب قتل ہو جائے تو مالک اس کے  
عوض میں قتل کیا جائے گا۔

یہ بھی ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ اگر کوئی چور ہزار غنہاں چور اسے اور دوسرے شخص دوسرے

کے مال سے ایک ہزار افریانیان چور اسے اور سب کو ملا دے تو سب کا مالک ہو جائیگا اور اسکا بدلہ اسے لازم ہو جائے گا۔

اور یہ بھی ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ اگر کوئی مسلم یا تقی عالم کسی کافر کو قتل کرے تو مسلم کافر کے عوض بن قتل کرو یا جائے گا۔ حالانکہ خدا نے فرمایا ہے کہ خدا نے کافروں کے لیے سلیں پر کوئی غلبہ نہیں قرار دیا۔

اور یہ بھی ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی ماں کو یا بی بی کو بہن جان کر خرید کرے اور ان کے ساتھ دخول کرے تو اس پر کوئی حد نہ ہوگی اگرچہ یہ فعل جان بوجھ کر بھی ہوا ہو۔  
وہیں اگر کوئی اپنی ماں اور بہن سے جان بوجھ کر عقد کر لے اور دخول بھی واقع ہو تو پھر کوئی حد نہ ہوگی کیونکہ عقد میں شہہ ہے۔

یہ بھی ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص جنابت سے ہو اور نیند میں حوض کے کنارے لیٹ گیا ہو اور سوتے میں کروٹ لے کر حوض میں گر پڑے تو اسکی جنابت رفع ہو جائے گی اور وہ پاک ہو جائے گا۔

یہ بھی ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ وضو اور غسل میں نیت کی ضرورت نہیں حالانکہ خبر صحیح میں ہو کہ جو عمل ہے وہ نیت کے ساتھ ہے۔

یہ بھی ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ بسم اللہ فاتحہ میں واجب نہیں ہے، بلکہ بسم اللہ کو سورہ محمد کمال ڈال ہے، حالانکہ خلفائے بسم اللہ کو مصنفین میں لکھا ہے بعد اس بات کے کہ قرآن سے غیر قرآن کو صاف کر لیا ہے۔

ابو حنیفہ نے یہ بھی کہا کہ اگر کتے کی کھال کھینچ لی جائے اور پھر اس کی دباغت کی جائے تو وہ پاک ہو جائے گی اور وہ اس میں ہانی پی سکتا ہے اور نماز میں اسے پہن سکتا ہے حالانکہ یہ فعل کے مخالف ہے کیونکہ جس ایمان سے کوئی انتفاع نہیں ہو سکتا بلکہ اسے حقیقی ترے مذہب میں نماز کے لیے ہمیز سے وضو کر سکتے ہیں۔

## نشاط الکسان

”ول باد“ طاقت خیال، یا تصور صادق کا مسئلہ آج کا نہیں بلکہ بہت پرانا ہے، اس عہد کے مشاہدات ظاہر یہ نے اس مسئلہ کو چاہے نمایاں کر کے دکھایا ہو مگر حقیقت یہ عہد اور یہ دور جدید اس کا موجد یا دریافت کرنے والا نہیں بلکہ زمانہ قدیم سے ان قوتوں کا اثر مانا جاتا ہے اور کج بھی مانا جا رہا ہے ”سمرنزم“ یا ہینا نزم“ یا ”نظر بد“ کے اثرات سب اسی قوت کے نتائج ہوتے ہیں۔ فطرت نے تمام قوتیں انسان میں ودیعت کر دی ہیں اب یہ اودبات ہے کہ کوئی اپنے کام نہ لے یا ان کو صرف بین نہ لے اگر یہ قوت حل میں لائی جائے تو کم از کم اتنا فائدہ تو ضرور ہے کہ ان ضعیف البیان کو ”دلی“ کا لقب حاصل ہو جائے اور وہ حکومت ”فوق طاقت بشریہ“ کا با اثر اور مقتدر حکمران مانا جائے۔

اس قوت میں صرف یہی نہیں کردہ اپنے تاثرات سے مٹی کو سونا، آدمی کو غرنا شخص اور زمین کو آسمان بنا دے بلکہ وہ اس طاقت سے خالقیت کا بھی کام لے سکتا ہے اور محض تصور صادق مغرب سے مشرق اور قطب شمالی سے قطب جنوبی پر اپنا جبینی اثر ڈال سکتا ہے اور **قُتِبَارُكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ** کے معنی اسی تصور دور افتادہ اور قریب الاشکے کو شمع سے بھاسکتا ہے۔ اس کا نام ہے ”کرامت“ اور یہ صرف ان لوگوں میں ملتی جلتی ہے جنکی آنکھوں میں ”سرمہ“ زلفوں میں چمک، چہرہ پر نقاب تنک پندار، آواز میں ”نرم“ اور رفتار میں قیامت سامانی ہو، ایس شخص دلی کہلاتا ہے اور دنیا اس کے زیر اثر ہوتی ہے۔ یہ طالع کو حرام، حرام کو حلال کر سکتا ہے، اس کی برہنگی، ہمہ تن جامہ پوشی ہے اور اس کی ہامندگی ہمہ تن عریانی۔ یہ صد نشین بزم تقویٰ بھی ہے اور سند آراے تخت ولایت بھی، معجزہ اگر نبی کے لیے مخصوص ہے، تو کرامت اس کے لیے۔

برصورت اس کی محرم ہے اور وہ ہر عورت کا محرم، اسکا ”فرش“ ”عمر“ نہیں بدکا

”عمر“ فراش“ نہیں غرضکہ اس کی ہر طعنانہ ادائیں کو باطنوں کو وحدت کے کشتے، اور ہر  
 سوانحی انداز میں کوتاہ مینوں کو وحدانیت کے جلوے نظر آنے ہیں۔ چنانچہ کرامت یلین دفا  
 ہوتی ہے کہ اگر کوئی مشرق کار بنے والا کسی مغرب کی رہنے والی عورت سے مشرق میں بیٹھے بیٹھے  
 عقد کرے اور عقد سے صرف چہتر مہینے گزرنے کے بعد اس مغربی برج سے طلوع فرزند ہوتا  
 بغیر وصل ہو تو جائز ہے اور ممکن، کیونکہ تصور کرامت، کرامت تصور ہے۔ اور صرف تصور  
 وغیل خلقت ہے اور اس کا نام کرامت ہے جیسا کہ ”دمنخار“ کے صفحہ ۲۱۳ جلد ۲ مطبوعہ کوفہ  
 پریس میں ہے۔

وقد اکتفوا بقیام الفرائش	ہمارے علمائے اس بات کو جائز دکھا ہے
بلا دخول کتزوج المغربی	کہ ایک مغرب کا باشندہ ایک مشرقی عورت سے
مبشرقیۃ بینہما مسافۃ سنۃ	تزوج کرے اور دونوں کے درمیان سال بھلی
فولدت مستہ	مسافت ہو اور تزوج کے بعد وصل نہ ہوا ہو
شہرمذتزوجھا	اور چھ مہینے لڑکا پیدا ہو، ایسا ہو سکتا ہے
لتصورہ کرامۃ	کیونکہ تصور میں قوتیں ہیں اور ہر کرامت ہے۔
آباوہ ان چیزوں سے دنیاے تصور	مخروم تصور بھی کہے ”ہائے تصور“

کسی کا مشہور شعر ہے:۔

”چاہ پیاسے تک کبھی باتا نہیں دوڑ کر آتا ہے پیاسا چاہ پر“  
 ممکن ہے اسکا فلسفہ احتیاج صحیح ہو، مگر کرامت ادب اور ”برخود غلطی اعتقاد“ ہو  
 غلط اور باطل ثابت کرتی ہے یہ تو کھلا ہوا مسئلہ ہے کہ محبت گریخو الا آستان محبوب کی بیانی  
 مایہ صد افتخار سمجھتا ہے یہ بھی کہ محتاج، محتاج الہ تک اپنے کو قہراً پہنچاتا ہے، مگر یہ تمام باتیں نئی  
 وقت تک ہوتی ہیں جب تک عشق کامل اور محبت صادق کی ابتدا ہو اور جب یہ جذبہ انتہا تک



سُفُوفِيَا دَفْعُ حَبِيرِ نُضْمَتِ قُوَى اَعْصَا

چونکہ عوام جریان سے ناواقف ہوتے ہیں اسلئے ہم کو یہ بتانا ضرور ہو کہ جریان کیا چیز ہے اور اس سے کیسے مہلک امراض تک پہنچتی ہیں۔ آج حضرات کو یہ عرض بدہودہ ایک کس سفوف سچا ہے طلب کر کے سمجھنا کہ کین جوان کو عرونی میں بیلان اور ہندی میں برمیو یہ موت اور دھات ہناتے ہیں اور دھات ایک جوہر نفیس ہے جس کا ہرگز خون کے دس قطروں سے نہ ملے۔ یہی وہ چیز ہے جو انسان کا جوہر (دست) کہنا زیادہ ہے کیونکہ یہی کام خواہشوں کا بادشاہ جمائی طائف کا نگہبان دوسرے الفاظ میں وین کہا جا کہ نام حینان جہان اسی کی بدولت حین سے ہوسے ہیں اور جب قدر اس میں نقص ہوتا ہے اسی قدر رنگ و روغن نہایت طبیعت کی نشا نشد دل کی راحت میں فرق آجاتا ہے علامت جریان حسب ذیل ہیں :- بعد میناب اور کبھی قبل میناب اور کبھی میناب کبھی تھکا یا حالت فیض میں دھات کا خارج ہونا۔ دھات کا شلہ ہو جانا اور کبھی کبھی اختلاص کر جب خواہش نفسانی سے حرکات پرورش و توش وغیرہ کی زور آتی ہے تو دل میں متانہ کی حالت برپا ہوتی ہے یعنی حالت بول (میناب کرتے ہیں) گرمی اور جنگ کا معلوم ہونا میناب میں سوزش بار بار میناب کا ہونا سرعت انزال کی لذت خواہش ہو کہ ہرگز رائل ہو جانا۔ دوسرے متعلیوں اور تلوؤں کا جلنا۔ اولاد نہ ہونا۔ اولاد کا زور پیدا ہونا۔ پیدلیوں کا نیشٹھنا دوران سرسختی کا بلی بندگی کی۔ عینک ٹیڑھے ٹیڑھے سخت امراض مثل مرگی۔ لقوہ۔ فالج۔ گھٹیا۔ جنون۔ تب شدید۔ وغیرہ لاحق ہو کہ حران پر برن جاتی ہے مہلک بعض ناہ عام یہ سفوف صرف ہنڈستانی بڑی بوٹوں سے تیار کیا ہے معدنیات سے بالکل پاک ہو جس سے جوہر ناکہ کچھ اور بیشہ نقصان نہیں یہ سفوف جریان کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ اس سفوف کا کام مذکورہ بالا اشکالیات کی اصلاح کرنا مگر دوسرے کو طاقو تار بنانا۔ تمام اعضا و ریسے کی خرابیوں کو دفع کرنا اور ان کے اخلاص کو قوی کرنا یا بعض مخصوص کو نیز دیگر اعضا کو نہایت خوبی کے ساتھ اپنے منصبی کام کیلئے آمادہ کرنا۔ نامردی۔ ضعف شاذ۔ ضعف اعصاب۔ ضعف ریاغ و جگر و مدہ۔ ذیابیطس اور مصلح قلب کیلئے بھرلے تریاق ہے۔ طاقت جوانی یہ کہنے کیلئے اکسیر کو اور ہنڈ کے جریان کا دافع ہے لطف یہ کہ اسلئے ہتھال کیلئے کسی ہر دم کی قید نہ راہ پر ہنڈ کی ضرورت نیست فی نفس ۳۰ خدا کے ہر

نہایت کا رفاہ حاطب بیدردانہ کھاتی ہے

المشہور مرزا سجاد حسین عظیم راکہ دو افامیدین لعلج نئی کوٹھی ٹکڑی ٹیٹ لکھنؤ

<p>کاظم تاریخ امام موسی کاظم علیه السلام۔ قیمت ۵۰ هدم الاماس۔ تحقیق حدیث و فکس۔ ۵۰ تشریح الاحکام۔ شرح میراث دہرہ دومیت شریع الاسلام۔ غیر</p>	<p>سہیل من جلد اول دوم یا سوم کی اگر ضرورت ہو اور دینی چاہات کے دیکھنے کی خواہش ہو تو دفتر سے طلب کیجئے۔ محصول پندرہ خریدار جلد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ غیر مجلد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔</p>	<p>سہیل من جلد اول میں پہلا نمبر اور جلد دوم من نمبر نمبر دوم نمبر دفتر میں بالکل باقی نہیں حضرت راؤٹ کر لین اگر کوئی صاحب خانان مذکور عزایت فرماتا چاہیں تو وہ دفتر کو اجڑا دیکتے ہیں</p>
--	--	--

جو حضرات دوزخ میں داخل ہو کر کے انکا چند ہے دقترین بھیجے گئے انکو سیل جلد زل ملائیت حل کرنا بیگنا

مینجر سہیل مین ڈکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

# ہیمل کی توسیع اشاعت آپکا ذہنی فرض ہے

Dr. J. C. Salazar  
SUNSHINE  
Printed Books

## ملو اہمیات یعنی جوانی کا ہمہ

Dr. J. C. Salazar  
SUNSHINE  
Printed Books

ہم اس عرق پختہ نازک خون کم ہر عرق طبیبانی کا ایسا ناز ہے اور ہر اطباء میں سے ہر ہم نظریں کو اس عرق کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ جسے خواہ اس کے کچھ جانتے ہیں اگر ہمیں کوئی جھوٹ ہو تو فوراً مینٹ اپس لی جانے لگا کر آپ کے اعضا پر حراج کا کام کر کے بہت بائیسے ہوں اگر آپ کا ذہن غرق ہو کر کھاتا ہو اگر دل بھٹا جاتا ہو اور اگر قوت متغیر بالکل مہل ہو گئی ہو اگر نہ صلاح قلب سے آج بچے ہو گئے ہوں اگر تو لیڈن قلعی ہوتا ہو اگر غدا ہم ہوتی ہو اگر قوت جوانیہ جواب دہی ہو بسا اوقات خجالت ہوتی ہو اگر ضعف ناتوانی کا آپ پر غلبہ ہو اگر کام کرنے کے ذلے شک کیا ہو وہاں اہمیات ان تمام مرض میں کہ اگر کچھ لکھا ہو میں بتائیے عرض کرنا ہوں کہ اگر اس عرق کا آپ پر زور دے تو ترہ نوش فرمائیں تو آپ کبھی ضعیف نہ گئے اور آپ کے بال سفید نہ ہوں گے اور آپ کبھی کسی قوت میں کمی ہوگی ان فوائد سمیت قیمت فی بوتل جواکین کو کافی ہوگی صرف پانچ روپے صدم نوٹ :- عرق عامہ قوت ایک سو اسیٹھ روپے نہیں لکھا صحت لایاں کے استعمال کے بعد باجھ ہو کر سرخ و سرور دیتا ہے اگر آپ کو جوانی کی نہایت ہے تو صرف تین روپے اقبال کرنے سے نہایت آرام سے مینٹ اپس لی

## وقار ماؤس بہ صحتیہ باع کلکٹو

باہتمام محمد خواجہ نظامی پبلیشرز کٹوئیہ اسٹریٹ لکھنؤ میں چھپایا

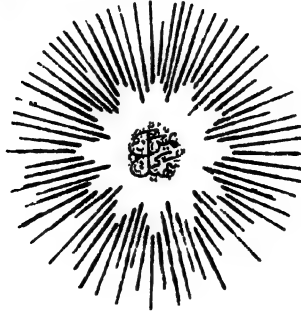
ادریسہ نواب علی ڈیو پبلشرز دفتر ہیمل میں کٹوئیہ اسٹریٹ لکھنؤ سے شائع کیا







بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
اے رسول! ہمارے تم کی جی ایسی قوم کو چیل ایمان خدا و روز آخرت کا دیکھو جو وہ دشمنان خدا و رسول سے ہنر کرے



# سید حسین مجلد علیہ

مَدَنی حَضَر

”ابو البرقعہؓ ظفر مہدیؑ کی گہرے نصیر آبادی الیٰ الجائی“

## تواضع سہیل مین

## اغراض مقاصد سہیل مین

- (۱) ہندوستان کے بہترین اہل مسلم کے علی مضامین کی اشاعت۔
- (۲) معاذین اسلام خصوصاً بھائی افسانہ مذہب کے بجا اعتراضات اور گلان کا دفع۔
- (۳) حقیقی حقائق اسلام کی نشر۔
- (۴) علمی قومی اور مذہبی اور اہل ملی مسکات پر جو مذہب سے متعلق ہونگے تبصرہ و نقد۔
- (۵) حضرات ائمہ مصدقین علیہم السلام کے علوم و اسرار کا نشر۔

### مشتہد

اس کثیر الاشاعت رسالہ میں اشتہار دینے کے وقت ذیل کا نرخ نامہ ضرور ملاحظہ فرمالین۔

تقدیر	ایک صفحہ	ایک صفحہ	ایک صفحہ
ایک سال کیلئے	لے	لے	لے
چھ ماہ کیلئے	لے	لے	لے
تین ماہ کیلئے	لے	لے	لے
ایک ماہ کیلئے	لے	لے	لے

کوئی صاحب کمی ہجرت کی خواہش نہ فرمائیں یا کی گنجائش نہیں۔ اسلئے سب کے صفحات کا نرخ اس کے علاوہ ہے جو ذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتا ہے۔ حجت پر جب سال ہوگی آنا چاہئے۔

- (۱) یہ رسالہ ہر ماہ عربی کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوگا۔
- (۲) سہیل کی ضخامت فی الحال ۴۰ صفحات سے کم ہوگی۔
- (۳) سہیل جگہ خریداروں کے نام بذریعہ ڈاک روانہ ہوگا۔
- (۴) اگر خریداروں کے پاس کیونجہ نہ پہنچ سکے تو ہر ماہ عربی تا یک فرسین طے ہوئے نہ پہنچنے پر دوبارہ روانہ کیا جائیگا۔
- (۵) اس کے بعد ۴۰ کا گٹ وصول ہونے پر بھیجا جائیگا۔
- (۶) سہیل کی سالانہ قیمت فی الحال ۱۰ روپے ۱۰۰ ہونگی۔
- (۷) جگہ ارسال اور سال زر خط و کتابت بنام اہل البراءۃ مولوی سید ظفر ہدی گھر پور انٹر ویدیر خاص سہیل مین و کٹورہ اشرف لکھنؤ بنگلہ بنیٹ۔
- (۸) معضون ہجرت کے مضامین اگر عدد و منازل سہیل سے متجاوز ہونگے اور معیار علم پر ٹھیک اتریں گے تو بعد اذعان شائع کے جائیں گے۔
- (۹) سہیل کو چونکہ آئندہ اپنے کام میں جو دینی حمایت اور مذہبی دفاع پر منحصر ہے تو وسیع پیدا کرنا ہے اندازہ بغیر استعانت حاضر خدمت ہوگا۔
- (۱۰) نمونہ کار پر جو ۴۰ کا گٹ آنے پر بھیجا جائیگا۔ مفت حاضر خدمت ہوگا۔
- (۱۱) خریداروں سے عرض ہو کہ خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دین در نہ تعمیل نامکن۔
- (۱۲) جواب طلب مومنین کے لیے جوابی کارڈ یا گٹ آنا چاہئے۔
- (۱۳) مضامین موصولہ ضرور بالضرور منبج ہونگے اسکا ذمہ دار اذیر نہیں اور نہ وہ معضون کے واپس کرنا ذمہ دار ہے۔

پیشہ سہیل مین و کٹورہ اشرف لکھنؤ

سہیل کی پوسٹ اشاعت مین دیکر ناظرین کی ہے



سہیل حسن

محبت شہ مردان مجوز ہے کہ دست غیر گرفت است باپے مادرلو

— ۱۲۱ —      ماہِ شَعْبَانِ وَ رَمِیْضَانِ ۱۳۴۸ھ      جلد ۴ —

صفحہ	مضامین نگار	مضامین	بر شمار
۴	میر	نثرۃ اللہ	۱
۲۵	"	جواب رسالہ ردع اللہ	۲
۲۸	"	رد کمونین پر نظم	۳
۳۸	"	ایک نثری ڈائری	۴
۴۳	ایک محقق	شجاعت قلبی کے قصور سے شکست	۵
۴۶	جناب ہندم رد ولوی	جلوہ عافیت (حصہ)	۶
۵۱	جناب انصر حسین صاحب ازبک	تاریخ معاویہ (شہرہ)	۷
۵۲	زواب شفق عیون صاحب	تفہیم لعن جواب الغم	۸
۸۰	میر	نظم طالعسلان	۹

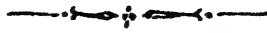
## منثورۃ الذر

شکر ہے کہ ان نبیوں کے ہمراہ سہیل کا دور راج ختم ہوتا ہے اور دوبارہ عجم شروع ہوتا ہے جن قوتوں پر سہیل کا اعتماد تھا ان میں سے صرف ایک توفیق الہی کام آئی باقی بشریت کے دل بڑھانے کے لیے تعین جن کے لیے گھنٹنا ضروری تھا، وہ یا تو فنا ہو گئیں یا کم ہو گئیں۔ اس دور میں جن خارجی اور داخلی موانع سے سہیل کو سامنا کرنا پڑا اگرچہ وہ موانع دور راج کے اعتبار سے لا بد تھے مگر پھر بھی اس کے پاس استقلال میں تزلزل کا دشمن منظر نہیں دکھائی دیا۔ اس دور میں صفین کی جنگ تو نہ تھی مگر مصائب و مصائب کی صفین ضرور تھیں، حمل کا منظر تو نہ تھا مگر زال دنیا کی عیش رہا کٹکٹش نے حمل و صبر کا سبق ضرور دیا خواہ اس جگہ ہی مگر جوارح کی جنگ مرض سگری جسکی رسالہ کی توفیق ہر اثر ڈالا اور آج بوقت تمام سوال میں یہ رمضان نہیں مکمل رہا ہے۔ مجھے تو اس کی بھی امید نہ تھی مگر اتنی امداد نے دستگیری کی اور تو لے المہیت کے جذبہ نے دل کے ساتھ قدم بھی بڑھا دیے۔ غلہ الشکر۔

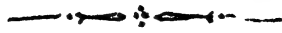
ناظرین سہیل نے منظرین کی صفت میں جگہ پائی اور زحمت انتظار نے ان کو سہیل سے ایک حد تک بد دل بھی کر دیا مگر پھر بھی وہ اس کے دلدادہ ہیں، خدا انھیں جزا سے خیر دے اور سال پنجم کے لیے ان کی نگاہ التفات میرے کمزور بازوؤں کا ہاتھ بٹائے۔

اس کو میں بار بار لکھ چکا کہ میری تنہا قوت کبھی بارور نہیں ہو سکتی جیتک ناظرین سہیل کی توجہ سہیل کی طرف کا مل نہ ہو، مجھے آپ کی امانت (زرچندہ) کے ادا کرنے کے لیے سال گھر زحمتوں کا شکار رہنا رہنا پڑتا ہے، اور خیانت کے حرم سے بچنے کے لیے سہیل کی صورت میں وہ رقم بارہ مہلوں میں ادا کرنی پڑتی ہے، مگر یہ کیا غضب ہے کہ خزیہ راج سہیل میں سے اکثر افراد اس احساس سے نا بلند نظر آتے ہیں اور باوجود یاد دہانی ذرا عائن نہیں بھیجے طبل میں

اختلاف ہوتا ہو مگر اتنا تو نہ ہونا چاہیے کہ مجھے احساسِ ادا سے امانت سال بھر نجات نہ دے اور آپ کو ایک لمحہ کے لیے بھی مقید نہ کرے۔



اس بات کو غور سے دیکھیے اور نوٹ کر لیجیے کہ اگر سہیل کی اشاعت مقصود ہے، اگر اسکی خریداری منظور ہے، اگر اسکو آپ ایک مذہبی خادم سمجھتے ہیں، اور اگر اس کی بقا آپ کی نگاہوں میں ضروری ہے تو آئندہ سال کے لیے اسکا ذرا اعانت جو مین روپیہ چار آنے ہے بذریعہ معنی آکر ڈروڑا دفتر میں بھیج دیکھیے دی پپی کی زحمت نہ دیکھیے نہ خود زیر بار نقصان ہو جیسے اس میں طرفین کا فائدہ ہے ماہ ذیقعد کی آخری تاریخ تک آپ اس بار سے سبکدوش ہو جائیں تاکہ مین سال بھر تک اس قرضہ سے سبکدوش نہ ہو سکوں۔ یہ بھی تو ایک دلچسپ پہلو ہے۔



اس کا بھی خیال رکھیے کہ اگر آپ نے منی آرڈر نہ بھیجا تو دفتر سے وی پی جانے لگا اس کو وصول نہ کر بار قرض و امانت سے مجھے گراں ہوا فرمائیے یا وی پی کے آنے سے پہلے ایک کارڈ سے مطلع کر دیکھیے کہ خریداری منظور نہیں۔

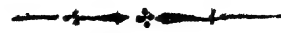


ہمارے کرمز مختلف طریقوں سے ہمارا دل بڑھاتے ہیں، دل بڑھانے کا ایک روشن پہلو غلط کیجیے ایک ہمارے معزز خرمیہ رحمن کو سہیل سے اتنا شغف ہے کہ ادھر ایک دن کی دیر ہوئی ادھر اُن کا شکایت نامہ جو زبرد و توجع کا عصارہ ہوتا ہے پوچھتا ہے، انھوں نے مجھے لکھا کہ مین فلان ملائے نام پر وعدہ اسٹیٹ مین سہیل کی چار ملن جلدین وی پی کر دیں، مین نے تعمیل حکم کی، اور قیمت نے مقبوضانہ انداز سے کوکب بخت پر چھوٹ ڈالی۔ وی پی گیا اور چار ماہ تک وصول نہ ہوا لکھتوب الیہ اور محرک کے نام خطوط بھیجے مگر کوئی جواب نہ ملا یا اللہ یہ کیا سا لہجہ ہے؟ آخر تفتیش باضابطہ شروع ہوئی معلوم ہوا کہ کلرک کی غلطی سے بجائے وی پی کے سہیل کی جلدین رجسٹری کر دی گئیں۔ اے بے لیجیے

عجب دھبہ منظر پیدا ہو گیا کہ عجب الیہ کو یہ خیال کہ "نفس" ہوا تو اسے توڑ کیا ہے " مجھے یہ ملا کہ اگر کسی  
 پرچون پارٹائیشی پیسے محصول کے اور چارہ اسے رہبری کے لئے دے سب کتنا ہوا آپ صاحب کیسے  
 پھر اس پر اسلٹ و کوفت کا صرف ستر او - خدا بھلا کرے دکانہ کے کارکنوں کا ہنسنے سہیل  
 کی جلد میں کھوب الیہ سے بھر حاصل کر کے مجھے واپس لین مگر محرک اور ملا پر اس کا اثر تاج تک  
 تو ہوا نہیں سہیل کا نقصان ہوا ان کی بلا سے ایک خریدار تو انھوں نے دیا یہ وصف کیا حکم ہے - اگر  
 ملا ایسا ہی ہوتا ہے تو بہت خطرناک مخلوق ہے اور اگر حکیم کا یہی فریضہ ہے جو اس حکیم تحرک نے  
 ادا کیا تو بہت ہی بدیت ناک مفہوم ہے - خدا بچائے رکھے



ایک صاحب اور ہمارے بڑے کرم فرماؤں، وہ دشمن کبھی کبھی اودھ کی سرزمین سے آتے ہیں اور  
 اپنا فیض لسانی جاری کر کے چلے جاتے ہیں ابکی بھی آئے اور واردات قلب کی ایسی وکالت کی  
 کہ الہی توبہ، سہیل کے خریدار نہ تھے ابکی مرتبہ نہ معلوم کون غذائے دومی بھجھ کر بیٹھے پرچے اس  
 سال محل چکے تھے لے گئے اور چندہ بھیجنے کا وعدہ کر گئے ان کے الفاظ پر اعتماد کرتے ہوئے  
 مجھے بھی اس سال سہیل میں کوئی عذر نہ رہا - مگر آخر تک محروم رہا تھا تو جواب نہ دیا یاد دہانی  
 کی تو خود فراموشی اور بڑھ گئی اور سہیل فراموشی سہل ہو گئی مجبوراً رسالہ بند کر دیا، اور تجربات  
 میں ایک اضافہ اور لکھ لیا - اگر اس محیط میں یہ مصرعہ پڑھتا ہوں  
 "تسکین کو ہم نہ روئیں جو ذوق نظر ہے"  
 تو غائبانہ وہ خفا ہوں گے - مگر امید ہے کہ معاف بھی کر دیں -



سہیل کی آئندہ رفتار کیسی ہوگی؟ اس کا جواب ضرور دیتی ہے، اور وہ یہ ہے - چونکہ  
 اس سال سہیل اپنے وقت سے شائع نہ ہو سکا اور اس کا اکثر ماہ ہر مہینہ پر پڑتا رہا  
 اور ہر ماہ چلتا رہا ہے لہذا یہ معلوم ہے کہ اس کے قلمی معاونین اور غلطی مددگار دستاویزین

بلکہ صرف ایک ہے یا زیادہ سے زیادہ دو کہہ لیجیے وہ بھی اگر وحدت نور کے مقابل ہو جیتا  
ایسی صورت میں میرا خیال ہے کہ سہیل کا سال بچائے شوال کے ذریعہ شروع کیا جائے  
اس میں ہماری بہت سی عیدیں مناسب موضوع سہیل بھی ہیں، اور نیز یہ بھی کہ مجھے  
دو ماہ کی فرصت بھی ملے گی جس میں اطمینان سے میں سہیل کی ہر حیثیت انتظامی بھی درست  
کروں گا، خریداروں کی لئے بھی ارسال زر میں گنجائش وقت نکالے گی اور انشاء اللہ  
سال پنجم با حسن وجہ تمام ہو سکے گا۔ یہی قصد ہے اور یہی ارادہ ہے غالباً یہ لئے  
آپ کبھی پسند ہوگی۔ مگر ایسا وقت ہوگا۔ اگر میں خدا نخواستہ شوال کا چربہ ادا کر  
ذیقعد میں نہ ہو گیا سکا۔

## غور سے ملاحظہ کیجیے

اپنا چندہ سال خیم کا بھیجے، یا عدم خریداری کی اطلاع دیجئے۔ ورنہ وہی پلی کی  
منظر رہیے جن حضرات پر سال گزشتہ کا چندہ باقی ہے وہ اس سے سبکدوشی کی  
کوشش فرمائیں۔ منی آرڈر بھیجے۔ دی، پلی کی کٹکٹش سے نجات دیجئے۔ خطوط جب  
روانہ کیجیے تفصیلی ٹیکوئیکر اجمال ہمیں بھیجیں نہیں آتا۔ جس ماہ سے خریداری نہیں اُس ماہ  
کا اظہار کیجئے۔ خط و کتابت کے وقت چٹ ذہر کا حوالہ دیجئے۔ جواب طلب امور کے  
لئے جوابی کارڈ بھیجے یا ٹکٹ ان ٹلم یا تو کو اپنی ڈائری میں لٹ کر دیجئے۔

## جسٹ و عظم

ہمیں یہ معلوم کر کے سخت مددگار والدہ محترمہ جناب راجہ محمد عیاض صاحب علم اقبالہ نے شہزادہ  
دہلی اہل کو لبیک کے مرحومہ کے جذبہ اپانی کی معراج اور کو بخت کا عروج اگر دیکھتا ہے تو وقت  
در در و ماہ و فضا پر نظر ڈالئے۔ یہیں موجود کے پسماندگان سے اپنے مخصوص دلی ہمدردی کا اظہار  
کرتا ہے اور جو کچھ ملے وہاں سے امداد و غفرت اور ناظرین سے ایک مدد فائزہ کا طلب کرتا ہے



## جواب سالہ اللہ

”کلوز انداز پااداش سنگست“

میں گزیریں کہ ایک رسالہ بمرض جواب پنجاب سے میرے پاس آیا تھا، جو ایک بی۔ اے  
منشی قاضی کی باطل کوشی کا نتیجہ ہے اور جس میں اہل تشیع کی دل آزاری کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں  
کیا گیا، اس کے الفاظ شانِ ائمہ اطہار میں ایسے ہیں کہ کوئی خارجی النسل کا استعمال نہ کر سکا اور اسکا  
مخاطبہ اہل تشیع سے ایسا ہے کہ سوا طیفہ کفر کے یہ آواز کسی اور گروہ سے بلند نہیں ہو سکتی، اس کے  
مرغفات لاطائل ظاہر کرتے ہیں کہ کفے والا ان کا کندہ تا تراش ہے، جسے نہ علم سے کوئی مس ہے  
اور نہ ستاغرہ سے کوئی لگاؤ

اگرچہ اس رسالہ کی سیاق و سوان حبادت کا تقاضا یہی ہے، کہ جواب ترکی بہ ترکی ہو مگر  
سیل کی تذبذب کا خیال رکھتے ہوئے بہت کچھ قلم کو دبا کر پڑتا ہے اور یہ جانِ انتقام کا گلا گھونٹنا چاہتا ہے  
ابھی اس رسالہ کے مطالب سے بحث فیمن مرت اس کے تائیس کی عبارت بذراغریں  
سیلین کی جاتی ہے اور بقتضائے

مظلہ چاہا آدم و سیم و زرش سبلی خواہ بحتیقت سرش  
اس کا جواب بھی دیا جاتا ہے۔

رسالہ کارنگ زد ہے، اور اس کی زبانی ”المصفراتہ“ پر روشنی ڈالتی ہے، اس کے  
مائٹل ہیج پر حسب ذیل عبارات ہیں۔

”لاہور میں طاعون کی وجہ سے یہ رسالہ حضرت علی کی وفات کے مہینہ میں شائع ہوا“

مترجمی نام ہے دیدہ بکواب  
مکتبہ شاد آواز تو  
مکتبہ شاد آواز تو  
مکتبہ شاد آواز تو

انعام رافضی بر امت امین . پورین مگر نیا از کرب و بلا

الحمد للہ کہ یہ رسالہ روح انعام میں حصہ الامام

”ہا امت ابوحنیفہ نگو ست کا دل و افضل امہ اوست“

جس میں روافض کے دہمی امام قاسم کے پیدا ہو کر گم ہو جانے پر غور فرماتے اور

غلبہ اسلامی بزرگوں کو چلا کر (یعنی ثلثہ سے بزرگ - سیل) مذاہب دینے.....

کے دلچسپ قصے بیان کیے گئے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ اسے قرآنی تعلیم اور فہم قرآن

سے کوسوں دور ہیں مسلمانوں کو ان پر ہرگز یقین نہ کرنا چاہیے۔

سہیل :- پائیل کے ضروری عبارات تھے جو نقل کیے گئے مگر چہ پوری عبارت دعویٰ بے دلیل

کی حیثیت رکھتی ہے اور کوئی علمی بحث نہیں کر بھر بھی بعض چیزوں کا جواب ضروری ہے۔

مجھے تعجب ہے کہ پنجاب کی انجمن ”جغرافیہ اسیوسی ایشن“ نے اس پر کوئی اثر نہیں کیا، اگر ممکن ہے

کہ اس کا جواب شائع کیا گیا ہو اور مجھے ظاہر ہوا ہے کہ ”جواب جاہلان با شد غموشی“ پر حل کیا گیا ہو

بہر حال جس فرقہ کے ہاتھوں میں قلم باطل کش اور حق کش ہے اس کو مغلوب رافضی کی ضرورت ہے نہ

ایسے مضامین کے خلاف استغاثہ کرنے کی، یہ تو ان لوگوں کا شیعہ ہے جن کی مذہب کی ”ہاس ٹیج“

کے چہرہ کے نمک پر قائم ہے اور جو ”تنگ آمد و بیگ آمد“ کے کلیہ کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ ہم اپنے

مرغفات کو ”ہاؤنڈز“ سمجھتے ہیں اور اس خاں خاں سے بھی واقف ہیں جہاں سے اس بدعقوب کا قلعہ نکلا

اب جواباً کچھ مذہر ہے :-

من شی ہر سوال از مرتضیٰ پن کردم دامن تمہیل را

عرض کردم با ادب کے شاو دیو آدمی گا ہے بجز اب بے خیا؟

فہد سوال از تو گئے نادلا تو در جواب غیث گشتی تو ”لا“؟

چون شنید این روس را در ہم کشید و پنچین مسرود شاو لافٹی

"این خیال است محال است و مجنون"  
 کے روم در خواب اول و زنا  
 منکر غیبت نہا شد جز کے  
 کرد غلبہ و در غیبت ذات خدا  
 یا کے کو شل اودا است لغو  
 عرش و کرسی و صراط و لوح را  
 حور و ظلمان و ملک جنات علی  
 در حجاب اند این مجہد پس نمک چرا  
 پردہ غیبت بہ رخ افکنده اند  
 خضر و الیاس از گردہ انبیا  
 روح را بتکر کہ شل بوسے گل  
 بہر او اندرتن خاکست جا  
 اگر گدہ مومنین میں خارج است  
 آنکہ باشد منکر این چہند  
 شرط اسلام است این ایمان غیب  
 "اصفوا باللہ" بشو این صدا  
 سر فروشی کرد کو را بد محصل  
 پور من نگر نیت از کرب و بلا  
 مصلحت ہداین کہ مگر را گواشت  
 سوے غار نور رفتہ مصطفیٰ  
 قبل بیست مدے از خوف قتل  
 بود در غیبت شہر ہر دوسرا  
 موسیٰ عمران راہ خود گرفت  
 ترک کرد از خوف جائے خویش را  
 بان تہمہ آنکہ باطل پرور است  
 فرق بین ہست در جہن دلفی  
 نامش کا شہر "با امامت ابو حنیفہ نکوست  
 کا دل افضل اللہ دوست" بھی کچھ  
 چاہتا ہے میرے نزدیک اگر حب ذیل مصرعے ہوں تو شاید حق سے تجاوز نہ ہوں گے عیا  
 کہ کتب اہل سنت میں بھی موجود ہے۔

"با امامت ابو حنیفہ نکوست"  
 "با امامت ابو حنیفہ نکوست"  
 "با امامت ابو حنیفہ نکوست"  
 چون رو در عبادت خالق  
 غرض از قلب شرح دین ترویج  
 کا کہ تعلیق شرع دین کا طاعت  
 کا اختراع قیاس و رائے از دست  
 نزد او جائز از بند و ضروت  
 جلد مدوح کتب پر شمشیر است  
 بادہ فرخ گوارہ جام و سوسے

ہر جہ گویم غلط منہ گویم      کتب فقہ سنن مکتوبت  
 صبح صادق کجا کجا کا ذب      روسیا ہے مقابل مردوت  
 آن امام من است کز فیض      زلفت پر بیچ شرع عنبر بوت  
 جعفر صادق بلند مقام      کز خدا شد برو درود و سلام  
 ”جعفری یاش گرت دا خواہی  
 در نہ در ہر طرین مگر اہی“

اب اس کے بعد اگرچہ بہت سی چیزیں قابل جواب ہیں مگر فی الحال اتنا حصہ اس رسالہ میں سے اخذ کیا جاتا ہے جو سیاہ قلب و سیاہ رو نے حضرت حجت عجل اللہ فرجہ کے متعلق لکھا ہے اور اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ لکھتا ہے :

”ردائف کے مؤہوم امام آخر الزمان کا حال - امام یازدہم کی لاؤ لدی حجج مؤیدین و اولیاء سیر کا - اشتناے ردائف اتفاق ہے کہ امام یازدہم حضرت حسن عسکری نے اپنے چھوٹی اولاد میں چھوڑی اور ان کے بھائی نے یعنی حضرت جعفر نے بھی یہی بیان کیا کہ نہ ان کے کوئی اولاد ہے اور نہ ہی ان کے ازواج و کنیزوں میں سے کوئی حاملہ ہے اس انظار تحقیق پر ردائف کے غصہ کا پارہ انتہائی درجہ پر چڑھ گیا ”الی اخوالعقوبات

سہیل : یہ جاہل بحث اس بات کو کہتا ہے کہ سوا اہل تشیع کے اور کس میں امام عصر کا وجود ثابت نہیں ہوتا اور نہ وہ باین ملتی ہیں جو اہل تشیع کہتے ہیں - یہ جو کچھ بھی کہا جا رہا ہے وہ نتیجہ توحید مانی اور کوتاہ نظری ہے ورنہ شاید قلم کو اس دعوے کی جرأت نہ ہوتی - اب ہم ان علماء اہل حق کے عبارات لکھتے ہیں جو شبہی عقائد کو صحیح جانتے ہیں تاکہ دشمن کی گواہیوں سے ہمارا مدعا ثابت ہو اور مجھ نے پرخدا کی لعنت ابدالا باد کے لیے رہے ،

## علمائے اہلسنت کی عبارتیں

### عبداللہ الحق دہلوی رسالہ مناقب ائمہ اطہار میں لکھتے ہیں

ابو محمد حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہما معلوم است  
نزد خواص اصحاب ثقات اہلش روایت کو فرمادہ۔  
کہ حکیمہ بنت ابی جعفر محمد جواد رضی اللہ عنہما  
کہ نعمہ ابو محمد حسن عسکری رضی اللہ عنہ  
باشد دوست سیدداشت و دعا سیکرد و تضرع  
می نمود کہ اور آپ سے بوجود بہرہ مند و ابو محمد عسکری  
رضی اللہ عنہ جاوید و ابرگرزیدہ بود کہ زہر جس گفتند  
چون شب نعمت شعبان خمس و خمیس و پانچمین  
شد حکیمہ نزد ابو محمد آمد اور دعا کرد حسن عسکری  
اتماس نمود کہ یا عمہ اشب زوا باش لکھارے  
دیش است حکیمہ یا التماس حسن عسکری شب رضاء  
ایشان با ستاد چون وقت فجر رسید زہر جس پرورد  
زہ مضطرب شد حکیمہ نزد زہر جس آمد و مولودے دید  
بوجود آمد مفروع منہ یعنی ختنہ کردہ شدہ فلغ  
از ختنہ دکا رشتست و شو کہ مولود را کنند نزد  
حسن عسکری آو، و گرفت و دست بر پشتش  
و چشمانش فرود آمد و زبان خود را در دہنش

حضرت ابو محمد حسن عسکری خواص اصحاب و ثقات  
کے نزدیک آپ کا وجود یعنی ہے۔ اور روایت کی کہ حکیمہ  
بنت ابو جعفر محمد جواد رضی اللہ عنہما ابو محمد حسن عسکری رضی اللہ عنہ  
کی بھوپتی تھیں آپ کو بہت دوست رکھتی تھیں اور دعا  
فرمایا کرتی تھیں کہ پروردگار عالم امام حسن کو ایک فرزند  
عطا فرمائے امام ہمام ابو محمد حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی  
نگاہ اتفاقات نے حضرت زہر جس خاتون کو منتخب کیا تھا  
چنانچہ شعبان نیمہ شعبان ۳۵۱ھ کی آئی تو حکیمہ حسن عسکری  
رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائیں آپ نے ان سے  
فرمایا کہ اگر آج کی رات آپ حسین دہین تو ہر تھا کیونکہ  
ایک کام ہے۔ جناب حکیمہ نے وہی کیا اور شب کو  
دین قیام فرمایا جب وقت سحر فریب ہوا تو جناب  
زہر جس خاتون کو دروزہ میں مضطرب پایا جناب حکیمہ جناب  
زہر جس خاتون کے پاس آئیں اور ان کے دکھا کہ ایک بچہ  
پیدا ہوا ہے جو مختون ہے اور جس کی شست و شو  
ہو چکی ہے۔ اس بچہ کو لیکر آپ امام کے پاس تشریف لائیں  
آپ نے اپنا ہاتھ بچہ کی آنکھ اور منہ پر پھیرنا شروع کیا اور پڑی

در آورد و در گوش راست او آذان و در گوش چپ  
 اوقات گفت و گفت یا حمہ میرا در پیش دانش  
 پس حکیمہ اور اپیش مادرش برو حکیمہ بیگویند  
 کہ بعد از ان پیش ابو محمد حسن عسکری رضی اللہ عنہ  
 آدم مولود ما پیش سے دیدم و اور انور سے د  
 غلطی دیدم کہ کل من تمام گرفتار او شد گفتم سیدی  
 ہج علی داری بحال این مولود مبارک کہ آن عالم  
 بمن القا کنی گفت یا حمہ این مولود منتظر است  
 کہ ما بدین بشارت دادہ بودند حکیمہ گفت  
 پس من بر زمین افتادم و بشکر از ان بسجود  
 رفتم دیگر نزد حسن عسکری آمد و رفت میکردم  
 روزے نزدیک من و دوسے آدم مولود دوسے مادریم  
 گفتم اسے مولاسے من آن سید منتظر ما چو شد  
 گفت آن را سپردم بآن کس کہ مادر موسے  
 پسر خود را بسوسے اور سپردہ بودہ



: بان مبارک دہن اقدس میں اس بچہ کے دیدی ۔  
 اور دہنے کان میں آذان دی اور بائیں کان میں اقامت  
 فرمائی پھر امام نے جناب حکیمہ سے کہا کہ اس بچہ کو کسکی  
 ماں کے پاس لیجائیے چنانچہ وہ جناب زہرا کے  
 پاس لائیں پھر حکیمہ کہتی ہیں کہ میں امام کے پاس آئی  
 تو میں نے اس بچہ کو آپ کے پاس دیکھا اور ایک خاص  
 عظمت اور خاص نور اس بچہ میں نظر آیا جس کو دیکھ کر  
 میرا جذبہ ادھر اور زیادہ ہوا میں نے امام سے کہا کہ  
 میرے سردار آپ کو کچھ اس بچہ کے متعلق علم ہے اگر ہے  
 تو مجھے بھی بتائیے ۔ امام نے فرمایا کہ اسے بھوپتی  
 یہ وہی ”مولود منتظر“ ہے جس کی بشارت دی جا چکی ہے  
 حکیمہ فرماتی ہیں کہ یہ سن کر میں نے سجدہ شکوہ کیا ۔  
 اور چلی گئی ، میں اکثر اوقات امام کے پاس آمد و رفت  
 رکھتی تھی ایک روز جو آئی تو میں نے اس بچہ کو  
 وہاں نہ دیکھا تو میں نے پوچھا کہ اسے میرے سردار  
 وہ ”سید منتظر“ ہمارا کہاں گیا ۔ امام نے جواب  
 دیا کہ اس بچہ کو اس ذات نے سپرد کیا ہے جس کو  
 مادر موسیٰ نے اپنا بچہ (جناب موسیٰ کو) سپرد  
 کیا تھا ۔

## جمال الدین محدث کی عبارت

یہ وہ ہیں جن کی اضلیت کے قائل داخل قاری روضۃ الاحباب میں اور ملا یعقوب لاہوری خیر جاری شرح صحیح بخاری میں ہوئے ہیں اور عبدالحق دہلوی نے مدارج النبوت میں ان کو کمال فضل علما اور مشائخ کبار میں گنا ہے۔

کہتے ہیں "کلام در بیان امام دوازدهم ہون  
محمد بن الحسن تولد پایون آن در درج ولایت  
وجہ ہر معدن ہایت بقول اکثر اہل روایات  
در مقصفت شعبان سن خمس و خمسين و ائتين  
در سامو اتفاق افتا و تحمل فی الثالث العشرین  
من شهر رمضان سنہ ثمان و خمسين و ائتين  
مادہ آن عالی گوہرام ولد بدو مسامہ و بصقل  
باسون و قیل زجس و قیل حکیمہ و آن امام  
ذی الاحترام در کینت و نام حضرت خیر الانام  
علیہ وآلہ تحف الصلوٰۃ والسلام موافقت  
در دو و ہمدی منتظر خلف الصالح و صاحب الزمان  
در اتحاب او ختم است و در وقت وفات  
چہ ریز نگار خود بردایت ماول کہ بصحت و قوت  
چہ سالہ بود و بقول ثانی دو سالہ در حضرت  
واہب العطا یا آن شگیدہ نگار اہل بیت علیہم و آلہم  
سلام انشر علیہا در حالت طفولیت حکمت

یہ کلام امام دوازدهم محمد بن حسن (عجل الصفر) کے  
باسے میں ہے، گوہر درج ولایت اور ہر معدن  
ہایت بقول اکثر اہل روایات نصف شعبان  
سنہ چہری کو سامرہ میں پیدا ہوا اور ہمدی نے  
کھا ہے کہ نہیں بلکہ تیس رمضان سنہ چہری  
میں آپ کی ولادت با سعادت مقام سامرہ میں  
ہوئی آپ کی والدہ گرامی کا نام میقل یا سون  
یا زجس تھا اور آپ امام ولد حسین - اود حضرت  
حجت امام ذو الاحترام کی کینت اور نام  
بالکل وہی ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم کا ہے۔ آپ کے لقب میں ہمدی منتظر  
خلف صالح اور صاحب الزمان ہے، آپ کی عمر چہ  
چہ ریز نگار کی وفات کے وقت بتا بر روایت اول  
چہ صحیح ہے، پانچ سال کی تھی اور بتا بر روایت ثانی  
دو سال کی تھی جناب باری عزہ نے آپ کو بچہ  
اور ذکر با علیہما السلام کی طرح بچنے میں حکمت

کرامت فرمود و در وقت صبا بر تہ بندرامت  
 رسانید و صاحب الزانی عہد مہر خلیفہ کردند  
 خمس و ستون یا سہ ست و ستون یا ستین  
 علی اختلاف القولین و سر و آب سر من راے  
 از نظر فرق بر ایا قائب شد ۹  
 ارامت اگر است فرمائی قہی اور من شہابی چہ نامے  
 عطا فرمائی قہی اور حضرت صاحب الزمان یعنی  
 جناب ہمدی دوران عہد دولت معتمد عباسی میں  
 ۲۵۵۰ سالہ سلطنت پوری میں خوار سر من راے  
 راے اور ہمیں نگاہ ظن سے غائب ہو گئے۔

ابو عبد اللہ محمد بن یوسف محمد نجی شافعی صاحب کفایہ الطالب کی عبارت

علی ما نقل عنہ الموالف والمخالف  
 من الدلالة علی کون المہدی  
 باقیامند غیبیہ الی لان انہ  
 لا امتناع فی بقاء کبقاء  
 عیسی بن مریم والخضر و  
 الیاس من اولیاء اللہ وبقاء  
 اعدو الدجال و ابلیس  
 اللعین من اعد اللہ و ہولاء  
 قد ثبت بقاء ہم بالکتاب  
 والسنة الی اخر ما ہومذکور  
 فی کتب الاصحاب و کتب  
 اہل الخلاف لکشف  
 الغمۃ الخ۔  
 موافق و مخالف دوست و دشمن ہر ایک نے  
 ان دلائل کو نقل کیا ہے جن سے پتہ چلتا ہے کہ  
 حضرت حجت (عجل اللہ فرجہ) روز غیبت سے  
 نیکو آج تک باقی اور موجود ہیں اور اس بات کا  
 ذکر کیا کہ آپ کے اس طویل بقا میں کوئی امتناع کا  
 پہلو نہیں نکلتا اور نہ یہ محال ہے جیسے حضرت خضر  
 اور جناب الیاس پیغمبر خدا اور اولیاء خدا  
 میں سے آج تک باقی ہیں اور یہ وہ ہستیائیں ہیں  
 جن کی بقا کتاب خدا و در سخت رسول و فرسوں سے  
 ثابت ہیں جیسا کہ کتب اصحاب اور کتب اہل فطن  
 و ذہن میں اس بات کا تذکرہ ہے، اولیاء خدا  
 میں سے پیغمبران مذکور اور اعدائے خدا سے  
 اعدو دجال اور ابلیس زندہ اور اب تک باقی ہیں



## عبارت سبط بن ابی حمزہ صاحب تذکرہ

هو محمد بن الحسن بن علی بن محمد  
بن علی بن موسی بن جعفر بن محمد  
بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب  
علیہم السلام وکنیتہ ابو عبد اللہ و  
ابو القاسم وهو الخلف الحجۃ اللہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم

آپ محمد بن حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسی  
بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب  
بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب آپ کی کنیت ابو عبد اللہ  
اور ابو القاسم ہے۔ آپ ہی "خلف حجت"  
صاحب الزمان، قائم منتظر باقی، اور آخر الزمیں

## عبارت نور الدین بن سباع المالکی صاحب فصول مہمہ

الفصل لثانی عشر فی ذکر ابی  
القاسم محمد الحجۃ الخلف الصالح  
ابن ابی محمد الحسن الخالص و  
هو الامام الثانی عشر تاریخ ولادته  
حوالہ امامتہ و ذکر طرف من  
اخیارہ وغیبہ و مدۃ قیامہ  
وقیام دولتہ و ذکر نسبہ و کتبہ  
ولقبہ وغیر ذلک۔

ابوین فصل تذکرہ میں ابو القاسم محمد، یعنی حجت  
و خلف صالح کے جو بیٹے ہیں ابو محمد حسن عسکری کے  
اور آپ بارہویں امام ہیں اور یہ فضل جو لکھی  
جاتی ہے آپ کی ولادت، دلائل امامت، آپ کے  
اخبار، آپ کی غیبت، آپ کی مدت قیام، مدت  
حکومت، تذکرہ نسب، کنیت اور لقب وغیرہ  
سے متعلق ہے۔

ابن خثاب نے اپنی کتاب میں حضرت امام رضا  
علیہ السلام سے نقل کر کے لکھا ہے کہ فرمایا کہ خلف  
صالح اولاد ابو محمد حسن عسکری سے آپ ہی ہیں  
اور آپ ہی صاحب الزمان ہیں اور قائم مہدی  
بھی آپ ہی کی ذات ہے۔ لیکن وہ نص امامت

در وی بن الخثابی فی کتابہ موالیہ  
اہل بیت یرفعہ بسندہ الی علی  
بن موسی الرضا علیہ السلام انہ  
قال الخلف الصالح من ولد ابی

محمد الحسن بن علی وهو صاحب  
الزمان والقاسم المهدی امام  
النض علی مامته من حجة ابیہ  
فروی محمد بن علی بن جلال قال  
خرج الی امرابی الحسن العسکری قبل  
مضیه بسنتين بخیر فی بالخلف من  
بعده وعن ابی هاشم الجعفری  
قال قلت لابی محمد الحسن بن  
علی جلالک ینعنی عن سألک  
افتادنا الی ان اسبأک فقیال  
سل فقلت یاسندی هل لک  
ولد قال نعم قلت فان حدث  
حادث فابن اسال عنه قال  
بالمدينة ولد ابو القاسم محمد  
الحسن بن الحسن الخالص سب من رآه  
لیلہ النصف من شعبان سنة  
خمس وخمسين ومائتين من  
هجرة النبوتیة ..... وهذا طرق  
یسید صاحبوا من النصوص من الکلاذ  
علی لامام الثانی عشر عن لائمة  
الثقة والروایات فی ذلك

محمد آپ کے پدر بزرگوار کی طرف منسوب ہیں یہی روایت  
کی ہے محمد بن علی بن جلال نے کہ امام حسن عسکری  
کی توسیع آپ کے وفات سے دو سال پہلے  
میری طرف یوں لکھی کہ میرے بعد خلف قائم حضرت علی  
اور خاتم جعفری نے کیا کہ میں نے حضرت ابو محمد سے  
عرض کیا کہ آپ کی جلالت شان مجھے سوال کرنے سے منع  
ہو گیا آپ مجھے اجازت دین کے کہ میں آپ سے کچھ  
سوال کروں آپ نے فرمایا ”پوچھو چاہتے ہیں“ میں نے  
عرض کی کہ اسے میرے آقا آپ کے کوئی فرزند ہے  
کہا ”ہاں“ میں نے پوچھا کہ اگر کوئی ضرورت پیش  
آئے تو ان کو کہاں پائوں؟ فرمایا عربیہ میں۔

حضرت ابو القاسم محمد بن حسن خالص سلمہ بنی  
نیر شبان شمس میں پیدا ہوئے اس کے بعد  
کہتے ہیں۔

کہ وہ سل طریقہ کچھ کچھ بن ذکر کئے گئے انہ ثقات  
سے جن میں وجود حضرت حجت کے دلائل پائے  
جاتے ہیں اور روایات اس باب میں بہت زیادہ  
ہیں اور اخبار انور میں ہم نے اس کے تذکرہ سے  
عمداً اعراض کیا ہے، اصحاب حدیث نے ان کو  
اپنی کتابوں میں جگہ دی ہے اور ان کے جمع کرنے میں  
توجہ و اعتناء سے کام لیا ہے۔

کثیرۃ والاحبار شہیدۃ اضربنا  
عن ذکرہا وقد رولھا اصحاب  
الحديث فی کتبہم واعتنوا  
عجبہا ..... قال بعض  
العلماء المہدی ہوا المقام المنظم  
وقد بقاعدت الاخبار علی  
ظہورہ وتظاہرت الروایات  
علی اشراق نورہ وسیسفر  
ظلمۃ الایام واللیالی بسفوفہ  
وتجلی برویتہ الظلم اخلاء الصباہ  
عن دیجورۃ یخرجہ من اسرار العینہ  
فیلاء القلوب بسرورہ ---  
--- وخلف ابو محمد الحسن  
رضی اللہ عنہ من الولد ابنہ الحجۃ  
القائم المنتظر لدولۃ الحق -  
بعض علماء کہا ہے کہ مہدی وہی قائم خضرین -  
آپ کے ظہور پر دلائل کرنے والے ایسے اخبار و جوہرین  
جو کثیر ہیں اور ایک خبر دوسری خبر کی مؤید سے اور  
یہ ہیں ایسے روایات پائے جاتے ہیں جو طرح نور  
حضرت سے خبر دیتے ہیں اور اس بات کی خبر دیتے  
ہیں کہ آپ کے ظہور پر دوسرے زمانہ کی تاریکیاں نور  
جو جائیں گی۔ اسی طرح جیسے تاریکی شب اتوار سے  
اور اس بات کی بھی روایات خبر دیتے ہیں کہ پردہ  
غیبت سے ظاہر ہو کر کعب مؤمنین کو مسرور فرمائیگی  
ابو محمد حسن نے اپنے بعد آپ ہی کو چھوڑا اور آپ  
ابن امامہ و حجت قائم خضر و دولت حق کے لیے ہیں۔  
آپ کی ولادت اور امام ولادت مصوبت وقت اور تہنیت  
زمانہ کی وجہ سے پوشیدہ رہا کیونکہ خوف سلطان تھا  
اور بادشاہ وقت سرائیان اہل بیت کے صبر و قتل  
میں کوشاں تھا۔

”اہل سنت و الجماعت کیلئے مشکوٰۃ شریف کی روشنی میں صحاح کی گواہیاں“  
یہ تو علماء اہل سنت کے اقوال اور ان کی عبارتیں تھیں جو خوفِ طغی کے انداز سے پیش کی گئیں  
اب تذکرہ علماء اہل سنت کو چھوڑ دو اور ان کے تاریخی بیانات کو الگ کر دو ”ذرہم ..... الایۃ۔“  
اب اپنی صحاح پر نظر کرو اور اس میں وہ احادیث دیکھو جو اس مطلب پر کافی روشنی ڈالتی ہیں اور رسول  
کی طرف منسوب ہیں۔ تم ہم پر حجت کے واقعات و ازامی حقیقت سے غافل نہ رہو حالانکہ تمہارے علماء  
میں سے قائل ہیں میرا کہ اجماعی ابھی میں بیان کر آیا ”سلیٰ ہذا من استلث الاکلا“ پہلے اپنی

آنکھ کا خیر نکالو۔

ہم تو بالکل رحمت کے قائل ہیں امام کی فیبت کے مقتدا کے طول عمر کے دعا گو اور اس کے جان نثار کی دعا دعویٰ کرنے والے اور خدا میں ان میں شمار کرے اور زمرہ جان نثار ان میں ہم ایسے ذیبا سے بے مقتدا شمار کر لے جائیں، اور انشا اللہ ایسا ہی ہوگا کیونکہ طرہ یونسون! انیب ہمارے ہی دستار اطاعت کے لیے شایان اور ہمارے ہی تلج غلامی کے لائق ہے۔

قرآنی کو جس کا ایمان بالانبیاء مقدم ہے اور جن سے قرآن مجید پناہ مانگا رہا ہے کیونکہ وہ ہدایت کا بیڑا ایسے ناہنجاروں کے لیے نہیں اٹھا۔ اچھا اگر یہ واقعات غلط تھے تو صحاح کو کیا ہو گیا تھا کہ ان میں ایسے احادیث جو اس مطلب کی تائید کرتی ہیں درج نہ کیا حقیقتاً صحاح کی احادیث نہ احادیث الضعیف استھماہ کے مصداق ہیں۔

عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ انما يحب اليك من اهل بيتي  
عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول نے فرمایا کہ دنیا جانتین سکتی جب تک کہ عرب پر حکومت اس شخص کی ہو جو میرے اہل بیت سے ہوگا۔ ترمذی اور ابو داؤد نے اس کی روایت کی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اگر دنیا کا سرور ایک ہی حق باقی ہوگا جب بھی خدا اُس کو امتنا بڑھاویگا کہ ایک شخص میرے اہل بیت میں سے یا مجھ سے آئے اور آئے مکران ہو اُس کا نام میرے نام کی طرح ہوگا یہ زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح سمور کرے گا جیسے وہ ظلم و جور سے لبریز ہے۔

ابن مسعود سے روایت ہے کہ حضرت رسول نے فرمایا کہ میری چوڑی پیشانی اور بلند ناک میرے شخص ہوگا اللہ يقول لصلی من عتقی من اولاد فاطمہ جزمین کو عدل و انصاف سے سمورے گا جیسا کہ وہ

ظلم جو رستہ پھری ہوگی۔ یہ شخص سات برس تک  
حکمرانی کرے گا۔

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول نے فرمایا  
کہ اس آیت پر ایک وقت میں بلانا زل ہیجی اللہ ہی  
کہ لوگوں کو جانے پناہ نہ بسرے گی جاکہ کوئی شخص  
ظلم سے بچ سکے۔ ایسے وقت میں خداوند عالم ایک  
شخص کو میری محنت اور میرے اہل بیت سے بھیجے گا  
وہ زمین کو انسان سے اسی طرح بھر دے گا جیسے کہ  
وہ ظلم جو رستہ ملو ہوگی۔ سات آٹھ یا نو برس  
آپ کی زندگی اس کے بعد جوگی حاکم نے اس کو اپنے  
مستدک میں لکھا ہے۔

ثوبان سے روایت ہے کہ رسول نے فرمایا کہ نبی تم  
سیاہ جھنڈے خراسان کی طرف سے آتے ہوئے دیکھو  
تو ان کی طرف بڑھو کہ ان میں خلیفہ خدا مہدی ہو  
احمد نے اس کی روایت کی ہے اور بیہقی نے دلائل البیۃ  
میں لکھا ہے۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول  
اللہ صلعم المہدی منہ جلی الجبۃ  
اقول لا نفع لایلا ولا ارض قسطا وعدلا کما  
سلئت ظلماء وجوراء ملک سبع سنین  
رواہ ابو داؤد مشکوٰۃ  
عن ابی سعید الخدری قال ذکر رسول  
اللہ بلا بعیب ہذا الا متحق لا یجد  
رحلی ملجاء بلجاء الیہ من الظلم فیبعث  
اللہ رجلا من عترتی و اہلبیتی فیہ  
الارض قسطا وعدلا کما امتئت ظلما  
وجور الیعیث فیہ سبع سنین او ثمان  
سنین او ثمان سنین رواہ الحاکم فی مستدرک  
عن ثوبان قال قال رسول اللہ اذا رأیتم  
رايات السود من قبل خراسان فاقوہ  
فان فیہا خلیفۃ اللہ المہدی رواہ  
احمد و بیہقی فی دلائل البیۃ

ایسی ہی ہزاروں روایتیں مشکوٰۃ وغیر میں موجود ہیں جو رحمت کا بہتہ دے رہی ہیں اور قرآنی  
آیت ”اعلمہم یرحون“ اس مطلب رحمت کو اور بھی واضح کر دیتی ہے، کاش تمہارا ایمان قرآن  
پر جو تاویز پر تھامی ہدایت کے لیے آمادہ نظر آتا۔ اس سے زیادہ اگر دیکھنا ہے تو اسی ”مشکوٰۃ میں  
باب شرائط السامہ“ دیکھو تعین خیال کا خروج عیسیٰ کا ظہور امام ثانی عشر کا ظہور اور عیسیٰ کا ظہور  
میں الرکن والتمام اور ان کی بیعت امام ہمام محل الشہ فیہ سے یہ سب کچھ نظر آئے گا۔ میں ان تمام

ہون کر ہمیشہ تفصیل خود طول کی وجہ سے نہیں لکھتا۔ پھر تعین بتاؤ کہ تمہاری مانی ہوئی رجعت  
میں کون سا اسلام نظر آتا ہے اور ہماری سلمہ رجعت میں کون سا کفر دکھائی دیتا ہے جس وجہ سے  
تقراری تھے وہی آخر تمہارے گلے پڑی۔ عجیب ہے مصلحت من و تدانی ہو تک و حاصل  
احد ہمارے استہ

## امکرا وانت فی الحدید

عبد بن اسباط بن محمد القرشی نا  
ابی ناسفین التوری عن عاصم بن  
عبدلہ عن زر عن عبد اللہ قال قال  
رسول اللہ لا تذہب لذلک ما یحتسبک  
العرب رجل من اہلبیتی یواطی امہ  
امہی و فی الباب عن علی و ابی سعید  
وام سلمہ و ابی ہریرہ ہذا حدیث  
صحیح قال عاصم نا ابو صالح عن ابی ہریرہ  
قال لولم یبق من الدنیا الا یوما طویل  
اللہ ذلک الیوم حتی یلی رجل من  
اہلبیتی یواطی سمہ امہی - ترمذی ۲۷۱  
عبد بن اسباط نے مسئلہ مذکورہ روایت کی ہے  
کہ اس کتاب مسلم نے فرمایا کہ دنیا اس وقت تک ختم نہیں  
ہوگی جب تک عرب کا ایک ایک شخص میری  
عزت اور میرے اہلیت سے نہوے۔ اس کا  
نام میرا نام ہوگا۔ یہ حدیث رواۃ کے نزدیک  
حدیث حسن صحیح ہے۔  
عاصم نے ابو صالح سے اور انھوں نے ابو ہریرہ سے  
روایت کی ہے کہ رسول نے فرمایا کہ حیات دنیا کا اگر  
صرف ایک ہی دن باقی ہوگا تو خدا اس کو طویل کرے گا  
اتنا کہ میرے اہلیت میں سے ایک مرد مکران ہو  
جس کا نام میرے نام کی طرح ہوگا۔

یہ تمام احادیث بمنزلہ برے از بسیار سے دیکے از ہزار سے ہیں۔ تم اپنی صحاح و دیوب کچھ نظر  
آئے گا۔ بخاری، سنائی، ترمذی اور مسلم وغیرہ میں ان احادیث کا تذکرہ موجود ہے۔ اسی طرح جیسے  
صحابہ کبار کی رحمتیں اس میں لکھی ہوئی ہیں بیت الاسکاف فیہ من کل جلد دفعہ سوچی کے  
گھر میں ہر قسم کے چرٹے کا بیوند ہے۔ یہ کیا کہ جو احادیث میں صحابہ میں ہیں وہ صحیح ہیں اور جو ہمارے  
مطالب کی سہولت میں وہ صحیح نہیں، بلکہ ہوا اس تعصب کا جو صحاح پر حرف لاتا ہے۔

## اَبْدُلُ الصَّرِيحِ عَنِ الرَّغْوِ

الحمد لله کہ ہمارے ایمان بالانسیب اور رحمت یقینی پر دشمن کے اقوال شاہنکے اور کتب مخالفات سے اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ ہمدی آخر الزمان مجمل الشرفیہ کا ظہور و رحمت اسی طرح برحق ہے جس طرح کہ قیامت کا آنا اور عیسیٰ کا نزول اور اُن کی ہیئت امام بہام سے اسی طرح یقینی ہے جس طرح اہل سنت کے نزدیک گھوگر وائے خدا کا نزول شب جمعہ فلک اہل پر۔ یوچین و حال کا خروج اسی طرح حتمی ہے جس طرح ظالمین حق اہل بیت کی تہذیب اور اُن کی سزا۔

## حدث من فيك كحدث من فرجك

ملیک کا خواب اور محمد کا اعتراض

”حضرت زہرا خاتون جن کا نام نامی ملیکہ تھا اور جیشوعا قیصر روم کی دختر نیک اختر تھیں اور جن کی والدہ حضرت ثمنون الصفادسی حضرت عیسیٰ کی اولاد سے تھیں۔ ان کے نکاح کے واقعہ کو جس کو علماء اہل تشیع نے لکھا ہے کہ اس کی ابتدا خواب میں ہوئی اور حضرت عیسیٰ مع حواریوں کے خواب میں تشریف لائے اور بعد اس کے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نزول اجلال ہوا اور انھوں نے حضرت عیسیٰ سے ان کے دسی کی بیٹی زہرا خاتون کی نسبت عقد اپنے دسی کے بیٹے یعنی امام حسن عسکری سے چاہی جو قبول ہوئی“ یہ خلاصہ ہے اس روایت کا، پھر اعتراض ملحد یہ کہ ”یہ تمام واقعہ خواب کا ہے اور ناظرین اسے ضرور ملحوظ رکھیں“

”یہ بات قابل غور ہے کہ حسن عسکری سے ملنے کے لیے اسلام ضروری ہوا لیکن نکاح

بنیہ اسلام لانے کے ہو گیا“

بیان الشریک اہمقاہ اعتراض ہے، اس کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ دنیا کا مسئلہ ہر اوقات اگر

دعا بے صداقہ ہے تو قطعی اور یقینی ہوتا ہے اگر ایسا خواب دیکھا گیا تو اس کا وجود خارج میں بھی ہوا،

یہ تو ہمارے مطلب کے مؤید بات ہے جس میں کوئی اعتراض کا پہلو نظر نہیں آتا۔

اس واقعہ میں محترق کو دو چیزیں قابل اعتراض نظر آتی ہیں ایک تو خواب کا اسلام دوم خواب کا نکاح بہر حال خواب میں نکاح ہو جانے سے یہ تو کہیں ثابت نہیں کہ وقوع نکاح بھی خواب ہی میں ہوا ہو لہذا وقوع نکاح بعد اسلام ہی ہوا ہو گا اور یقیناً ایسا ہی تھا۔

انبیاء و اوصیاء کے خواب یا وہ ذات جو منتخب مجاہد رب العزت ہوں ان کے رویا دیئے نہیں ہوا کرتے جیسے غوام کے خواب ہوتے ہیں بلکہ ان کے معاد اور ان کے نتائج قطعی الوقوع ہوتے ہیں۔ بہت سے مقام پر نبوت کا اساس ٹھہرنے اسی خواب ہی پر نظر آئے گا جو قطعی الصدور ہوا اور جس کی تفسیر یقینی ٹھہری۔ بہت سے مقام پر خواب عالم واقع کی تصویر کشی کرتا ہے مگر کور باطلوں کی سمجھ میں یہ باہم نہیں آسکتیں۔

قرن مجید کو دیکھو اور اس سے سبق لو خلیل اللہ کہتے ہوئے دکھائی دیں گے یا نبی کافی انہی فی المنام انی اذبحکم یثیلا اسمعیل جیسے میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں پھر بیٹے کا جواب سنو یا ابت افضل بما تو موسیٰ سجد فی اقتار اللہ من احبابہ میں بابا جو کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کیجئے مجھے انتظار اللہ صبر کرنے والوں میں سے پائین گئے جانتے خواب واقعہ ہو کے رہا اور ابراہیم نے اسمعیل کو ذبح کرنا چاہا جس سے معلوم ہوا کہ خواب خواب نہ تھا بلکہ عالم واقع اور عالم خواب میں ان ذوات کے نزدیک کوئی فرق نہ تھا۔

اسی راہ قرآنی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ملکہ کا خواب بھی سمجھو اور ملاحظہ ہو کہ خواب الماسی حیثیت رکھتا تھا جس کا وقوع چاہا یا رہی کے نزدیک ضروری تھا اور وہ ہو کے رہا۔

ہمان تو اہل عقل کو کوئی مسئلہ انگیز چیز نظر نہیں آتی یہ تو قوتوں کا کوئی ذکر نہیں البتہ خلافت خانہ ساز سے جو خواب متعلق ہے وہ ان ضرورت عقل کے قوت کے آواز میں گونج رہی ہیں اور اگر مشرک ہو تو اپنے گویا میں منہ ڈالو اور خلافت خانہ ساز کے دماغ پر غور کرو کہ اس کی نزدیکان پڑتی ہو اور جہد سفاد انانی فتنہ کیوں کر وقوع میں آتی ہے



## مِنْ يَزْرَعُ الشُّوْكَ لَا يَصْلُهُ بَابُ الْعَفَا

کاشتے ہوئے درخت کو گڑبلا نہیں پہنچتا

عن جابر بن عبد اللہ  
انہ کان یحدث ان رسول اللہ  
قال رای اللیلۃ رجل صالحا ان  
ابا بکر یخطب رسول اللہ وینظا ابی  
بکر عمر وینظا عبید بن جراح  
ابو جابر بن عبد اللہ سے روایا ہے کہ رسول نے بیان فرمایا کہ ایک مرد صالح نے خواب میں دیکھا کہ ابوبکر رسول اللہ کی طرح کھڑے ہوئے ہیں اور عمر سے لگے ہوئے ہیں اور عبید بن جراح سے لگے ہوئے ہیں (عمر سے لگے ہوئے ہیں اور عبید بن جراح سے لگے ہوئے ہیں)۔

ازالہ اخطا ص ۳۳ و شکوۃ مناقب عمر ابی جراح (سرکس کا منظر ہے)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ یہ کس قسم کا خواب تھا جس سے خلافت پیدا ہوئی۔ شک ہے خدا کا کہ اس خواب میں جو حق خلیفہ کا ذکر نہیں کیا وہ ان کی خلافت نہ تھی بلکہ وہ خلافت منصوب من اللہ تبارک و تعالیٰ تھی۔

## ”عالم خواب کا عالم واقع سے تعلق“

ابدی اللہ شواہد

”مشرقی نے پارچا زندہ کر دیا“

یہ خواب جو میرے ناظرین سید بن سید علیہ السلام سے انشاء اللہ علمائے اہلسنت کے حقائق و تنبیہ و واقعہ نگاری، اور عالم امام شافعی کی حیا پر ایک تیز روشنی پڑے گی، خصوصاً اس وقت جب مستشرقین روایا سے اس خواب کی تفسیر و ترویج کر رہے ہیں تو الذکر عیدنی و ابوالمنشی نقض ہی کا نہیں بلکہ کچھ بید نہیں مگر مجاہد۔ خواب میں وہ روشنی خیالی ہے کہ آتی تو یہ اس خواب کا نقل کرنے والا کوئی طباع عوامی تھا کیونکہ اس نے مشرقی دوائے خواب کو ”مصابیح الظلم“ میں لکھا ہے چنانچہ علامہ ذمیری اپنی کتاب حلیۃ المؤمنین جلد اول مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۰۷ پر رقمطراز ہیں۔

وفي مصابيح الظلم قال بن عبد الحكم لما حصلت ام الشافعي به رأت



ہے مجسم وحدانیت جس کے اعتقاد کے لیے اہل سنت و آخوند کثادہ ہیں اور یہ ہر اس غیر مری ذات کی تجسیم سے اس قدیم ذات کے حادث کلام سے ملتا ہوا ہے و لکن جن کے قائل ہیں اس کے لیے حادثہ کو پہلے ہی جائز قرار دینا ہے۔ مدہ شب جمعہ نزول کیسا اور خواب میں آنا کیسا۔

ولیس هذا باول قارورة آتایون کے ہاتھوں ہی پہلو شیخہ نہیں جو اسلام کسرت فی الاسلام میں پکنا چو رہا ہے

### تیسرا خواب

عن بن عمر قال سمعت رسول اللہ یقول بنیانا انا ناهاتیت یقہا لین فخریت حتی فی عمر فاری الری یخرج فی اظفارہ ثم اعطیت فضلی عمر بن الخطاب قالوا انما اولتمہ یا رسول اللہ قال لعلم "کتب احادیث" عمن کی بھڑکی کی کیا تعبیر کیا یہی علم

بحان اللہ ان خوابوں کا کیا کہنا اور ان کی صداقت کا کیا ذکر دنیا سے اعتقاد میں ان خوابوں سے چاہے جتنی بچل ہو جاوے مگر ظاہر ہے کہ عالم عقل کے فضلاء اس سے کوئی اثر بھی نہیں پیدا ہوتا۔ مگر یہ دیکھتے جاتے ہیں گے کہ عالم خواب عالم واقع سے کس قدر مطابقت ہوتا جاتا ہے۔ کہیں مفسر ہی برج فرج سے نکل کے علامہ بناتا ہے کہیں قدر شیر علم دیتا ہے، کہیں خواب خلافت ثابت کرتا ہے۔

مگر افسوس اتنا ہے کہ حضرت عمرؓ کا ایمان، علم، ملاحفت یہ سب کچھ خواب ہی میں طبعاً تھا، اور اس قدر یقینی یہ خواب ہوتے تھے کہ آج دنیا سے اہل سنن ان سے استدلال کرتی ہے اور عالم واقع کی تاریخ میں مدح کر دیئے گئے ہیں۔

دوسرا نمونہ اس بات پر ہے کہ حضرت رسالتؐ کی تعبیر کہ اس "پیالہ شیر" سے علم مژدہ ہے

اگر علم رسول مراد ہے تو صحیح و درندہ حضرت عمر کا علم مراد ہے تو پوسخت رسالت اس تعبیر میں چمک رہا ہے کیونکہ حضرت عمر کا جیسا علم تھا وہ ایک دنیا جانتی ہے۔ سورۃ بقرہ کو ملاحظہ کیجئے ”کَلَامٌ وَاٰیٰتٌ مِّنْ حَقِّهِ“ معنی کی جہالت پر نظر کیجئے ”کُلُّ النَّاسِ اِفْقَسُ مِنْ حَمْرٍ“ کو دیکھیے پھر اس میں ”حَقِّهِ النَّاسُ“، اضافہ ملاحظہ کیجئے اس سے آپ کے تبصرہ علمی کا کافی ثبوت ہم پہنچتا۔

## ایک چوتھا خواب شیر کا پیشہ

ما استباق من عرضك للاسد جس نے تجھے شیر کے سامنے کر دیا اس نے میری رعایت کی  
خليفة ابو جعفر منصور کی ماں کے اندر ..... نہانی .... سے شیر نکالتا ہے اور عالم و آج عالم خواب  
سے مطابقت ہو جاتا ہے اس عورت کی مردانگی قابل قدر ہے۔

عن سلافه ام المنصور انها قالت رأيت  
لما حملت بابي جعفر كان اسدا  
اخرج من قلمي قاذبي وزاد وضوب  
بذنبه فاقلت اليه الاسد من  
كل ناحية فكلما انتهى اسد منها  
متعب له . (مروج الذهب ص ۱۰۱ حال ابو جعفر)  
سلاسل مادر منصور بیان کرتی ہیں کہ جب میں منصور سے  
حامل ہوئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے  
اند ..... نہانی .... سے گویا ایک شیر نکلا جو ایک گھس  
انرا سے بیٹھا اور ڈکارا اور اپنی دم پھٹھاتا جاتا  
تھا پھر اطراف و جوانب کے شیر اس کے قریب آنے  
لگے اور جو شیر آتا تھا اس کو سجدہ کرتا تھا۔

ان تمام خوابوں سے مطلب اچھی طرح واضح ہو گیا کہ تمہارا طبقہ وہ ہے جہاں خواب و خیال سے  
مذہب و ایستہ نظر آتا ہے پھر جب ایسا ہے تو تمہیں ان خوابوں پر جو معصوم سے متعلق ہوں اور جہاں  
سوائے صداقت کوئی دوسری شے نہ ہو مشککہ کا کیا حق ہے، دراصل ایک قرآن بھی شہادت دے رہا ہے  
جن کا ذکر کیا جا چکا۔  
(باقی باقی)

## ”دُر مکنون“

مدیح مولائے مودنان تملے نظر ان حضرت حجۃ محل الشرف

”اثر مدح“

ایک دن وہ تھا کہ تم تھے زینت بزم حجاب  
جلتے تھے تارِ نظر بھی بالِ ہمت کی طرح  
زیر پردہ مٹی فروزانِ شمع حسن بے مثال  
حسن جب تک زیر پردہ تھا اثر محفوظ تھا  
زخمِ دل ہستے ہیں کیونکر تھامیں اس سے بے خبر  
تیغِ ابرو کس طرح کھینچی ہے کیا معلوم تھا  
کس طرح چلتی ہے تیغِ سرمہ دنیا دار  
دل میں آتی ہیں تمنائیں یہ کیونکر صفت بہ صفت  
ابرو سے خمدار و خال و روئے روشن کی قسم  
کچھ نہ تھا معلوم فرشِ نور رخ پر روز و شب  
کس طرح ہوتا ہے دل ٹکڑے نگاہ ناز سے  
کس طرح اٹھتا ہے ماتے پر یہ طوفانِ ممکن  
بے زبانِ مٹتا ہے کیونکر عمدہ پینے مہربانی  
جس پہ ڈالیں یہ فکر و چشمہ تک سوتا رہے  
اس سے پہلے عشق کی راہوں سے میں واقف تھا  
کس طرح دل ڈوبتا ہے سوزِ بحرِ عشق میں  
گرتی ہے برقِ تبسم کس طرح سے قلب پر

رخ تھا پردہ میں نہان جیسے شکوفہ میں گلاب  
کر رہا تھا گردِ شبنم ابرِ تنک میں آفتاب  
پرورش پاتی تھی آتشِ لبِ زید و لہانِ سحاب  
جس طرح خنجر میں بریا بند مینا میں شراب  
تھا حجابوں میں مقید اہِ سام برقِ تاب  
تیر مژگان کس طرح چلتے ہیں بلکہ کامیاب  
اور ادا دے دوست اسکو کس طرح دیتی جواب  
کس طرح آباد ہوتا ہے دلِ خانہِ حسرتِ اب  
ایکٹا دیکھنے تھے نجم و ہلال و آفتاب  
گردِ مین لیتا ہے کیونکر گیسو دن کا بیج و تاب  
کس طرح جبینِ جبین بنتی ہے نیون کا جواب  
کشتیِ دل کس طرح سے ڈوبتی ہے زیرِ آب  
قلب تک کیونکر پہنچتا ہے پیامِ اضطراب  
ہجّ ہمیشہ کس طرح ہوتا ہے ان آنکھوں کا خواب  
میں نے دیکھا ہی نہ تھا برقِ تجلی کا جواب  
بھوتے ہیں کس طرح سے دل میں بجا لوں کے جواب  
کس طرح مسمومہ امید ہوتا ہے خراب

دنگس بیمار کرتی ہے بسر مرگان کے ساتھ  
اتنے کانٹوں میں اسے کس طرح سے آگاہ ہے خواب  
ہے غلٹ کیا چیز، ناواقف تھا مرگان کی قسم  
شع روشن زیر دامن نفی تو کیسا التساب  
داخل بھی دل میں نہ تھا مرنور ہے گواہ  
درد دل سے یہ خبر تھا پہلو دن کا انقلاب  
اشکباری سے نہ مطلب تھا نہ خونباری سے کام  
گو ہر مشورہ رخ پر تھے نہ تھا اصل مذاہب  
تیری زلفون کی قسم فاضل تھا شام بھر سے  
آج تک بھولا رہا اختر شامی کا حساب

مطلع

یہ بیان اُس وقت کا ہے جب نہ تھا کچھ اضطراب  
ہوش اب کیسا کہ تم ہو سامنے اور بے حجاب  
حسن مطلع

پردہ سے دل میں آیا دفعتاً اک انقلاب  
اب خدا ہی جانے تم نے کس طرح اٹلی نقاب  
آئینہ رخ کا دکھا کر تم نے حیران کر دیا  
ہو گیا مہوت، مجھ کو تو نہ غش آیا نہ خواب  
وسعت دنیائے دل آخر سمٹ کر رہ گئی  
اس طرح پھیلا ترا دامن تاثیر شباب  
جب نگہ پٹی تری دنیا تہ و بالا ہوئی  
مختصر تیری نظر پر تھا جہان کا انقلاب  
برق سی چمکی دل مضطر کہ جو تیرا لگی  
درد کے پہلو ہوئے پیدا بڑھایوں اضطراب  
دیکھ کر تباہ کیا اس سے عباد قلب ہر  
سر پہ بھرا ہو چکا ہے صن کا درخوش آب  
بے نقابی ہے بُری یا کیا؟ مگر اتنا ضرور  
رخ ہے بے پردہ تو گیسو کھا رہے ہیں بیخواب  
پردہ گیسو مٹا یعنی قیامت آگئی  
حشر اسی دن ہے کہ جب عجب سے نکلے انتخاب  
چشم مست اب بچو دنوں سے کیا شکایت کا محل  
واہین بیخانانے کے دبستی ہے ہر جانب شراب  
توڑے جاتے ہیں ہر اک سوسائز و میلے وضع  
دین حق ناکام ہے اور دین باطل کا حساب  
دستِ عالم ہوئی سمور ظلم و جور سے  
کھر گویا ہے مگر خاموش ہے حق کی کتاب  
جو ابھارے تھے نبی نے مٹ رہے ہیں وہ نقوش  
شرع ہے سبیل غرابت میں مگر نقشے برآب  
منجھکے ہو تباہ ہر سو دہر میں آیات کا  
معصفت صامت ہے گویا ایک پارہ کنز

ہوتی ہے تحریب اسلام اور تعمیر ضلال  
جیسے بھولے ہیں ”لردا الموت و ابنا للخراب“  
قلب میں اسلام کے اب پرورش پاتے کفر  
لغو ہے حقیقی، تو وہ ہم محض ہے لغو حساب  
ہے حلال دین حرام اور ہے حرام دین حلال  
کفر سے نفرت نہ منہیات سے کچھ اجتناب  
مطلع

جاو بجا آج ہر پردہ نشین ہے بے حجاب  
پردہ غیبت کے ساکن اب اٹ تو بھی نقاب  
مطلع

طالع سامرہ ہے بیدار گم ہے کیف خواب  
نہند اب کیسی برہمی تویر چمکا آفتاب  
دیکھ کر یہ رفت خائب زمین سامرہ  
کہہ رہا ہے آسان ”یا لیتنی کنت قواب  
تیرے ابرو کے اشارہ میں اُترتا ہے ابھی  
یہ ہلالی چرخ جو مدت سے ہے پاؤں رکاب  
نقطہ فاس فضیلت سے نہ آگے بڑھ سکے  
وہ ستارہ گھر میں اُترے یا کہ پلٹے آفتاب  
حکم رب سے شق ہو ادا رکبہ میں عیان  
تیرے دادا کی فضیلت کا ہوا یوں فتح باب  
کشت ایمان تجھے ہے سرسبز اس ہر کرم  
دیکھ کر تیری سخا میں ہفت قلزم آب  
دا تھا در تیری فضیلت کا حکم کسب یا  
چشم حق میں رکھتے ہیں تشنہ کا مان ولا  
تیرا فتح الباب اور دن کے گرد کا سد باب  
دہائے یمن نبوت اور امامت بیچ میں  
دور سے چمکا کہے بزم سفیفہ کی سراب  
وہ اپنے یمن نبوت اور امامت بیچ میں  
دیکھ لوں وہ دن کہ تو ہو سرگردہ قدسیان  
ہمنان تیرے کلیم اللہ عیسیٰ ہمسر کا ب  
پیشے پیچھے چرخ دالے آگے آگے آفتاب  
پیشے پیچھے چرخ دالے آگے آگے آفتاب

پشت پر ہو مالک ہر نبوت کا مزن

نور مبع آگے آگے یا علی یا بوزاب

مبلغ علی علیہ السلام نے اپنے زیر اہدات ایک سالہ ماہواری نکال ہے جس کا متن ”تلیق“ ہے۔  
مجھے یہ رسالہ بغرض یہودیوں میں نے اسکو دیکھا مضامین دھسپ اور مفید ہیں امید ہے کہ انشاء اللہ آجیہ یہ رسالہ  
اور کا باب صحت اختیار کر کے قیمت سالانہ چکر دفتر مبلغ کو بچھ کر جوہری محلہ کھڑے سے منگائیے۔

# ایک سرخ کی ڈائری

(بمسلسلہ ماسیق)

قسط سوم

یہ معلوم ہے کہ حضرت ہاشم کا سلسلہ نبویؐ گوہر نبوت کو اپنی ملک گمر و مرین اسی طرح مخفی کر رہا ہے، جس طرح امیہ کے سلسلہ کا کچا دھاگا ابو سفیان اور معاویہ ایسے خزانہ دیزون کو پروتا ہے مگر ہذا علیٰ فوات سائلغ بشرابہ و ہذا سلم اجالہم وہ آب فیض و خوشگوار اور یہ آب شہد و تلخ پر نظر کرنے والے زمین گلشن کے وحدتِ آفرین کو دیکھ کر بھی شجرہٴ غیث و طیب اور درختِ یتیم و زقوم، میں فرق بین اسی طرح سمجھتے ہیں جس طرح کاتون کو بچوں سے ممتاز دیکھتے ہیں، رشتہٴ اخوت و برکت کہ مخصوص نہوا سوقت تک نہ قابلِ قدر ہے نہ باعثِ فخر، البتہ کوتاہ بین ہستیانِ ظلمت کو ذوالدور بین سمجھنے میں کوئی باک نہیں رکھتین اور نہ ابوہل و ابوہلب عتبہ و عتبہ کو رشتہ کے اعتبار سے قابلِ مہم جانتے ہیں۔

معاویہ و غفلِ نساب سے پوچھتا ہے کہ عبدالمطلب اور امیہ کا وصفت بیان کر تو یہ بلا رو و رعایت یون بیان کرتا ہے۔

میں نے عبدالمطلب کو دیکھا ہے، اُن کا رنگ سرخ و سپید تھا، اُن کا قدم روانہ و ارلانبا تھا، اُن کے چہرہ پر نور کاوریاموچین سے رہا تھا، اُن کے جبین روشن بین نبوت کے نور سے آئینے نصب کر دیے ملتے، بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ آستانِ من پر انساب عالمِ تاب، امیہ سالیٰ میں مشغول ہے، اُن کے چہرے پر بادشاہی وقار تھا اور اُن کے حرکات و سکنات میں سلطانی و جبر، اُن کے گرد اُن کی دس اولادیں یون طلیق تھیں جیسے چاند کے گرد ستاروں کا بھر مسل، یہ دسویں بیٹے اپنے قوت و شجاعت میں شیرِ ہمیشہ معلوم ہوتے تھے، معاویہ نے کہا اچھا، اور امیہ، کہا ہاں، امیہ کو بھی دیکھا ہے، ایک بڑا آدمی چھوٹے قد کا جس کا جسم نہایت لاغر آٹھوں کا اندھا اسکا سکا غلام، ذکاوت اور دھڑکھینچتا پھرنا تھا۔



معاویہ نے کہا بس خاموش رہو، ذکوان "اے کاغلام نہ تھا بلکہ اس کا بیٹا تھا جس کا نام ابن حرقا وغفل نے کہا یہ تو وہ بات ہے جن کو تم لوگوں نے ایسا دیکھا ہے ورنہ درحقیقت ذکوان اس کا غلام ہی تھا تم لوگوں نے اس کو بیٹا قرار دے کے امیر سے لالچ کر دیا۔

درحقیقت وغفل نے جو کچھ بھی بیان کیا ذہبی صحیح تھا ذکوان امیر کا غلام ہی تھا اور اس بات کو ہیشم بن عدی نے اپنی کتاب للشاہب میں لکھا ہے کہ "ابو عمر بن امیہ" جو کہا جاتا ہے یہ درحقیقت ایک غلام امیر کا تھا "امیر نے اس کو اپنے سے ملحق کر لیا اور ان ذکوان سلسلہ نسب امیر میں آگیا۔ ذکوان کا استحقاق امیر سے دیکھئے اور زیادہ کا استحقاق ابو سفیان سے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ خنیفہ خاندان کیونکر لعنۃ اللہ علی داخل النسب و علی خارج النسب کے معنی بیان کرتا ہے اور کیونکہ یہ فرقہ اس عمل پر راضی نظر آتا ہے۔

اب ملاحظہ ہو آمنہ امیر کی بی بی تھی تھیں خطی ایسی لطیف ہے کہ جن جنس سے متاثر نظر نہیں آتی، اس عورت سے امیر کے پہلے جنس ذیل اولادین ہوئیں، حاتمی، ابو العاصی، ابو العیث، یونس، صفیر، تویہ، اور ادھی، جب امیر مر گیا تو اس کی بی بی اور اپنی ماں آمنہ سے ابو عمر بن امیر نے عقد کر لیا یہ وہی ابو عمر بن جن کا قصہ اوپر گزرا، اگرچہ ایام جاہلیت میں ایسا ہوتا تھا مگر سب سے پہلا شخص ایام جاہلیت میں ہی شخص تھا جس نے اپنی ماں کو اپنی زوجہ بنا یا جیسا کہ ابن ابی الحدید معتزلی نے لکھا ہے کہ ہو اولیٰ من تزوج ہامہ یعنی یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے اپنی ماں سے تزویج کی۔ اس سے آمنہ کے بیان ایک لوکا پیدا ہو جس کا نام "ابو میطہ" کو یا بچہ باپ کے بیٹے بھی تھے اور بھائی بھی بطرح جس طرح ابو عمر آمنہ کا بیٹا بھی تھا اور شوہر بھی۔

ابو میطہ کو رسالت اللہ نے قتل کروا دیا قتل ہوتے وقت اس نے پوچھا تھا کہ اے رسول اللہ میرے بچوں کے لیے کون ہو؟ فرمایا، آتش جہنم، نبین سے امیر المؤمنین علی بن ابیطالب کا وہ جملہ ہے جس میں آپ نے خاندان ہاشم پر فرمایا ہے اور فرمایا ہے مناسید اشباب اہل الجنہ ومنکمر صبیۃ النار، ہم میں سے قلم بچے ہیں جو سردار جہنم بہشت ہیں اور ہم میں سے وہ صبیۃ النار

لکھے گئے ہیں۔

ابو میطہ کو امیر المؤمنین ہی نے قتل کیا تھا اور نجلہ اور سلسلہ بن کے ایک سلسلہ عداوت بنی امیہ اور بنی ہاشم میں اس قتل نے بھی مستحکم کر دیا۔

اسی سلسلہ میں ایک عدو سے اکل پاک اور پیدا ہوتا ہے، یعنی ابو میطہ کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے جس کا نام عقبہ ابن ابی میطہ ہے، یہ بدر کے دن بحکم رسول قتل کیا جاتا ہے اور بعض مورخین ”صبیۃ النار“ کا واقعہ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

عقبہ بن ابی میطہ کی عداوت جو رسول سے تھی اس کے لیے صرف یہی واقعہ کافی ہو گا جو ابیہاں سیر سے لکھا ہے کہ آپ خانہ کعبہ میں ایک دن نماز پڑھ رہے تھے اور عقبہ وہاں آیا اور اُس نے اپنا عمامہ اُتار کے رسول کے گلے میں بھندھا ڈالا اور زور سے کہا کہ آپ کا دم گھٹنے لگا لوگ جمع ہو گئے جس میں حضرت ابو بکر بھی تھے اور یوں رسالتِ اکبر کو اس بلا سے ناگمانی سے نجات مل سکی۔

اسی عقبہ کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے جس کا نام ولید ہے یہ حضرت عثمان بن عفان کا بھائی ہے ان کی طرف سے کیونکہ اسی بنت عامر بن کریمان دونوں کی ماں تھیں جب عفان مر گئے تو اسی عقبہ کی زوجیت میں آئیں اور ولید پیدا ہوا اور خالد و عمارہ و م کلثوم بھی پیدا ہوئے صاحب عقد ذریعہ نے اس ام کلثوم کا بھی خطبہ حضرت عمر سے لکھا ہے۔ عثمان سے اپنی خلافت میں اسی ولید بن عقبہ کو جس کی نسبی حالت آپ کو معلوم ہو چکی، کو ذبح کا دلی بنا دیا، باوجود اس عداوت کے جو ان لوگوں کو رسول سے تھی، چنانچہ انھوں نے شراب پی اور ہشہ کی حالت میں مسلمان کی امامت کی اور نماز پڑھائی اور نماز میں کئی رکعتیں زیادہ بھی کر دیں۔

اسلام کے دشمن، رسول کے عدو اور شرع دین سے بغض رکھنے والے بنی امیہ ہی تھے

اور باتک پن، ان کے لیے شام کا کھانک پر درخش گاہ تھا اور کھانک شام کی طویل و عریض فضائیں ایسے ہی لوگ ہمیشہ پیدا ہوتے تھے جن کا ظاہر اسلام احمد جن کا باطن کفر پر وارد ہوا۔ ان باشندگان کی زندگی اسلام کی عینک اگر لگا کے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ بے حد تیرہ و تار ہے اور ایسی کہ گویا اسلام کی ضیا بارش عین کبھی اس غلط فہمی پر چلی ہی نہیں۔

ابن زبیر نے جب اپنی حکومت کا ارادہ کیا اور جب امام حسینؑ نے حسب الطلب کو خیانت کچھوڑا تو یزید نے ان منتخب دس آدمیوں کو جکی خمیر بغض اسلام و اسلامیات سے ہوا تھا اور زبان اہل شام میں ”رکب“ کہے جاتے تھے بیچا تا کہ ابن زبیر کے ارادہ خام کو درست کر دے۔ اس ”عشرہ منذرہ“ میں جو ”عشرہ مبشرہ“ کی ایک حد تک مثال تھی جلد شدہ بن عضۃ اشعری، روح بن زبایع جذامی، سعد بن حمزہ ہمدانی، مالک بن ہبیرہ سلولی، ابو کثیر سلکی، زبل بن عمر وعذری، عبداللہ بن مسعود یا مسعدۃ فرائزی، عبدالرحمن، شریک بن جلد شدہ کتانی اور عبداللہ بن عامر ہمدانی تھے، ان سب کا سرگروہ نعمان بن بشیر تھا۔

ان پروردگان کفر کی جبارتیں دیکھو کہ جب مکہ میں ابن زبیر سے گفتگو شروع ہوئی تو ابن زبیر نے کہا ”اے ابن حضافہ مجھ سے تمھو سے کیا واسطہ میری مثال ”کہو تر بام حرم“ کی سی ہے، کیا حرم میں تو کہو تر حرم کو قتل کرے گا۔“ ابن حضافہ نے کہا ”ہاں“ کہو تر حرم کی وقعت ہی کیا، پھر اپنے غلام سے کہا ذرا میری کمان اور میوے تیر قولاً، وہ لایا اور ابن حضافہ نے تیر کو کمان میں رکھ کر تانگوش کھینچا اور ایک کہو تر کو تانکا اور کہا، کیوں اے کہو تر بام حرم! کیا یزید میں معاویہ شرب پیتا ہے، کہہ کہ ”ہاں“ اور خدا کی قسم اگر تو نے ایسا کہا تو ابھی تجھے نشانہ تیر بناؤں گا، کیوں کیا تو چاہتا ہے کہ یزید تخت سے اتار دیا جائے اور امت محمد کے اجماع سے بچے، اختلاف ہے اور بعد اس ارادہ کے تو پھر حرم کو اپنی جائے پناہ بنائے دے گا، اگر تو نے ایسا کیا تو خدا کی قسم تجھے یہ جہنم راتا ہوں۔“

ابن زبیر نے کہنا یہ کس سے! تین چار ہی ہیں، کیا خاڑ بھی جواب دیتا ہے، کہا طائر تو

جواب میں بیتا کہ تم تو جواب دے سکتے ہو۔ یاد ہے ابن زبیر کہ تعین اطاعت زید کی چٹکی خواہ وہ بچہ ہو یا بڑا اور نہ اشعرین کی فوجیں یہاں منڈلاتی ہوئی دکھائی دین گی۔

اب اشعرین کو باطن میں سیل سمجھ کر یہ کون لوگوں اور آج جو نسل خاندان اہل بیت پر کمر بستہ نظر آتی ہیں ان کی نسل کہاں سے آئی ہے یہ وہی زید پرست طبقہ ہے جس کا دوسرا نام اہل سنت و الجماعت "یا اشعری" ہے۔

ابن زبیر اس فرد کی اولاد میں ہے جو ان کے نزدیک "عشرۃ مبشرہ" میں شامل ہے انہیں اس کی قدر بھی ملاحظہ کر لیجیے کہ ان ٹکا ہون میں کتنی تھی جو نگاہین عشرۃ مبشرہ کو سرتاج مانتی ہیں۔

ابن زبیر نے کہا تو تم حرم خدا میں خون بہاؤ گے اور حرام شرع کو حلال کر دو گے۔ ابن حنظلہ نے کہا تم ایسا ہو گا مگر اس کا باعث وہ محد ہو گا جس نے بیت زید سے منہ موڑا نہیں۔

یہی وہ جماعت تھی جس نے فرزند رسول کا خون حرم مکہ میں حلال سمجھا اور یہی وہ جرأت تھی جس نے کعبہ پر بخین سے آتشباری کی اور یہی وہ درس تھا جو معاویہ دے چکا تھا جب عمار رحمہ اللہ کے متعلق صفین میں کہا گیا کہ ان کا قاتل کروۃ نص حدیث رسول باغی ہے تو معاویہ نے کہا "وہ عمار کو اس نے قتل کیا جو ان کو اپنے ہمراہ لایا" جس کا جواب امیر المومنین علیہ السلام نے یہ دیا تھا کہ پھر چہرہ کو ماز اللہ رسول نے قتل کیا کیونکہ وہ انکو اپنے ہمراہ جنگ میں لے گئے تھے۔ جن مردوں کے یہ حالات ہوں اور جن کی نسبی حیثیت یہ ہو جو بیان ہوئی ان سے اخلاق فاضلہ کی توقع دینی ہی ہے جیسے نیکل سے جود کی اور جہان سے شجاعت کی۔

ان لوگوں کی عزتیں بھی فنا تھیں، اور حیا بھی بالاسے طاق تھی، اور تعجب تو یہ ہے کہ ایسوں سے عقیدہ رکھنے والا گروہ بے غیرتی کا نام غیرت لکھتا ہے۔ آپ اس واقعہ کو ملاحظہ کریں جو اس وقت لکھا جا رہا ہے اور جس کو صاحب حیوۃ البیہود علامہ دمیری نے صفحہ ۳۹۷ جلد ثانی میں لکھا ہے۔ اس واقعہ سے آپ کو پتہ چلے گا کہ اولاد امیت کی غیرت کتنی تھی اور انکی جو ریتیں کس رنگ میں غرق تھیں اور ان کی خفیہ زندگی کیسی تھی۔

وہ کہتا ہے کہ ایک دفعہ شام کے عک میں ایک باغی کا گزر ہوا چونکہ اہل غم کے لیے  
 یہ چیز بالکل نئی تھی اور انھوں نے کبھی باغی نہ دیکھا تھا لہذا تمام لوگ اپنے اپنے بالاخانوں  
 پر اس منظر سے لطف اٹھانے کے لیے گئے، امیر شام معاویہ بھی اپنے بالاخانے پر پہنچے  
 اب جو ایک طرف نگاہ جاتی ہے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ان کے حرم محرم سے .....  
 منویت خاصہ میں مشغول ہے یہ دیکھ کر ہندی ضرر سے بچنے پہنچے اور چہرہ تک جاکے دق باب  
 کیا پوچھا گیا کون جواب ملا ”امیر شام“ روح تو کل گئی گرد و آلودہ کھولنا پڑا یہ شخص جان سے  
 ہاتھ دھوئے ہوئے معاویہ کے سامنے ایک جھل انداز سے کھڑا ہوا تھا۔

معاویہ نے غضبناک لہجہ میں سوال کیا کیوں تجھے اتنی بڑی جرات کیوں کر ہوئی ؟  
 (کاش ہی سوال حرم محرم سے ہوتا۔ سیل) اس شخص نے جو اپنی قسمت کے نتیجہ کا منظر تھا  
 نہایت عاجزانہ لہجہ میں گڑ گڑا کر کہا ”وہ حضور کے حلم اور بردباری نے مجھے اتنا جبر و تادیب کا  
 غالب اس وقتی طرح نے جو اپنی جان بچانے کے لیے کی گئی تھی اس ہی دیت و صاف  
 کو یہ سمجھا دیا کہ صفت حلم اس میں موجود ہے اور یہ کوئی بڑی شے ہے۔ لہذا فوراً اتنی بڑی  
 حقیر خطا بل کر دی گئی اور بغیر اس بردباری پر تیار کر دی گئی۔ صرف یہی نہیں بلکہ ”حرم محرم“  
 کو اس شخص کو خوشی میں آکر دیدیا گیا اور یہ وعدہ لے لیا گیا کہ اس واقعہ کو کسی سے نہ کہا جائے یہ  
 جب مردوں کی غیرت کا یہ حال، اور بادشاہ وقت کی حیا کے یہ کرشمے ہوں تو عورتوں اور  
 رعایا کی غیرت کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں یہ تمام واقعات اور بے شرمیاں اصل کی  
 خرابیوں سے پیدا ہوتی ہیں۔

خشت اول چون نہد مار کج تاثری می رود دیوار کج

خود ہندو زوجہ اور سفیان مادر خال للمومنین معاویہ کے حالات اگر دیکھے جائیں اور تاریخی  
 اور ان کی سیر کی جائے تو عجیب حالات پیش نظر ہوتے ہیں۔ حسان بن ثابت کا مشہور شعر  
 اس عورت کی ہجو میں اس کی مخفی زندگی پر روشنی ڈالتا ہے، عرب میں جو ضرور کی جاتی تھی، اور

عجیب کی بھی ہوتی تھی مگر شعرا شرافت ذاتی کا خیال رکھتے ہوئے مذمت کے دواوی کو طے کرتے تھے۔ لیکن ”ہندگی ایسی مذمت وہ بھی عرب کی زبان سے دیکھنا شاعر اسلامی کی زبان سے وہ بھی شاعر رسول کی زبان سے، اس امر کو ظاہر کرتی ہے کہ جو کچھ کہا گیا کم ہے، اور جس نقطہ کا مصداق ماننے لیا وہ صاحب مذمت کے پرائیویٹ زندگی کی طرف مشیر ہے۔ وہ کہتا ہے

لعن الالہ و زوجہا معہا ہند الخنود طویلۃ البطو

خدا اس پر بھی لعنت کرے اور اس کے شوہر پر بھی یعنی ہند ہنود پر جسکی... بہت بڑی ہر۔ خود رسولؐ نے جب اس عورت سے اور عورتوں کے ہمراہ ہیبت لی ہے تو ترک زنا کا عہد لیا ہے چنانچہ قرآنی آیت ”ولا تزنیعن“ ابھی تک موجود ہے اور موجود رہے گی۔

مکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ رفاکس سے بچنے کے لیے یہ عہد دے لیے گئے تھے اور ان دنوں کا وجود ان عورتوں میں نہ تھا، پھر بھی کس قدر میوہ ہے یہ بات کہ کسی شریف سے یہ کہا جائے کہ تم چوری نہ کرنا یا کسی عقیفہ سے یہ کہا جائے کہ تم نہ کرنا صاحبان فضل و شرف اس طرح کا مکالمہ نہیں کرتے چہ جائیکہ رسول خداؐ اس طرح کا عہد لیں۔

وہ چاہے غلط فہمی ہی رہی ہو مگر ہند کی طرف سے زنا کا خیال اس کے شوہر اہل کو پیدا تھا اور یہ شک اتنا معین تھا کہ آخر دونوں میں مفارقت ہو ہی گئی چنانچہ فاکہ بن منیر میں کے تحت میں ہند تھی جو اتان قریش میں تھا اس کا ایک مکان تھا جو خانہ منیافت کے نام سے مشہور تھا لوگ اس میں بغیر ان آتے جاتے تھے ایک روز جب فاکہ بن منیر مع ہند اس مکان میں تھا تو وہ باہر نکلا اور ہند کو سوتا ہوا چھوڑ گیا جب وہ بٹ کر آیا تو اس نے ہند کے پاس سے ایکے جوان شخص کو نکلے ہوئے دیکھا، یہ انداز آیا اس نے ہند سے پوچھا کہ یہ کون شخص تھا جو تیرے پاس سے گیا ہند نے جواب دیا کہ میں تو سو رہی تھی مجھے نہیں معلوم، فاکہ نے اس کے جواب میں کہا کہ بے بس نہ شریعت لیجا لیے مجھے چھوڑ دے اور اپنے باپ کے گھر کو آباد کیجیے، لوگوں میں اس واقعہ کے چھوچے ہونے لگے، باپ نے (علتیہ) ہند سے کہا میٹا جو کچھ واقعہ ہو سچ سچ بتا دو



اس مہینہ کی ۱۰ دہائیوں کو ہند نے فرو پند کیا چنانچہ سید نے کچھ اشار بھی کئے تھے جس میں  
 ابو سفیان کی تحقیق تھی۔ اور جس کا ایک شعر یہ ہے۔ خلافت کی راہ ہند تھی داغوں میں ایستھا علی  
 فیروز (سید) کی ہمت بیکار سی تھی۔ کجا سید اور کجا ہند اگر ہند کو اپنے بچہ کی موت شوق نہ ہوتی تو  
 شاید وہ راضی ہو جاتی کہ اگر سید کا طلوع اس کے لیے حضرت رساں تھا۔ سید، (عقد فرید ابن  
 عبد ربہ جلد سوم حالات سار)

### ”بنی امیہ کے مہ پارس اور عمر بن ربیعہ“

اس خاندان کی عورتوں کے کیفیات تھوڑے بہت گزریں بن سے اکیلی ہیں جن کا حکم مفصلاً نہیں  
 تو جملہ گھینچا جاسکتا ہے۔ آغوش تربیت کے اثرات نسل میں ساری ہو جاتے ہیں اور یہ فیصل میں  
 ساری ہو جاتے ہیں تو ان میں کسی استثنا کی گنجائش نہیں اور اگر استثنا ہو بھی تو شاید وہاں کے ختم  
 میں آئے گا جس پر ہم کسی طرح کا باغیہ حکم نہیں لگا سکتے۔

ہمارے سامنے جو واقعات ہیں اور تاریخیں جو مواد ہمیں دیتی ہیں ان سے ہمیں بھی معلوم ہوتا ہے  
 کہ ان عورتوں کی زندگی بڑی دلچسپ زندگی تھی، اخلاق و اوصاف اسلامی سے قطع نظر کر کے دیکھیے  
 تو اتنا دور معلوم ہوگا کہ حسن کی رسوا لگا ہیاں اپنا خرچ بہ جبر وصول کر لیتی تھیں اور حسن کو اس سے  
 زیادہ کچھ دیکھ کر بھی نہیں یہی اسکا طبع نظر ہوتا، اس کی بے محابائی کا مقصد حکومت قلب ہے اور اس کے  
 حجاب کی مراد بے محابائی ہے، اس کی عظمت رسوا ہے، اب یہ اور بات ہے کہ غیرت اس رسوا کی کو بڑی  
 لگا ہوں سے دیکھیے اور یہاں غیرت ہی نہ ہو وہاں اس نقد و تبصرہ کا موقع بھی نہیں۔

محمد بن قاسم نے چند سلسلوں سے اس واقعہ کو لکھا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں عمر بن ربیعہ کے  
 ایک غلام سے جو بہت بڑھا ہو چکا تھا ملا اور میں نے اس سے کہا کہ کوئی واقعہ عمر بن ربیعہ کی زندگی کا  
 بیان کر۔ اس نے کہا اوسو۔ میں ایک روز عمر کے ہمراہ تھا کہ ایک جھوٹ بنی امیہ کی دو خیرہ لڑکیوں  
 کا چارے ملانے سے ہو کے گزرا، موسم حج تھا اور بچ کے لیے آئی تھیں۔ عمر بن ربیعہ نے



اٹھا راستہ کا اور بہت دیر تک ان سے باتیں کرتا رہا ، اور جب تک وہ فریضہ حج کے لیے مقیم رہیں  
 محمود بن ربیعہ ان کا طواف کرتا رہا ۔ جب ان کے جانے کا زمانہ اور رخصت کا وقت قریب ہوا  
 تو ان میں سے ایک نے کہا ، محمود بن ربیعہ ! کل ہم سفر کریں گے اور یہ صحت پر ہم چڑھ جائے گی ، محمود  
 یہ سن کر ایک آنکھ کی اور نگاہ حسرت سے جس میں وداعی کیفیت تھی اٹھیں دیکھا ، اس لوگ نے  
 کہا کہ اب تو زمانہ وصل ختم ہے اور فراق کی گھڑیاں سر پر آ رہی ہیں ، ہم چاہتے ہیں کہ کوئی اپنی  
 یادگار تجھے دیتے جائیں مگر اپنے غلام کو کل سویسے ، جب ہمارا سامان سفر لے رہا ہوگا ، مجھ سے یا عمر  
 کی سرشت کی کوئی انتہا نہ تھی ۔ اس یادگار کی جستجو میں بڑی بچھینی سے رات گزاری ، یہاں تک کہ  
 صبح ہوئی اور سب سے پہلا خبر لیضہ جو عمر نے ادا کیا وہ یہ تھا کہ اس نے اپنے غلام کو منزل مقصود کی  
 طرف روانہ کیا ۔ غلام گیا اور اس وقت پہونچا جب یہ لوگیاں سوار ہو رہی تھیں ان میں سے ایک لڑکی  
 نے ایک ضیفہ سے کہا کہ وہ صندوق جو کل میں نے تیرے پاس دیکھو آیا اس غلام کو دیر سے ۔

عمر کا غلام کتا ہے :- میں نے وہ صندوق لیا جو نہایت حسین اور مفضل تھا اور سلام آخری  
 کر کے واپس ہوا راستہ میں مجھے خیال ہوتا تھا کہ ان لوگوں نے اس کے اندر ہونو کچھ خوشبو کی چیزیں  
 یا جو اہر بطور یادگار عمر کے لیے بھیجی ہوں گی ، یہی خیال کرتا ہوا میں اپنے مالک کے پاس آیا اور صندوق  
 مفضل اسکے حوالہ کر دیا ۔

جب قتل کھولا گیا تو دیکھا کہ صندوق ”مضارب“ سے بھرا ہوا ہے اور ہر ایک پر مکہ کے  
 حاکم بن کا نام لکھا ہوا ہے ، ان میں سے نہایت بڑے تھے ایک پر محمود بن ربیعہ کا نام اور دوسرے پر  
 حرث بن خالد کا نام جو اس وقت اسیر مکہ تھا ۔ لکھا ہوا تھا  
 ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ بنی امیہ کنواری لڑکیاں بھی کس قدر مہیاک تھیں اور ان کی  
 دلچسپیاں کن چیزوں میں نظر آتی تھیں حالانکہ اسلام کی فضا تھی اور اسلامی اثرات ابھی گہرا کہ  
 نئے نئے قائم ہوئے تھے ۔ (الافغانی) بانی بانی

## شجاعت قلبی کی تصویر شکست

قال دخل ابو زيد الطائي على  
عقن بن عفان في خلافة وكان  
عقما بنيا فقال له بلغني انك تعبد  
وصف الاسد فقال له لقد  
رايت منه من ظلم وشهدت منه  
عجبا لا يزال ذكره يتجدد على  
قلبي قال هات ما مر على وانا  
منه قال خرجت يا امير المؤمنين  
في صياحة من افناء قبل ان يفر  
دوى شارة حسنة تريح بنا الله  
بالكسلها القروانيات ومعنا  
البعال عليها العبيد يتقودون  
عناق الخيل نريد الحارث بن ابي  
شمر الغساني ملك الشام فاحرق  
بنا المسير في حمارة القبط حتى اذا  
عصبت الاخواه وذبلت المشاة  
وشالت المياه وانكت الجوزاء

حضرت عثمان مجاہد کی استغناء اس حد پر تھی کہ انھیں شجاعت ایسی چیز سے بھی استغناء تھی، انکے عہد کا ایک واقعہ جاننے کے لئے الجلسہ دلائل میں درج کیا ہے جو صفحات سیل پرچہ پر حاضرین ہے۔  
 جاننے والوں پر کہ ابو زبید طائیؓ جو حضرت ابی الدرداءؓ کا مخالف حضرت عثمان کے زمانہ میں دربار عثمان میں حاضر تھا۔

حضرت عثمان نے اس سے یوں گفتگو شروع کی۔

”مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم شہزادہ صفت اور اس کی قرینہ خوب کنے ہو۔  
 اور زید میں نے تو وہ سب نظر اس کا دیکھا جو اور اس کو اپنی جگہ  
 آنا یا ہے جس کا تذکرہ دل میں برسرِ بار کرتا ہے بل اس کو جو ناہی میں  
 (مخلان) اچھلیاں کر دو کہ تم کیا گوری۔

(ہو زید) یا امیر المومنین ایک برجیں مختلف تھیلوں کے چیدہ اور منتخب لوگوں کے ساتھ سفر کے لیے نکلا تا قافلہ دے وجہ اور اچھی ہویت دے لوگ تھے۔ سرخ رنگ اونٹنیاں اپنی مگر جب چالوں کے ساتھ کہیں ایک صحرا سے دوسرے محل میں پھینک ہی تھیں اور ہمارے ساتھ فخر می تھے جس پر ہمارے غلام سوار تھے اور وہ اپنے کچے میل اور عمدہ گھوڑوں کی قافلہ کوئے آ رہے تھے۔

مقصود یہ تھا کہ عمارت بن الی غم غسانی بادشاہ شام کے پاس ملائیں

المغراء وذاب الصيغ وصرو ۲۔ راہ اور موسم کا عالم

نگرمی کاشاب اور راہ سفر کی وزارت نے یہ حالت پہونچادی کہ مشہور

عابدوں میں اور جو کچھ چاہئے اور بانی قسمت سے آگیا۔

یہ چنانچہ آفتاب میں پڑا لگے ہوئے تھان سے چٹوڑی  
اُبل چکا تھا اس کی رنگ کی مٹی جو محل میں منہ مونی ہے گئی سے  
جیج زخمی۔ اور صحنوں سے دھت کو کچھ ڈکڑ کر کے بجھنے میں جگر اٹھ کر  
کی جیتے) گڑ پیکر تنگ کر دی۔ بقادر اور اس سے ایک نے کہا کہ  
اس عادی ایک (وہ اٹھ کر کے) کے دھنوں میں آ کر چلے۔

### ۳۔ وادی کا منظر

اس کے گنے کے موافق قادر اس عادی کے قریب میں آ کر گیا ایک  
کھانا ہوا چٹل تھا میں سے بنوئے اپنا جاں دوڑ کر بھاڑ کھا تھا اور  
بھولے تپ ہونے کی وجہ سے دہاں برابر قوت نشو و نما جو شہر پر رہتی تھی  
اس کے درخت غمراہ گزرتے۔ اس کے طبع و نرم ہر تھے۔ ہم نے اپنے پاس  
اور اسباب اُنکر کر پڑے۔ درختوں کے نیچے رکھ پناہ اور خوش دھنوں  
میں جو کھا کھا گیا تھا اسے کھا گیا اور کھانے کے بعد غمراہ بانی چلا اور  
طعام و غریب سے فانی ہو کر ہم دمازی اور سفر کا تنگ کر کے گئے۔

### ۴۔ ساقی کے چاندور کا نقشہ

یہ ذکر کر رہی رہے تھے کہ دفعتاً نظام کے آخری گھوڑے نے اپنے کان  
کھڑکے کیے اور فری پڑا پس مارنے لگا پھر ایک ہی نظر میں لگے بڑھ کر  
ہنسنا پھر آکر اس کا پیشاب نکل گیا اور دوسری آواز اُس نے سنوئے نکلی  
اس کے بعد بکے بعد اگر ہر ایک گھوڑے نے یہی کرتا تو سچ کیا تاکہ اگر کوئی  
ظلم ہوئے گئی اور اس نے اپنے منہ سے یہی سے نہ کہ گئے اور غصوں نے  
پچھلے پاس جو گناہ شروع کیا کچھ اس میں اپنی زبان سے یہ جگہ ہے تھے

فی وبارہ قال قلنا یا اہا الکرک  
ہو رو ابانی دور هذا الولدی  
قاخا وادکتیر الدغل ائم العفل  
شجر او مغنہ واطیارہ صرنا  
فقططنا ارجالنا باصول وحات  
اکھیلات فامنا من فضلات  
المزاد واتبعناھا بالماء الباز  
فانا لالصف حریو منا واطلبہ  
ومطاولمہ۔

اد صبرا تعالیٰ لخیل الذیہ وعض  
الارض بید یہ ثم مالیت ان  
جال فحم وبال فحم ثم فعل  
فعل الذی یلیہ واحد واحد  
فقصہ صعبت الخیل ناکعک  
الابل وضمقوت البغال فمن  
نا قربت کالہ وناھض جقالہ  
ضلسنا ان قلنا واذ السبع  
لا شک فیہ۔

فخرج کل مو من الی سیفہ  
واستلم من جریانہ ثم وقفنا  
اوقف قلمہ۔

فاقبل یتظالم فی مشیئة کاذب مجتو  
اوفی ہجار لصد وہ غیظ ولبلا  
غلیظہ و لطرقة و میض و کلا سنا  
فقیض کا غلیظ ہا مشیا و بطل  
واذا ہامۃ کالجین و خند کلین  
وعینان سحر او ان کان کا تھا  
سرا جان یقدان و قصوۃ ریلو  
لہرۃ و ہل و کتہ مغیظ و زور  
مضوط و ساعد مجذوف و عضہ  
مفتول و کف شتنتہ البراقن الی  
مخالک لہاجن -

### ۵ دہندہ کی تصویر

اتنے میں شیر تیرا ہوا نظر آیا دسا نکالیکہ (وہ جھوٹے کی وجہ سے) لنگر ہوتا  
ہوا نظر آیا جیسے کوئی ایک طرف جھک کے راستہ چلے یا کسی رسی میں  
پاؤں الجھ رہا تھا۔ اسکی سینتریں غرائے کی آواز گونج رہی تھی اداس کا  
گلابول رہا تھا اسکی آنکھوں میں ایک قسم کی رزشی اور چمک تھی اور  
اسکی کلائیوں کے جوڑ چلنے میں بول رہے تھے یوں جیسے کوئی شوگر گٹھلی  
کو دھننا ہوا چلے یا کسی کٹی ہوئی ذراعت کو کوئی پامال کو سے سیکر  
دکھائی دیا جو حال کی طرح خاص کے تھے انسان کی طرح تھے اس کی  
آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں جیسے دو شعلیں روشن تھیں اس کی گردن  
پر گزشت اور موٹی تھی اس کے گلچیرے ٹھاک رہے تھے اس کے  
بازو کے جوڑ بند دیکھنے کے قابل تھے اور اس کے سینے کی پسیلوں کی  
مضبوطی اور استحکام میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا گیا تھا اسکی کلائی  
سستکھم اور مضبوط بنی ہوئی تھیں اور اسکے ہاند بھرے بھرے تھے۔  
اس کے ناخن جو چوگان کی طرح خم تھے اس کے پنجوں میں استحکام  
سے جڑے ہوئے تھے پھر اس نے اپنی دو مہین پر ہادی کڑواہی  
پھر غاسا وسیع منہ کھولا جس سے اس کی داڑھوں کی تیز اور  
میتل شدہ کھاروں نظر آئے گئیں جو کبھی کندھنی تھیں پھر نہ

عجزاً حوالیاً منقضه  
منقضه فترا بلب  
اوصاله وانقطعت  
اوداجبه مشربهم  
فقد فرثه رفرفیر  
ثم نرائر فخرج  
لخطوف الله لخالقت البرق  
یتطایر من  
تحت حفن یہ عن  
شماله ویمینه  
فاز نعشت الابدی  
واصطکت الارجل  
واطت الاصلاخ و  
ارفعت الاسما و  
هلجت العنوت  
اغزلت المتون  
ولحقت الظهى را  
لبطون شم سائت  
الظنون۔

اتھ آگے نیک کر اور جسم کو بچنے سے پیچھے ہٹا دیا  
مگر وہی لی کہ اس کے جسم کا سایہ وہاں نہ تھا۔ وہ  
محسوس نہیں پر زور دیکر ڈٹھا اور تمام اپنے بال کھڑے کر لیے پھر  
کھڑا ہو گیا اور چہرے کو ڈراونا بنا لیا پھر رز مشرور غضبناک ہو کر  
سامنے آیا اور بھول گیا جیسے دھنکی ہوئی مدنی پھوٹے۔

#### ۶۔ ساتھیوں پر شیر کا حملہ

قسم ہے خدا کی کہ ہم اس سے بچنے کی کوئی تدبیر بھی نہ سوچ سکے  
تھے کہ بنی فزادہ میں کا ایک ہمارا بھائی جس کے ہاتھ پیچھے تھے  
اس کے ہاتھ ٹک گیا بس وہ اُٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ اس نے  
ہلاک کر دیا اور اس کے قدم کو کھڑے کر ڈالا اور وہ اس کے ہونٹوں  
مخروڑ ہوئے ہوئے تھا میں نے اپنے ساتھیوں کی بہت کچھ مکت  
کی لیکن وہ آگے نہ بڑھے لیکن مدد نہ اپنے بازو کے بال  
پھلا کے ہر دوسری مرتبہ حملہ کیا اور اُس کے بال اس طرح کھڑے  
ہوئے تھے جس طرح جو ان ساہی کے کانٹے کھڑے ہوتے ہیں  
میرے پاس سے ایک اور شخص کو لگیا جو فربہ اندام اور موٹا تھا  
اُس کو اس نے پکڑ کر اس طرح جھکا دیا جس سے اس کا جوڑو جڑ  
اُٹک ہو گیا اور اُس کی رگیں ٹوٹنے لگیں۔

اس کے بعد وہ بھوکا ہو کر ڈکا مارا اور غصہ میں گر جا پھر اس نے  
جب نظر ڈالی تو میں نے دیکھا کہ بجلی اس کی آنکھوں سے نکل رہی  
رہی ہے اور وہ بے بائیں اسکا اثر ہے آخر کو انھوں اور پانوں  
میں رشہ پڑ گیا اور مہلیاں (مہیت سے) چٹختے ہو گئیں اور

قتال عفن کفف  
لا ام لك فقد اوعبت

قلوب المسلمین کاغذ میں اس کی آواز سے زلزلہ مچ گیا اور نگاہیں ذلیل ہو گئیں  
و لقد وصفته حقہ منکے گھیس اور بڑیوں کے جوہڑ چیلے چڑگئے اور پے پیچھے سے  
کافی انطو الیہ مگ گیا۔ اس کے بعد اس نے چار شعر پڑھے کہ حضرت  
یرید یو ابثنی - عثمان نے گھبرا کر آواز دی

بس میں کلام اب نہ کرنا تو نے اہل اسلام کے دلوں کو  
موجب کر دیا مجھے تو یہ معلوم ہوا کہ شیر بھی پو آیا جاتا ہے  
میں کتابوں



خلقت الله للحدوب رجالا کچھ لوگ جنگ کے لئے پیدا ہوئے  
ورجالا لقصعة وشرید اچھے لوگ پیٹ کاٹ کیلئے  
حضرت عثمان کس صنف میں محسوب تھے۔ ؟

**عرفان :-** معارف مذہب حقہ امامیہ کے نشر کیلئے یہ رسالہ زبرداریات جناب حکیم سیدنا کریمین  
اختر دام مجدہ بھربن (سادات) ضلع ابدال سے براہ شائع ہوئے میرے پاس ہی اس کے  
کئی نمبر آچکے ہیں اس کے مضامین بلند اور پرمغز ہیں۔ مطالعہ علم و کلام کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔  
عبارت بہت عارفانہ و سلیس ہے اس کا تبصرہ تو یہ چاہتا ہے کہ کئی صفحات لکھے جائیں جو  
بھر ہی کم ہوں گے۔ مگر افسوس کہ گنجائش محض صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ یہ رسالہ اپنے  
معنوی اعتبار سے اس وقت فرید ہے گو مطالب سلیس و عجیبی اٹھتی جاتی ہے مگر بھر ہی یہ  
لکھنے کو دل چاہتا ہے کہ اس کو خرید کر لطف اندوز ہوئے۔ اور دامن قوم سے ”علی لغت“  
کے داغ عیب کو مٹا دیجئے۔

قیمت سالانہ ۷

حجم تین جزو

طباعت روشن اور دیدہ زیب ہے۔

## قصیدہ صبح جناب صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام

”جلوہ عافیت“

تلاش عافیت میں پھر رہا ہوں کبے سرگرداں  
کسی کو کھٹکاتا ہی نہیں ذوق طلب میرا  
دور وہ زندگی کیسویٰ خاطر سے کیا گزرے  
سکون و عافیت سے کیا ہے خالی دہان ہستی  
یہ نعمت کیا ہمالی طرح سے دنیا میں عطا ہے  
”سحر کا شوخ منظر“ شام کا ”انداز خرمیلا“  
”ہے اک اُڑتے ہوئے طائر کلسائے نعل گل پیک“  
جہن کا گوشہ گوشہ چھان کر بھی میں نے یہ دیکھا  
سین سسی کیا ہوتے اشارہ چشم زنگس کے  
مذاق جیتو“ عاجز ہے تکرار تماشا سے  
جنون سہمی لے پہونچا مجھے صحراے دہن میں  
نظارہ رک سکوں چھایا ہوا تھا اک خموشی تھی  
وہ سناٹا مدھنجل وہ صبا کی سست رفتاری  
سکون و عافیت کیا ایک بھیجینی برستی تھی  
میری ”تشنگی ذوق“ کیا بھجتی لب ساحل  
رہی ناکام عواصی نگاہوں کی تیر دریا  
”ہوش جمع“ اور بجز یہ تھا کل مناظر کا  
لے قابلاً بجای صحراے دامن دامن صحرا ہے - ۱۲

مری قیمت کی گردش ہے جواب گردش وداں  
ڈٹے پڑتے ہیں گل بڑھتے ہر گلے جنبان ماں  
کبھی ہے انقباض دل کبھی ہے انبساط جاں  
نہیں سچی خوشی شاید میان عالم امکاں  
وجود کا عدم ہے کیا یہ زیر گنبد رقصاں  
بت رنگین ہے محفل گرہے سے ویراں  
پیام عافیت دیتا مجھے کیا غنچہ خنداں  
کیس پر خون بلبل ہے کیس پر شبنم گریاں  
مرے دل کی گرہ کیا کھول سکتی سنبل بیجاں  
”فنائے ذوق“ ہے براہ طلب میں بحث لیراں  
وہ عالم وہ ہوا میں وہ فضائیں وہ کھلا سیداں  
نکاد غور میں ہر ذرہ لسیکن مضطر و حیراں  
تھکا ماندہ مسافر جس طرح منزل کا ہوجاں  
ہوا کھوئی ہوئی سی چشمہ ہائے کوہ تھے گریاں  
عیل تھی موج کی میتا ہوں سے حالت پناہاں  
صدف کی بند شعی میں نہ پایا گوہر و دریاں  
بند و بہست عالم میں یوں ہی ہر تار با حیراں

میں اپنی انتہا سے مجتہدیں گم ہی ہو جاتا  
 وہ جادو جو سمجھائے رہتا ہے خود ہی ساؤ کو  
 وہ ذرہ ضوئیں آنکھیں ستاروں کی جھپک جاتی  
 وہ منزل تک نایاں روشنی گیارہ چراغوں کی  
 سبیل میں جا بجا قائم ہے پاک تو لا کی  
 گھنیری چھاؤں اور اس شجرہ طیب کی طاہر کی  
 سدا اللہ اس منزل میں رہزن کا گدہ کیسا  
 سمٹ آتی ہے منزل یا کہ طے ارض ہوتا ہے  
 سمجھ میں آج منی صراط مستقیم آئے  
 سلام اس جنت ارضی کو رشک جہنم کو  
 سلام اُس کو کہ جس کے دم سے ہیں ارض و آفاق  
 سلام اُس کو جسے ہم دیکھتے ہیں دل کی آنکھوں سے  
 سلام اُس کو کہ جس کی آج تاریخ ولادت ہے  
 محمد نام کینیت ابوالقاسم نقب ہستی  
 وہ پیشانی نورانی کہ سجدہ جس کے بوسہ میں  
 خلیلی وضع کے گیسو نشان خانہ ہاشم  
 نبی کا خلق حیدر کی شجاعت حسم شہر کا

جزاک اللہ اے طبع رسا یہ مطلع غیبی  
 وجود محبت باری میں محبت کا نہیں امکان  
 جس کو سن کا بل ذوق ہوں ست سے عرفاں  
 جس میں روح ہے ہر چشم ظہر میں ہے پنہاں  
 اُلت دے اب تو ہے سے نقاب ہی نیرایاں  
 جس کو سن کا بل ذوق ہوں ست سے عرفاں



نہیں میری نگاہیں گو کہ اس تصویر کے شایاں  
 قجب کیا اگر نصیبت میں رکھا ہے نصیبت نے  
 مبارک چھکوا اور نگہ امامت پر قدم رکھنا  
 نبی نے اجدا کی جس کی تجھ سے انتہا ہوگی  
 یہ مانا جو چکی تکمیل دیں اتنا م نعمت بھی  
 چھپیں تاریکیاں پھیلی منہا مطلع ایاں  
 وہ دن بھی ایک دن ہوگا جہاں کے روزنامے ہیں  
 ہے تیرے ہی علم کا تو پھر ہر ادا میں عالم  
 تو سے زیر علم اقوام عالم متحد ہوں گے  
 مساوات حقیقی ساری تفریقیں مٹا دیگی  
 زبان قول سے حسن عمل کے پھول رہیں گے  
 نہ ہوگی دین و دنیا جب الگ اقوام عالم کی  
 خدا و انگیزہ نسب پھر بنے گی عافیت منزل  
 ترے قدموں سے پستی ہیں امیدیں قوم و ملت کی

قصیدہ یا عریضہ سے عرض یہ تو مخاطب ہو

ازل سے بندہ الفت ہے تیرا بندہ احسان

اظہر من البہل غالباً اس فقیر کو کبھی سے پھینکے کہو کہ اس کی معنویت بیخبر غیبت اور موثر ہم اپنے محرم دوست جناب  
 کے معزز ہیں کہ انہوں نے سہیل نوازی میں حصہ لیا۔ (مدیر)

کلیات گوشہ نشین۔ مولانا ابکت علی شاہ صاحب گزشتہ نشین وزیر آباد کی نصیبت حسین مرض نے نقلی حثیت سے  
 اخلاق خاندان و صفات حسنہ پر روشنی ڈالی ہے ہر نظم دلکش اور بیخبر ہے اس کی معنویت پر نظر رکھئے تو کلام نصیب و گناہوں سے  
 اگر مسکوار و دو کی برستان کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ کتاب مفید ہے قیمت ۸۔ ۹۔ ۱۰ صفحات خواجہ بک کینی لاہور ملے

## تاریخ معاویہ

ذیل کا تبصرہ جو کتاب مذکور پر کیا گیا ہے اگرچہ بہت کچھ طویل ہے مگر چونکہ موضوع سہیل سے الگ نہیں ہے اور مفید ہے و نیز مصنف دوسرے تبصرہ کی خواہش ہی ہے لہذا ادراج سہیل کیا جاتا ہے (مدیر)

یہ کتاب پانچویں ہجری صفحہ ۵۴۲ کی مصنف علامہ جناب مولوی سید حسن طبع صاحب قلمہ وقار دام ظلہ رئیس سنڈیا پبلیکیشنز نے مجھے عنایت فرمائی۔ واقعی اس کتاب کی خوبیاں بیان سے باہر اور زبان تعریف سے قاصر ہے۔ اس کتاب میں ایک خوبی یہ ہے کہ ایک خطا اور ایک نقص اہل السنۃ والجماعت کے ایک بزرگ شاہ محمد حسین صاحب رقطب الارشاد حنفی جتئی قادری صاحب بدرکہ ضلع بلند شہر کے قلم کی لکھی ہوئی درج ہے جن سے ضلع سہارنپور میں مصنف علامہ سے کچھ دنوں ملاقات رہی ہے۔ جو مصنف علامہ جناب وقار دام ظلہ کی بے تعصبی پر دلیل روشن ہے۔

شاہ صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ (الغرض آپ اکثر اوقات جو کچھ تحریر فرماتے میری استغاثہ پر مجھے بھی سناتے تھے۔ حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے نام نامی کو نہایت ادرک کے ساتھ یاد فرماتے تھے اس کتاب کی خوبی تحریر و طرزِ ادا و تہذیب و دانش کی بیان اور الفاظِ ملامت کے جواب میں ستائش اور کلام محفول اور جاہِ استادات لطیف و مرامی فقرات ہی قابلِ داد ہیں چونکہ یہ کتاب میرے سامنے تحریر کی گئی ہے اور جن کتابوں کا حوالہ آپ نے تحریر کیا ہے ان میں اکثر کتابیں حضرات کے ہمراہ نہیں اور اور بعض کتابیں بیان ہی دستیاب ہو گئیں اور ان حوالہ کتاب کو میں نے اصل کتاب میں بھی دیکھ لیا ہے اس سے کچھ کمزوریاں ہیں کہ تحریر میں تمام تر صحیح کتابوں کے حوالے ہیں۔ جن میں علامہ صاحب نے ہمیشہ شیعہ ہونے کے اپنے مذاق کے موافق ایسا جواب تحریر فرمایا ہے کہ میرا دعویٰ ہے کہ وہ شیعہ صاحب ایسے ملامت و نرم الفاظ میں اس تہذیب کے ساتھ نہ لکھتے جا بجا تہذیب کے ساتھ حضرت خلفائے ثلاثہ پر اپنی مذہبی حیثیت سے اعتراض کئے ہیں جو کہ ہم اہل سنت لوگ پسند نہیں کر سکتے

مگر یہ بھی حافظ صاحب کی بدولت لکھا گیا ایسی حالت میں شکایت ہی نہیں کر سکتے بلکہ شکر گزار  
ہیں کہ انہوں نے تہذیب کے کام لیا ہے اس تحریر سے خود شاہ صاحب کی بے تعصبی اور انصاف  
پہنچی بھی واضح ہے۔ قادیانہ معاویہ میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جس کتاب کا یہ جواب  
ہے وہ پوری کتاب حرف جو صاحب ملاحظہ فرما چاہیں تو الخطاب کی عبارتیں یکجا  
کر لین مناقب معاویہ اول سے آخر تک مکمل ہو جائے۔ الخطاب مناقب معاویہ اور الجواب سے  
تاریخ معاویہ کی عبارت شروع ہوتی ہے۔ یہ امر بھی نہایت لطف کا ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب  
حدیث دہلوی کے تحت اثنا عشریہ کا جواب اولاً دہلی ہی سے (نزہۃ اثنا عشریہ) لکھا گیا جسکی خوبی  
دیکھنے والوں کو بخوبی معلوم ہے شمس العلماء حافظ ڈپٹی نذیر احمد خان صاحب دہلوی نے قرآن شریف  
کا ترجمہ کیا جس میں حقوق الہییت رسول چھپائے تھے۔ دہلی ہی سے اس پاکیزہ و شستہ و رفته زبان  
و محادثات میں قرآن شریف کا مقبول ترجمہ مولوی حکیم حافظ سید مقبول احمد صاحب دہلوی نے شائع  
کیا جس میں فضائل الہییت طاہرین کا اظہار کیا گیا ہے اسطرح جو ن پر کتاب الذرۃ الغایہ معاویہ  
کا جواب انداز الحامیہ للفتۃ الجافیہ (جس کا تاریخی نام تاریخ معاویہ ہے جو نوپوری سے شائع ہوا ہے۔ تحفہ  
اثنا عشریہ کا جواب جناب آیۃ اللہ فی العالمین مولانا سید حامد حسین صاحب فردوس مکی کے اعبقات  
الانوار) جو لکھا ہے وہ نزہۃ اثنا عشریہ سے بدجواب و برائے فن و متفن ہے لیکن جو نوپوری کی کتاب معاویہ  
کا جواب تاریخ معاویہ سے بہتر تو کیا اس کے برابر ہی عین ہو سکتا۔ عین خدا پر بھروسہ کر کے یقین کرنا چاہیے  
مگر جو صاحب تاریخ معاویہ ملاحظہ فرمائیں گے وہ حتمیہ دعوے کی تصدیق فرمائیں گے اس کتاب  
کا ایٹل ریج بھی نے انداز کا اور ایسا بے مثل ہے کہ میری نظر سے کسی فن کی کسی کتاب کا ایسا  
ایٹل ریج نہیں گذرا جس سے مصنف علام کی اعلیٰ قابلیت و وسیع النظریہ کا کافی روشنی پڑتی ہے  
ایٹل ریج کی جگہ ایٹل ریج پر احادیث و روایات معتبرہ جو الکتب روح میں جو کتب کا خود اک مختصر سال  
ہونے کی حیثیت رکھتا ہے ساری کتاب کا خلاصہ دیا جا رہا ہے اور سارے دریا چر کا خلاصہ ایٹل ریج  
سے اور سارے ایٹل ریج کا خلاصہ ایٹل ریج کی سطر اول ہے اب میں تاریخ معاویہ سے چند طریق یہی

بطور نمونہ پیش کرنا ہوں کہ ناظرین کو اندازِ محسوس کا لطف حاصل ہو سکے۔

## منقبِ اَوَّل

الخطاب - صحیح مسلم دھرمین ہے

الجواب - اور مسند ابوداؤد طیالسی و تاریخ طبری و استیعاب ابن عبدالبر اور ہی بہت سی کتابوں میں ہے

الخطاب کہ حضرت معاویہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے۔

الجواب چنانچہ ایک مرتبہ پیغمبرِ صاحب نے بغرضِ کتابتِ معاویہ کے بلانے کے واسطے ابن عباس

کو بھیجا وہ گئے اور اگر عرض کی کہ معاویہ صاحب کہا نا کھاتے ہیں دوبارہ بھیجا پھر بھی جواب ملا

رقیبوں کے بلانے کو گویا جیسے مرتبہ قاصد تو کہلایا چلا آئینگے ہم کھانا جو کہا لیں گے

آنحضرت نے فرمایا لا اشاء الله بطنہ یعنی خدا کہی اس کا پیٹ نہ بھرے (استیعاب حاشیہ

صاحبہ جزو ثانی طبع مصر ص ۱۷۰ تاریخ طبری طبع لندن و مسند ابوداؤد طبع حیدرآباد) اس دعائے

خیر الوریٰ کا یہ اثر ہوا کہ معاویہ صاحب سو مل و مشق (یعنی ایک من دس سیر سند و ستانی)۔ ذرا

کھانا کھاتے تھے مگر پیٹ تھا کہ (.....) کسی طرح بھرتا ہی نہ تھا (مستطرف طبع مصر جزو اول ص ۱۷۰)

خود معاویہ صاحب اپنی منقبت ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم پیٹ بھر جانے سے نہیں بلکہ تکلیف دینے

کہا نا چوڑ دیتا ہوں۔ آپ کی منقبت پر غوری بیان تک مشہور ہوئی کہ مثل قرار پاگئی چنانچہ کسی نے

اپنے مصاحب کی تعریف میں کیا خوب متعرب کہا ہے۔

و صاحب لی بطنہ کا لہاویہ کان فی امعایہ معاویہ

یعنی میرا ایک ساتھی ہے جس کا پیٹ مثلِ جہنم کے ہے گویا اس کے پیٹ میں معاویہ بیٹھا ہوا ہے

آخر یہ غوری شکست چاک سے شود ناچند چون انار کنی دل بہ دانہ بند

الخطاب - ابو نعیم نے کہا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں معاویہ خوشخط و فصیحِ حلیم

دور تھے۔

الجواب - خط می نیم دگر سواد نامہ می گروم فدائے جنس آن دست نظر خانہ می گروم  
اور آپ کی خوشحالی کو زمین سے آسمان پر جب سراج محل ہوئی اور ملاکہ میں چرچا ہونے لگا تو خدا نے  
سوزیکا ایک قلم حضرت جبرئیل کو دیکر جناب رسالتاب کی خدمت میں بھیجا کہ میں نے یہ قلم معاویہ کے  
واسطے برید بھیجا ہے اس سے کھٹے کا اس قلم سے خوشخط ایہ الکرسی لکھے آج سے قیامت تک جتنے  
لوگ آیت الکرسی پڑھیں گے سب کا ثواب معاویہ کو ملے گا۔ فرمایا ایسا مفرز دشمن و دشمنوں و سرکاروں  
پیدا ہوا ہے۔

جبرئیل نے لے لے قلم سونے کا خوشحالی سے تو خدا ناک ہوئی شہرت اگلی  
مگر افسوس ہے کہ امام حلال الدین سیوطی اور علامہ و علامہ آبادی و شاہ عبدالحق صاحب  
محدث دہلوی وغیرہم نے ایسی بیاری حدیث خوشحالی پر خط نسخ کھنچ کر منقبت معاویہ کو موضوعات  
نفوس غاویہ میں شامل کر دیا اور کہہ دیا، موضوع اکثر رجال جاہل (ذاتی منفعہ طبع  
مصرود گر کتب) ان معاویہ صاحب کے فصیح ہونے سے البتہ کسی کو انکار کی جرات نہ ہوئی چنانچہ آپ  
جمعہ کی نماز دو دن پیشگی بدھ کو پڑا ہے وقت خطبہ فارمین اس فصاحت امیر المومنین کو گالیان  
دیتے تھے کہ اچھے اچھے فصحاء عرب شرم کے مارے گردن جھکا لیتے تھے اور آپ کی فصاحت کے  
ذنگ ہو کر رہ جاتے تھے اور اس فصاحت بنیانی میں ہزار ہا آپ کے شاگرد ہوئے بعض نے برضاؤ  
و عبت بعض نے ادنیٰ تحریک سے بغرض جلب منفعت آپ سے یہ فصاحت محل کی بعض  
کو بھر کر اہست اور بزد خلافت آپ کے شاگرد بنایا اور آپ کے تلامذہ میں سے آپ کے وزیر پر وزیر  
طلحی الدبر عمرو بن عاص و درعمال و احباب میں مغیرہ بن شعبہ و ولید بن عقبہ و سہر بن ابی ارطاة و عمرو  
بن عبد اللہ بن ابی سرح و مروان بن حکم و یزید رسول و غیرہم اصحاب عمل نہایت نیک و شگاہ  
ہیں جو لوگ بالکل آپ ہی کی طرح امیر المومنین کی شان اپنی اپنی فصیح البیانی سے کام لیا کرتے تھے  
چنانچہ ایک مرتبہ حسب خواہش عمرو عاص معاویہ کے اشارے ان لوگوں نے امام حسن کے

سامنے بھی داد و مضامنت دی تھی جس پر امام حسن علیہ السلام نے معافیہ اور عفو و عاص کا نسب نامہ بیان کیا جس کا خلاصہ کسی نے ایک شعر میں نظم کیا ہے

جبرئیل شہر وان جوڑیے پردے کدست غیر گرفتہ است پائے ماداد

اور ابجا حکم ہی آپ کی مضامنت سے شاید ہی کچھ کم ہو کر بھر ہی بہت مشہور ہے چنانچہ دشمن میں ہاضمی کا آنا اور اس کے دیکھنے کو آپ کا ایک بلندی پر جانا اور وہاں سے اپنے حرم سر کی طرف نظر کو بھرانے اور ایک بد معاش کو اپنے حرم سے مشغول پانا اور جا کر پہلے اُسے دھمکانا اور اس کا آپ کے حکم کو سپریتانا آدہ آپ کا اقرار اٹھائے راز لے کر بڑی باری سے معاف فرمانا سب پڑھے لکھے جانتے

ہیں (مستطرف طبع صحر) (دجوة الجوان جلد دوم) سہیل

چنین قبل در عصر کارزار نذیرہ است شطرنجی روزگار

اگر کوئی اخبار عقل ہوتا تو میں کچھ مفصل تحریر کرتا۔ حق یہ ہے کہ پوری کتاب نقطہ انتخاب ہے۔ دوا آنے کے حساب سے اس کی قیمت چار روپیہ جمے آئے ہوتی ہے۔ مگر میں روپیہ آٹھ آئے قیمت رکھی گئی ہے۔ باوجودیکہ اس کتاب کا اشتہار مصنف نے شائع نہیں کیا مگر بھر ہی شتو جلدوں تک فروخت ہو چکی ہیں اب شتو ہی جلدیں باقی رہ گئی ہیں اس دو زبان میں اور جو کچھ فروخت ہوئی ہوں افسوس ہے کہ کل دو شتو جلدیں چھپوا لی گئیں مصنف کا قیام اب جو پورہ ہی میں رہتا ہے۔

پتہ لا۔ جو پورہ مفتی محلہ جناب مولوی حسن علی صاحب قار

احقر الطلبة۔ اقل الذاکرین

آخر حسین عفی عنہ۔ از پٹنہ



توثیق راوی کا کیوں سوال ہے۔ خلاصہ اس کے بعد انہم نے ظاہر کیا ہے کہ مشفق علیخان صاحب کی توثیق  
 تین امر ہیں۔ اول یہ کہ تبراً و سب و دشنام گالی نہیں ہے۔ دوسرے انہم پر توہین آل رسول کا الزام لگایا  
 ہے اور 'قل لاسئلكم الخ' سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ محبت اجزائے رسالت ہے۔ سویم۔ مطاعن  
 صحابہ یعنی قصاص اوراق بیت فاطمہ وغیرہ۔ پھر محبت مشفق علی کی اس کارروائی پر افسوس فرمایا ہے کہ جس  
 پرچہ سے دیکھ کر کہا گیا ہے۔ اسی بن بہت کارروائیاں ہسٹل کی دیج ہیں کہ جن سے بخیری نسیب شیعہ  
 کہوے اور نہ بشیعہ کی اصلی حقیقت ظاہر کی گئی ہے خصوصاً ان تین عبارتوں یعنی گالی بکنا جھوٹ  
 بولنا۔ زنا۔ کرنے کی نسبت کتب شیعہ سے لکھا گیا ہے۔

**قولہ** ان سب باتوں سے مجھ پر پشی افسوس کی انجسم کی عبارتوں کے الفاظ بدل  
 کر درمیان سے قطع برید کر کے نقل کیا ہے اور اس قطع برید سے یہ قائمہ  
 اٹھایا کہ بت سی باتیں انہوں نے ایسی لکھ دیں کہ جس کا جواب انجسم کے  
 اسی سابقہ پرچہ میں موجود ہے ینسکایت نور شیعہ صاحبان سے نہیں ہوتی  
 اور بت پڑائی ہے۔

**اقول**۔ اس حقیر نے محض انہیں تین باتوں کا جواب لکھنا شروع کیا تھا جو بارشاد علی تعلیم المسے  
 حاصل ہے۔ گالی بکنا۔ جھوٹ بولنا۔ زنا کرنا۔ مجد اللہ ہر ایک کا جواب شائع ہو چکا۔ ابھی تک جھکو محض  
 مضمون تبراً کے نسبت مردود ہونے کا علم ہوا جس کا جواب لکھ چکا تھا۔ مگر سودہ سے صاف کر کے اس کا  
 نہ ہوا تھا کہ سلسلہ بیماری نے دم نہ لینے دیا۔ اب جہت ملاحظہ ارسال ہے۔ جس قدر تحریر نقل کی گئی  
 ہے۔ بے کم و کاست ہے میں سمجھ سکتا ہوں کہ کذب کی منہ اس سے ہے۔ مگر انجسم نے میری کل تحریر دیج  
 کر کے بیشک رونہ کی بلکہ نام عبارت جواب خلاصہ تین امر پر مقرر کر لیا۔ غالباً یہ تقلید قول حضرت مولوی قاسم  
 آگے ہو۔ من زقرآن مغز بود شتم۔ یعنی مطلب کی باتیں لے لین جنہیں وسعت تقریر مل سکے مابقی لا  
 یخل فرد گذاشت اور دوسروں پر الزام کہ کسی روایت کی تردید ہے اور اگر کسی روایت کی نسبت  
 لکھا ہے تو اس میں راوی اور وثوق راوی کا سوال اور اپنے بیان تحریر میں راوی و وثوق راوی کا تذکرہ ندارد



ان تین خلاصوں میں صرف اول خلاصہ یعنی گالی بکے میں تو خوب وسعت تحریر ہے جو آگے ذکر ہوگی۔ باقی تو تین الٰہ رسول کو لکھا کہ ”پرانا الزام ہے جواب کی ضرورت نہیں“ تیسرے محبت الطبیعت اجر رسالت نہیں اسکو بارہ تیرہ سال ہوئے آیہ مودۃ کی تفسیر لکھ کر شائع ہو چکی ہے سبحان اللہ۔ مکرم بندہ۔ جب کوئی اعتراض پیش آئے تکمیل جواب اسی وقت ہو سکتی ہے کہ پورا جواب لکھ لے نہ یہ کہ کوئی حوالہ تحریر سابقہ کا دے دیا جائے کہ سائل اب اسکو تالاش کر لے اور پھر وہ بھی قریب نہیں ۱۲۔ ۱۳ برس ہوئے خیر جو کچھ فرمائیے درست ہے۔

یہ تو فرمائیے کہ صفحہ ۱۸ کے آخر میں میری تحریر میں تھا کہ سورہ حجرات کی آیت رکوع دوم۔ استما المؤمنین الذین میں جو صفت مومن ذکر کی گئی ہے کیا ان اوصاف سے وہ حضرات منصف تھے۔ اس کا جواب تو لکھا ہوتا یہ تو مطاعن میں دخل نہ تھا۔

(امرا دل مذکورہ نمبر ۵) یعنی تبرائے دشنام ان سب لفظوں کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ ان میں سے کسی لفظ کے معنی گالی نہیں ہیں اور فرماتے ہیں کہ زبان اردو میں گالی دینا اس واسطے کہا جاتا ہے کہ جب کسی عورت بے عملہ عذریہ عورت کے اپنے ساتھ یا خود اس کے ساتھ یا دوسرے کے ساتھ بیکاری نسبت دیجائے اور وہ مذاقاً ہوا غلطاً یا فحشاً۔

(اقول)۔ یہ مضمون صفحہ ۵۳ پہلے ماہ جمادی الاول کا ہے۔ پہلے سطر پر جو عبارت بغت کی درج ہے۔ اسکو رد فرمایا ہوتا ہے سطر ۱۲ کو ملاحظہ فرمایا ہونا کہ جس میں یہ تحریر ہے کہ البتہ مقابل میں دو شخص دو ہر دو کچھ مغلطات الفاظ بوجہ تبارع استعمال کریں تو اس لفظ سب یا دشنام سے نامزد کریں گے جس کا مفہوم گالی ہوگا۔ پس کہاں یہی انکسار ہے کہ گالی کے معنی نہیں پیدا ہوتے۔ اکثر الفاظ دو معنی ہوتے ہیں کہ جب وہ عمدہ اور ہندب داعی مقامات پر صرف ہوتے ہیں تو مطلب اور مقصد سلیس فہم میں آتا ہے اور اگر سفل و بدتر مقام پر استعمال ہوتے ہیں تو صفت ذم پیدا کرتے ہیں مثلاً۔ ایام۔ قاسط۔ عادل۔ حرام۔ وغیرہ ازین قبیل لفظ سب یا دشنام و تبرائے اب آپ لفظ عربی کی تحقیق کی تکلیف کیوں اٹھائے اردو کی ایک لفظ ہاں ہے۔ ملاحظہ ہو زبان سے نکلتے ہوئے لفظ کے معنی

تبدیل ہوتے ہیں یہ ان "وقت قبول کلام یا اقرار کار یا بسامعت امر" محبوب آمیز یا مقام حکم کار  
دفع کار۔ دیکھئے ایک لفظ ہے اور محل بدل کے کئے معنوں میں لگیا ہے

**قولہ** سینے تبر کے متعلق تو ہم بھی کہتے ہیں کہ لغت میں اس کے معنی گالی بکنے  
کے ہیں مگر فرقہ شعبہ نے اسکو سبب دشنام کا مراد قرار دے  
رکھا ہے جب ہی تو لغت کرنے کو جو سبب دشنام کی سبب سے  
قسم ہے تبر کہتے ہیں

لے شیعہ صاحبوں نے تبر کی طرح اور ہر ایک الفاظ کے معنی اپنی اصطلاح  
میں بدل دیئے ہیں مثلاً نقیدہ کراس کے معنی لغت میں جھوٹ ہونے کے  
نہیں ہیں مگر شیعہوں کی اصطلاح میں جھوٹ ہونے کو کہتے ہیں۔

وغیر ذالک مستطیل ذکر رہا۔ درنہ لفظ تبر کے  
اصلی معنی لغت عرب میں بے تعلقی کے ہیں۔ کسی سے بے تعلقی ہو جانا

فعل قلب ہے یہی حقیقت تبر کی ہے اور بس۔ ۱۲۔

**اقول**۔ واہ یہ تو کلام البسامت ہے کہ جس سے کوئی صاف نتیجہ نہیں نکل سکتا خود ہی آپ  
تسلیم فرماتے ہیں کہ تبر گالی نہیں مگر شیعہوں نے سبب دشنام کا مراد بنا رکھا ہے۔ تو کیا جلدی  
علم باطن میں بھی ملکہ ہے کہ جس کے ذریعے ہر شخص دہر فرقہ کے ذہنی و قلبی ارادہ برداشت ہو جاتی  
ہے کیونکہ جس فعل کو تبر کہا جاتا ہے وہ لفظ لغت ہے جس کے معنی آپنے کھین گالی کے ذکر  
نہیں فرمائیے۔ بلکہ اس لفظ کو آپنے بالعموم صفات پر جائز ہونا آئندہ بیان کیا ہے جس کے معنی لغوی  
رازدن و درد کردن از نیکی و رحمت ہے پھر اس لفظ لغت کا سبب دشنام کے مراد ہونا اور  
اصلی قسم کا ہو جانا کیسا۔ دوسرے مافی الضمیر کا علم شاید خدا خواستہ اسوجہ سے ہوا کہ کسی زمانہ میں آپ  
خود شیعہ اصلی یا منتوی ہون کے کہ یہ راز آپ کو معلوم ہو گیا۔ تیسرے یہ کہ آپنے ہمارے فرقہ  
پر اہتمام کیا۔ بیان آپنے مثلاً نقیدہ کو ٹھوس دیا تو اگر ایہ قرآنی میں معنی جھوٹ ہونے کے ہیں تو ہم بھی

(سورہ مومن رکوع ۴)

جھوٹ بولتے ہیں۔

قال رجل مومن من آل کہا ایک مرد ایسا ناز نے قوم فرعون

فرعون یکتہ ایمانہ جو چھپاتا تھا اپنا ایمان۔

کیا یہ تفسیر نہیں ہے اگر جھوٹ بول کر چھپایا تو مومنیت سے خارج ہو گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے لفظ مومن سے یاد فرماتا ہے پس تفسیر جھوٹ بولنا نہیں مگر حفاظت جان و مال و ابرو، دشمنان سے زائد تسکین کے لئے ہماری تحریر مندرجہ سہیل ماہ صفر ۱۴۲۴ء ملاحظہ ہو۔ بیان ہم خلاصہ بحث طول نہیں دیتے۔

قولہ الخیم اپنے جو معنی گالی کے اردو میں بیان کئے ہیں۔ ممکن ہے کہ کہتے کے عام

یا بازار کی لوگ ہی معنی سمجھتے ہوں۔ مگر اہل زبان اور اہل علم پر گالی

کو اس معنی میں مختصر نہیں سمجھتے بلکہ گالی پر ایسی لفظ کو کہتے ہیں جو برائی

معلوم ہو ناگوار گذرے۔

اس کے بعد طویل عبارت درج ہے جس کا ماحصل یہ ہے۔ بحوالہ تفاسیر اللغات (گالی) اسفندی کہ مردم را بان تنگ و عار آید۔ ربی اُسبُو دِی اُرسی دشنام دادن۔

اقول۔ نہ پہلے قطعی انکار تھا ۱۶ ہے کہ سب دشنام گالی نہیں ہو سکتی مگر ہر کلامے راجح و ہر نقطہ راجح اب رہا یہ امر کہ اہل زبان و علم میرے تحریر کردہ اصول پر مختصر نہیں کرتے تو اس کلام سے ثابت ہے کہ میرا کلام بھی صحیح ہے علاوہ اس کے وہ ہر اس امر کو گالی خیال کرتے ہیں جو برائی معلوم ہو۔ خیر اب اس اصول پر ملاحظہ فرمائے جنصائص نسائی صفحہ ۳۱۰ میں مذکور ہے کہ صلح حدیبیہ کے وقت قبل تکمیل کچھ لوگ آنحضرتؐ کے پاس آئے کہ تم لوگ آپ کے ہمسایہ ہم محلہ میں ہمارے غلام جو آپ کے بیان بہاگ آئے ہیں بکھو واپس کر دیجئے حضرت صلعم نے مشورۃ فرمایا۔

فقال لا بی بکر ما تقول فقال صدقوا پس کہا ابو بکر سے کیا کہتے ہو کہ یہ سچ کہتے ہیں

پھر عرضہ میں اگر حضرتؐ فرمایا۔

ما تقول فقال صدقوا ثم کیا کہنے ہو کہا یہ لوگ سچ کہتے ہیں  
 فرمایا فرشتہ خدا کی قسم تمہارا اللہ ایک ایسے شخص کو مقرر کرے گا جس کے دل کا ایمان خدا نے ایمان کے  
 ساتھ کیا ہے پس وہ دین کے بارے میں تمہاری گردن مارے گا۔ فرمائے ہر دو صاحبان کے جواب  
 آنحضرت صلعم کو پڑے معلوم ہوئے اور حضرت حضرت بنی یمنین اگر بڑے معلوم ہوئی تو بعد جواب ہر دو صاحب  
 طلل و خضہ آمیز کلام کیوں کہئے اور اگر بڑے معلوم ہوئے تو آپ کے اصول کے موافق گالی ہوئی یا نہیں  
 دو سرے اس ہنگام صلعم بن جو کلمہ۔ انصاف نظر الالات۔ یعنی جس نظرالات کا دلے پارہ گوشت  
 بالائے فرج) حضرت خلافت مآب ہو کر نے عرودہ سے بھنوری آنحضرت ارشاد فرمایا اس سے کچھ  
 ریخ عرودہ کو ہونچا یا نہیں اور یہ گالی ہے یا نہیں۔ تیسرے وقت وفات آنحضرت صلعم نے حضار  
 رادات دقل کو ارشاد فرمایا اور معاذ اللہ نہ زبان تصور کیا گیا ایمان اس سے بحث نہیں کر گئے  
 اٹھا العزیز آراے مختلف پر شور و فوغا سماعت فرما کر ”قوموا عنی“ اٹھ جا میرے پاس سے  
 ارشاد فرمایا یہ خوش ہو کر ارشاد ہوا یا رنجید ہو کر لا محالہ ایسا حکم نور نجدگی کا ہوتا ہے۔ در نہ مرنے والا تو  
 لینے پاس سے کسی کا اوٹھنا پسند نہیں کرنا تو حضرت کو صاحب سے ریخ ہونچا یا نہیں ناگوار گذرا یا نہیں  
 کہئے گالی ہوئی اب کہئے تو معلوم ہو ذرا سمجھ کر کہئے گا بنی کے مخالفین یہ گالی ہے اور سب صاحب بن  
 جنکو صحابی کا انہوم کا مصداق بنایا جاتا ہے آپ کے ہول نفوی کے بموجب تو اگر کسی ایسے شخص کو جو  
 ہمیشہ نازک صوم و صلوٰۃ ہے اور عورات کا ترکب ہوتا ہے اسکو شرعاً ہدایت کرنا عذاب ہے ڈرنا بھی  
 گالی ہوگی کیونکہ اسکو ضرور برا معلوم ہوگا کہ ان افعال کو وہ اچھا سمجھ رہا ہے پس جتنہ کرنا اس کے  
 فائدہ و آرام و دنیا و دین کا رکن ہے جو اسکو برا معلوم ہوگا اور جناب جو جملہ ائمہ کی نسبت تحریر فرمایا  
 بعض تعصبانہ جملہ تھا (ان کے ائمہ کی تعلیم و ہدایت) تو کیا ہو کر ریخ نہیں ہونچا جس پہ گالی ہے  
 قول اور لطف بالاسے لطف تو یہ ہے کہ آپ کے اس خواہش سے تعریف کے رد میں  
 بھی مشیون پر گالی کہنے کا الزام قائم رہتا ہے۔ چنانچہ لعنہ کے جس  
 پہ آپ جواب لکھتے ہیں۔ اسی بن صفحہ ۴ پر پہل کی گالیوں کا

بیان کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ سہیل کے برہنہ کے ٹیٹل پر بجائے آیات  
یہودیشکے سب سے پہلے یہ شعر لکھا ہوا ہے ۔

اتکرموتہم وانا سہیل طلعت بوقت اولاد الزناء  
اس شعر میں اپنے آئندہ کی تعلیم کے مطابق کو ایک بے غیر معمولی تاثیرات بلکہ  
اختیارات کا عقیدہ ظاہر کرنے ہوئے اہلسنت کی موت کی آرزو دیکھائی  
ہے اور ان کو اولاد نہ لکھا گیا ہے اس سے زیادہ بزاری گالی اور  
کیا ہو سکتی ہے۔ اب شفیق علی خان صاحب سے پوچھنا چاہئے کہ  
سہیل کے ٹیٹل پر اپنے یہ شعر دیکھا یا نہیں اور یہ شعر آپ کے خود سامنے  
تعلیق کے مطابق گالی ہے یا نہیں اور جب آپ کے علماء، ایسی بات  
گالیاں بکتے ہیں تو آپ کے حوام کا کیا حال ہوگا۔

اقول اولاً تو جس امر میں میری توجہ ہے کہ امن گالی نہیں ہے جو تبرے کے نام سے مشہور  
ہے بھہ پر اسی صفوں کے رد کا جواب لکھنا فرض ہے مروت دوسرے کا جواب لکھنا ضروری  
ہوگا لیکن اب آپ کا سوال ہے لہذا مجوزاً مختصر عرض کرتا ہوں۔ اول تو یہ فرمائیے کہ اس شعر  
کے الفاظ سے تو اہلسنت پر حرامی ہونے کا اطلاق صراحتاً یا یا نہیں جانا۔ ان کی موت کی آرزو  
کرنا بائی جاتی ہے۔ مگر اس پرچہ پنجم کے صفحہ ۲۵ میں بذیل سوال روایت کافی کھینی کتاب  
الردفہ کے صفحہ ۱۲۵ کی درج ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ بلال حسن انغال حقوق الہمیت کو  
جن لوگوں نے بلا امتیاز خود مروت کیا کہ جو ان پر حرام تھا۔ دشمن الہمیت ہوئے تو حضرت جس نے  
مروت کیا اس کی نسبت ہے آپ نے عام طریقہ سے کیوں خیال کر لیا یہ تو وہی شے ہے جو کئی قاری  
میں نکلا پھر اس شعر میں کوئی خاص شخص نامزد نہیں ہے بلکہ عام حوالہ ہے جو کوئی ایسا ہو۔ کب فکر  
اندہے کو اندہا کانے کو کا نا ولد الزنا کو حرامی کہا گیا جو ایک داعی امر ہے جسکو مشاہدہ و علم  
سے جہتے ہوں تو کیا وہ گالی ہے۔ اور اگر یہی اصول ہے تو اب خیال فرمائے کہ آپ کے

لن کن علما نے گالیوں کا استعمال کیا۔ عام طریقہ سے نہیں بلکہ خاص نامزد کر کے معاف فرما گیا۔ جن اعادہ ان مضامین کا نہیں کرتا بلکہ جناب کی نظر سے گذرا ہوگا یا اب ملاحظہ فرمایا ہے لئلا معارف ابن قیمہ۔ تاریخ ابن کثیر شامی، مثالب بن کعبی میں جو مضمون نسبتاً در حضرت فاروق میں درج ہے۔ اگر صحیح لکھا تو گالی اور غلط لکھا تو گالی۔ یہ تو بچا رہے ایک ڈیڑھ میں جنہوں نے دعویٰ علم کیا نہ جہاد گریہ ہر سہ ہزار گوار تو اکابر علما سے ہیں اس کے علاوہ شہر فخری کا نا اہل تشیع کا

**قَوْلُهُ** بانی رب آپ کا یہ فرمانا کہ لعنت قرآن مجید میں آئی ہے اور خدا کا اؤ

فرشتوں کا اور شیعوں کا اور دوسرے انبیائوں کا لعنت کرنا قرآن مجید میں مذکور ہے۔ اس کے بعد عرض ہے کہ خدا کی لعنت کرنے کا تحقیقی جواب جو کہیں آپ نے سنا ہوگا یہ ہے کہ بیشک لعنت قرآن مجید میں آئی ہے اور بیشک خدا جس پر چاہتا ہے لعنت کرتا ہے۔ لیکن اولاً تو خدا کا لعنت کرنا گال نہیں لکھا جاسکتا کیونکہ خدا کا لعنت کرنا یا کوئی سختی سے سخت کلمہ فرمانا عار و تنگ ہولانے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ ایقان فعل کے لئے کہوتا ہے۔

مثال قوم بنی اسرائیل سے (صحرى فاقردة) بند رہو جاؤ ہو گئے۔ (موتوا) مر جاؤ مر گئے۔ بیس سے (علیک لعنتی) وہ ملعون ہو گیا۔ خدا کی قدرت کا ملہ اور سلطنت قاہرہ کا یہ حال ہے۔۔

استما امره اذا اراد سنينا لقول له كن فيكون  
یعنی اللہ جس کام کا ارادہ کرتا ہے فرماتا ہے ہو جاؤ کام ہو جاتا ہے۔

**اقول** واقعی ایسا تحقیقی جواب مدلل برابر ہیں قاطعہ قرآنی پہنچے کیا ہمارے فرشتوں نے نہ سنا ہوگا کیونکہ بقول آپ کے ہم کو قرآن سے تعلق کیا ان اگر معاذ اللہ ہم بھی قرآن کو مشاب

مکلفنا جائز سمجھتے نیز ذہن باندہ کر کر سے امان طلب کرتے اور سامنے رکھ کر تیر بار کر کے کرتے اور آیت ہائے احکام کے معنی تبدیل کر کے اپنا مطلب نکالتے اعزازِ عظیم مندرجہ قرآن کو بغیر سمجھ کر ذہان کی نسبت دیتے انکی عزت کے حقوق قرآنی کو غصب کرتے نبوت پر عین شک کرنے والہ تعلق کامل کا دعویٰ کر سکتے تھے۔ بعض اسوجہ سے ہم کو تعلق قرآن مجید سے ہونا کہا جاتا ہے کہ ترتیب نزول کے مطابق مرتب ہونا نہیں کہا جاتا ہے تو آپ ہی انصاف یہ فرمائیے کہ سورہ علق مکہ جو پہلے آزل ہوا پارہ تیسرے میں کیوں درج ہے اور سورہ حمد اول میں۔ اور سورہ بقرہ جو مدینہ ہے شروع قرآن میں درج ہے جبکہ مدینہ تشریف ہی نہیں لے گئے تھے اور پھر بضرورت تعلیم اطفال نبیون پارہ کی سورتیں کیوں اول سے پڑھ کر دی گئیں اور الحمد شامل کر دیا گیا بغیر اس کو چھوڑ دیئے۔

واہ جناب۔ یہ نئے معنی اور تفصیل کہاں سے اور کس منت سے استخراج کئے گئے کہ لفظ لعنت جس کے معنی پھٹکار زدہ اور دوری از رحمت ہے خدا کا فرمانا گالی نہ ہوا اور عا ہا کہنا گالی ہو جا حضرت مادہ رحمت و غضب تو اسی کے اختیار میں ہے جب ہم اسکی درگاہ میں اسند عاکرین اللہ العن فلان تو گالی ہو گئی اگر وہ مالک فرمائے وان علیک لعنتی تو گالی نہ ہو گی اول میں تو اس مقام پر بے محل و بے سود پیش کر دی گئیں کہاں ذکر لعن اور کہاں نزول حکم غضب پروردگار عالم کا لعنت کر دینا ابدال آباد ہے اور ہمارا طلب دوری از رحمت کسی کے لئے اوس سے کرنا ہمارے بیزاری و نفرت دشمن خدا و رسول و آل رسول سے ہے اب رہی تخصیص تو آپ اپنے علماء و کلمہ سے کہئے کہ انہوں نے کیوں ایسے مذکرہ اُن نامزد کر کے منع کیے اگر چھوٹ لکھے تو اُن سے مواخذہ کیجئے کہ ایک تو اُن پر محبوب جوٹ لگائے دوسرے جوٹ ہو لکر قبول جناب تفسیر کیا اور اگر صحیح کے تو ہمارا قصور کیا بس خاموش ہو جائیے۔ بھر نفع ہم آپ کے طعن کے سزاوار نہیں ہو سکتے

قولہ انہم نہ نیا خدا کا فعل ہمارے لئے قانون اور دستور العمل نہیں ہو سکتا

جب تک کہ بگوئیں حکم نہ ملے اس کے بعد طویل ذکر ہے۔ خلاصہ۔ جو  
 احوال کی قدرتِ عامہ و صفاتِ کاملہ سے ہوتے ہیں اُس کے لئے باعث  
 مدح اور بندوں کیلئے موجبِ ذم۔ وہ انسانوں کو مار ڈالتا اور  
 درندوں کی غذا بناتا دیتا ہے اور لوگوں کو زنا کر کے اپنی داپٹے  
 نیون کے اور برگزیدہ بندوں کی شان میں گستاخیاں دے تو ہیں  
 و ایذا پہنچاتے ہوئے دیکھتا ہے اور باوجود قدرتِ برتاری سے  
 کام لیتا ہے۔ (عبارتِ الجسم)

بھی وجہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے خود نعمت فرمائی۔ مگر ہم لوگوں کو  
 لعنت کا حکم سارے قرآن میں کہیں نہ دیا۔ لعنت کا حکم کجا اُس کے  
 برعکس یہ حکم دیا کہ لا مستجواب الذین ینذعون من  
 دون اللہ کہ مشرکوں کو یا ادرائے کے معبودوں کا برا نہ کھو۔

اقول

سبحان اللہ یہ جب مہول ہے کہ خدا کا فعل قانون و دستورِ اہلِ ہمارے لئے نہیں  
 ہو سکتا۔ جب تک حکم نہ ملے۔ تو حضرت جن کے اوصاف خدائے ذکر فرمائے ہیں ہم انکی مدح نہ  
 کریں اور اچھا نہ سمجھیں اور جنکو مشرک یا کافر یا منافق اون کے افعال پر قائل و کر لعنت دی ہے  
 ہم انکو قابل نہ سمجھیں اور برا نہ کہیں کہ خدا کا فعل قانون نہیں ہے اور خدا نہ کرتے اور شر ہی ہے  
 وغیرہ وغیرہ دیکھتا ہے کہ ہر ذریعہ کا لہذا ہم بھی دیکھ کر خاموش رہیں۔ ہم حکم  
 شرع کے یہاں شہادتِ مذین و احمی یہ ہی اصول تھا کہ بنی کو ہذا کی تہمت لگائی غلط کیا  
 حالانکہ بھنور بنی آوارہ ہیں لہذا کرنے کو منع فرمایا تھا کسی نے کسی کو نہ منع کیا نہ الزام دیا نہ برا لکھا کیونکہ خدا  
 تو سزا دیتا نہیں۔ بنا ہے جو آیت تحریر فرمائی میں اسکو تمام کمال عرض کرتا ہوں  
 سورہ انفصاح ۱۳۔

لا مستجواب الذین ینذعون  
 نہ گوے برا نہ کہو جنکو وہ پکارتے ہیں اللہ کے



من دون الله فنبوا  
سوائے کہ وہ بڑا کلمہ نہیں ادا کرے  
الله عدواً بغیر علم  
بے ادبی سے بغیر جانے ہوئے

کیون جناب آپؐ کس لفظ کا امین تھے جس سے ہمارا کہ مشرکوں کو نہ کہو ہمارے مشرکوں کے معبودوں کے لئے منافقت سے اسوجہ سے کہ اولاً تو وہ جس میں انکا تصور کیا۔ دوسرے وہ مشرکوں کے مانے ہوئے معبودین وہ ان کے بڑا کہنے سے ہمارے خدا کو بڑا کہنے لگیں گے مگر یہ کھ جو مرکب شرک ہوئے انکو بڑا کہو یہ کہاں ہے العجب ثم العجب اب حال کھلا ہی دے جی کہ گاندھی جی کی تعلیم کے مطابق اہل ہندو سے اتفاق کیا گیا اہل آہ قرآنی نظر انداز کیا۔

لا یعتقد المسلمون ان لا یفین  
نہ اعتقاد کریں مومنین کافروں کو

اولیاء من دون المومنین  
رفیق مسلمانوں کو چھوڑ کر

چکہ یہ اتفاق خلاف حکم تھا۔ لہذا نہ کوئی فائدہ اٹھایا اور نہ کوئی باقی رہا۔ مہ آخرا کہ ایسے خیر و شر ہو گئے تھے کہ ممبر رسول پر بیجا اگر شکوک پڑوئے گئے، ہوس ملک گیری کی تھی کیون نہ ہوئی باس نہیں

ہاں جناب۔ تو مشرکوں کو بڑا نہ کہیں بہت اچھا۔ مشرکوں نے عدلن مہدک فہید کئے، ابن ہج مشرک حضرت صدیق سے سرازار کہ بے ادبی کی درجہ احد آفرین کھیں آپ بھی تو کیلے۔

معظمیٰ آفریدہ کو کیا ضرورت تھی کہ خدا نے قرآن میں مشرکین منافقین شیطانی کی اکثر مقامات پر تہمت فرما کر لعنت ہی فرمائی پھر جب ہم کو اودنے نسبت بڑا سمجھنے یا کہنے کی ممانعت تھی تو ایسے کلمات امن وطن ہمارے نکلا رکھے کیون بقول فرمائے۔ حضرت یہ حکم تبلیغ اشارہ ہے کہ ہم نے انکو ایسا مقرر کر دیا اور سہا تم رخصت کر کے ایسا ہی سمجھنے رہو مگر آپ کیون اسکو قبول کریں گے اس میں تو بڑا جلدی ساز پوشیدہ ہے کہ پھر ایسے شخص کی طرف خیال بد نہیں نشین جو گناہ ہے جو ہو۔ اور حضرت دیکھے یہاں آپ متنبی کے معنی بڑا کہنے کے تکرار کرتے ہیں بھائی بھائی گویاں ہادی بان سے

نہیں ہے۔ آپ کا یہ فرمان کہ تمام قرآن میں ہم کو لعنت کرنا حکم نہیں دیا گیا۔ گستاخی معاف خدا  
سورہ نور کا شروع اول ملاحظہ فرمائیے۔

ترجمہ۔ اور جو لوگ عیب لگا دیں اپنی چور و کو اور گواہ نہ رکھتے ہوں سوائے اہل  
تواکلی گواہی یہ ہے کہ چار گواہی دے اللہ کے نام کی (یعنی خدا شاہد ہے میرے دعویٰ کا) کہ  
سچا ہوں (اپنے دعویٰ میں)

والخامسة ان لعنت  
الله عليه ان كان  
من الكاذبين  
اور پانچویں (دعویٰ) یہ کہ لعنت ہو جس  
شخص پر اللہ کی اگر وہ چوٹا ہو یعنی  
وہی عیب لگانوالا)

گو اپنے اور آپ لعنت کرنے کا حکم ہے مگر یہ حکم تو ہے کہ لعنت کرو۔ اور  
میری حکم۔

**قول** خدا عالم الغیب ہے، دون کی حالت جانتا ہے لہذا وہ ہر شخص  
کی اندرونی حالت سے واقف ہے کہ وہ کافر ہے یا منافق ہے اور  
اس کا خانہ کفر و نفاق پر ہوگا یا کیا لہذا وہ کسی پر لعنت کرے  
تو حق بکائیے۔ ہم لوگ نہ کسی کے دل کی جڑ دیکھتے ہیں نہ کسی کے  
خانہ کا ہم کو علم ہو سکتا ہے۔ لہذا ہم کسی کو لعنت کریں تو  
مجرم ہیں۔

**اقول** لیکن جناب جب اوس نے تمام اسباب و آثار کفر و نفاق کا تذکرہ کر دیا کہ  
ہمارے احکام کی تعمیل نہ کرے ہم کو اپنا معبود نہ کہے ہمارے رسول کو ان کے اذیت ہے اور قرآن و  
رسولوں کی تکذیب کرے اور حقوق الٰہی رسول و جو منین کو خصب تصرف کرے وہ کافر و منافق  
ہے اوس پر لعنت دنیا و آخرت میں اور عذاب عظیم ہے۔ تو جب یہ آثار کسی شخص میں ہم  
معلوم کر لیں تو ضرور ہم اس کو برا سمجھیں گے اور کہیں گے یہ کل بیان ہمارے شاخ و برگ کے لئے



ہر حکم کے مطابق ایمان لاری اسلام شہادہ کو کے کافر استانی نہ کہیں گے لیکن اگر کفر و فحاشی کے عملات  
 شہادین آجائیں اسوقت انکو کیا کہیں ہوں؟ اچھا یہ تو فرمائیے کہ صدیق اکبر نے اسی آیت پر عمل  
 کیوں نہ کیا صرف زندہ کو وہ وصداقات نہ بھیجے پر مالک بن نویرہ (محصل اموال زکوٰۃ و صدقات)  
 پر چند ہند رسول معلوم سے اس امر پر مامور تھے چڑھائی کر دیے ظاہر ہے جن سے یقینی ہوں تو ارادہ کر رہے  
 فرمایا تھا اور پھر فرمایا مسکو نہ سے برابر اذان کی آواز اہی تھی مگر کچھ نہ خیال کیا گیا اور حضرت سعدؓ  
 خالد بن ولید کے ہاتھ سے معہ ہر یون کے مالک قتل کئے گئے اور انکی نہ جوتے اسی شب ہزین غلام  
 نے زنا کی (فرمائیے یہ خاص زنا ہے یا اوس عورت کا فعل مضطر یا نہ جو جنگل میں بوجہ تشنگی مجبورانہ  
 راضی ہوئی اور معہ) چرچریل صاحب کو بارگاہ خلافت سے کچھ سزا نہ ملی اور دیت بیت المال  
 اور لیکٹی۔ یہ دوسری حالت خلاف حکم قرآن ہے یا نہیں آپ ہی پر اس کا انصاف ہے مگر جناب  
 قرآن اپنا ہے عمل کیا یا نہ کیا کیسے کیا۔ اچھا جناب ذرا شیطان دباو لبب و فرد و فرعون  
 منحوس الکفر اشخاص کے نام بتلائے لیکن علامات اور آثار کا حوالہ دیکر نہ بتلائیگا۔ ورنہ ہمارا  
 اصول صحیح ہوگا۔ اچھا تو صفات پر لعن کرنا جائز ہے۔ تو مجاہد سے ہانگے والے۔ نبوت میں  
 شک کرے تو اے۔ بنی اور نبی کو اذیت دینے والے بنی اور آل بنی کی توہین کرنے والے  
 اونکے حقوق جو بجانب اللہ مقرر تھے غصب کرنے والے دیکھیے یہ سب صفات ہیں کسی کا نام  
 اگر آپ اپنے اُصول کے موافق ایسے سب صفات والو کی نسبت لعن تحریر کر کے شہر کر دیں تو  
 بخدا میں پھر کسی کا نام نہ لون اور آپ کی تقلید کروں بلکہ آپ کی تحریر کو اپنا وظیفہ مقرر کروں۔ جنگو ہم  
 ان اوصاف میں نامزد کرتے ہیں آپ کو اکی نسبت انکار ہے پھر کہنے میں کیا باک ہے۔ اب رہا یہ  
 کہ نیکو ایسے شخص پر علامت عینیت کا لعنت کر نیکی منع کرنا یہ اُنبر صریح بہتان ہے بلکہ یہ فرمائیے کہ علماء  
 عوامیہ کا یہ قول ہے خبر علمائے حنفیہ اسی کلمہ کا استعمال کرتے ہیں اور اسی خوف سے وہ اپنے کو  
 ہر طرح حتی پردہ میں چسپاے ہوئے ہیں جیسے کوئی عائد شیر کی کھال اوڑھ لے کہ اسکو قام  
 عائد شیر تصور کریں۔ اور اہی اہی تہذیب بعض میں خطبات مغنی علماء کے شائع ہو چکے ہیں

اچھا سنئے خداوند سے یہی بڑا چیز ہے جس کا نام ہے غیر مخصوص الکفر پر مبنی کرتے ہیں۔ امام اعظم علیہ السلام  
ابو اسحاق سفرا لکھی کتاب جو زمین فی مشہد الحسن بن سہروردی سے روایت کرتے ہیں۔

خلاصہ ترجمہ عربی۔ کہ وہ ایک روز دربار یزدین موجود تھا ایک کنیز خوب حاضر تھی اور حسین  
دیکھ کر اس نے اپنا خواب بیان کیا۔ کہ فرشتے معہ گزہاے آتشین اُترے ہیں اور کہتے ہیں کہ حکم  
خدا کا اس گھر کے علاوہ دینے کا ہے یزدین پر سکر برہم ہوا اور حکم قتل کا دیا کنیز نے کہا کہ کوئی ذریعہ  
نجات کا ہے کہا۔

سترقی الملت بروستی کہ منبر رجا او علی داود لاد علی پر

لعنت کر

علیاً و اولادہ

کنیز نے منظور کیا حکم حضور مردم کا کیا جب سب جمع ہو گئے وہ منبر پر گئی اور کہا آگاہ ہو کہ مجھ کو حکم  
دیا گیا ہے کہ علی اور انکی اولاد پر لعنہ کروں حالانکہ وہ ساقی کو تیرہن اور حال لو اسے محمد ہیں پس  
سنو مجھ سے علی لعنتہ اللہ علی یزید و علی بن بابیہ و شایعہ فقتل الحسین علیہ السلام  
ترجمہ عربی۔ یعنی یزدین پر لعنت، خدا کی اور منصف لعنت کرنا والوں کی اور جنہوں نے بہت کی  
لہذا شکر کی قتل حسین بن۔ اور صلوات علی اور اولاد علی اور شیعہ علی پر

اس روایت میں امر ظاہر ہوئے ایک نوید کہ غیر مخصوص الکفر پر یزدین لعنت کرانے کی خواہش کی  
وہ سب یزدین پر جمع عام بن ایک عورت نے لعنت کہی اور عالم مستند نے صحیح روایت سمجھ کر درج کی  
تیسرے ”سب“ کے معنی لعنت کے ظاہر ہوئے نہ گالی۔ اور ملاحظہ فرمائے حضرت امیر معاویہ  
بنی غیر مخصوص الکفر پر خود بھی لعنت فرماتے تھے۔ علاوہ ابراہیم لعنت کے تاریخ کامل صفحہ ۱۱۱

(جلد ۲)

ان معاویہ مکان اذن معاویہ ناز کے قوت میں بھی لعنت کرتے

تھے

قنت سب علیا

نہان بھی ”سب“ کے معنی لعنت کے ہیں نہ گالی کے۔

**فقہ**

فرشتوں اور نبیوں کی لعنت کرنے کا جواب یہ ہے کہ وہ اس شخص پر ایسوقت لعنت کرتے تھے جن کے متعلق اور جب تک خداوندی لعنت کرنے کا انکو ملتا تھا۔ فرشتوں کی نسبت۔ آیہ لا یصون الله ما امرهم و یفعلون ما یومرون یعنی وہ کسی بات میں اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ پیغمبر کی نسبت

ما یطلق عن الہوی ان ہوا لا وحی یوحی۔  
یعنی وہ ہوا سے نفسانی سے نہیں بولتے ان پر آواز وحی الہی اس کے بعد شاد فرماتے ہیں، پس فرشتوں اور نبیوں کا لعنت کرنا یقیناً مجکم خدا ہے اس پر کسی دوسرے کا قیاس کرنا اور ان کے اس خاص فعل کو قانون کلی بتانا ساری شریعت کو دہیم برہم کرنا ہے۔

**فقہ**

اول تو آیہ ما یطلق عن الہوی مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہے تاہم انبیاء پر اس آیہ کا اطلاق ہوتا یا نہیں جانا۔ لیکن آپ کا ارشاد ہم تسلیم کرتے ہیں کہ فرشتے و انبیاء کوئی کلام اپنی طرف سے نہیں کرتے مگر احکام عبادات و نظم و نسق شریعت میں لیکن عرض جاتا وصل اس کے واسطے حکم وحی کی ضرورت نہیں کوئی تفصیل بنی یا ملک یا انسان کی ہے۔ دیکھو خلقت آدم کے تذکرہ پر فرشتوں نے عرض کیا نحن نبیہ جسدک کیا یہ کلام حکم سے کہہ گیا۔ اب انبیاء کا عرض کرنا بلا وحی سمجھئے۔ حضرت نوح و ہود کا تذکرہ علی لا رصف جناب علی دہنا انزل علینا ما نذقہ جناب ابراہیم بنا و اجبت فیہم رسولا منهم حضرت ذکریا غلب لی من لدنا کثرت یس و اجعل لی وزیراً و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عرض کرنا یا ربنا ان تقوی القہن و اجعلنا من القہن و اجعلنا من القہن و اجعلنا من القہن

کیا یہ سب دینی سے کلام ہے علی الخصوص بنی مسلم کا کلام مگر اس دعا سے حاجت یا عرض کی تکمیل یا کسی شخص یا شے کے اپنی بیزاری یا برکت کیلئے عرض کرنا جو وحی و حکم کی ضرورت نہیں۔ پس یہ صلح نبیوں اور فرشتوں کا امن کرنا ہے کہ جب آثار کفر مشاہدہ کرنے میں بعض نہیں رکھ سکتے تو بے بیزاری کر دہ گاہ خدا میں عرض کرنے میں لفظ لعن کے مذکور ہیں۔

**قول** جو ائمہ شیعہ جلیفین صاحبین اپنے اس مضمون میں نقل کی ہیں خود ان سے ہی اس بات کی تائید ہوتی ہے چنانچہ ایک آیت یہ ہے۔

لعن الذین حکموا من بنی اسرائیل علی  
لسان داود و عیسیٰ بن مریم۔ جس سے صاف ظاہر  
ہے کہ لعنت کرنا الہی ہے۔ مگر اس لعنت کا اظہار حضرت داؤد  
حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے ہوا۔

**اقول** جناب مکرم معنی اسکے تو یہ ہوئے۔ لعنت کئے گئے منکرین بنی اسرائیل میں سے  
داؤد کی زبان پر اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر اسکے کن الفاظ کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے  
اپنے لعنت کرنا اظہار زبان داؤد عیسیٰ سے کیا۔ اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ قوم بنی اسرائیل  
کے منکروں نے اپنا اس قدر ارتداد کیا کہ داؤد عیسیٰ نے اوپر لعنت کہی پھر وہ خود اپنے افعال  
قبیحہ سے لعنت کہلائیے باعث چرے جیسا کہ تم سے ظاہر ہے۔۔۔

ذالک بما عصوا و کانوا اس سے کہ گناہگار تھے اور مدبر نہ تھے

تھے۔

یستادون۔

ابن صاحب جو جی چاہے معنی بھلائیے قرآن اپنے اہل و عیال قرآن میں اور اس میں فی العلم  
یہی ہے کہ حدیث صحیح ابن خلد فی التقلید سے آپ کے بیان سے دوا اول ہی ہوتی کہ  
میلہ وہ کہ مرتب حسبنا کما یصلہ علیہ عمل کر لیا گیا پھر کوئی سیدائے آپ کے نہ ہوگا۔

**قول** اہل بنی اسرائیل کا لعنت کرنا قرآن مجید میں مذکور ہے اس میں

تین احتمال ہیں :- اول یہ کہ ان انسانوں سے مراد انبیاء علیہم السلام  
ہوں ، دوم یہ کہ مراد غیر انبیاء ہوں اور انکی لعنت مراد وہ  
لعنت ہو جو وہ اوصاف پر یا انخاص مخصوص الکفر پر کرن جسکو  
شریعت جائز قرار دیا ہے ۔ سو ہم یہ کہ مراد غیر انبیاء ہوں اور انکی  
لعنت مراد وہ لعنت ہو جو وہ از خود بوجہ کم شریعت کرین  
ان جنہوں احتمالات کو اکثر مفسرین نے ذکر بھی کیا ہے اور ان  
احتمالوں میں کیسی بنا پر جو از لعنت کا کوئی عام قانون ثابت  
نہیں ہو سکتا یہ جا کیا لعنت کا عبادت ہونا

اقول

خوب تین احتمال اپنے لفظ انسان میں ارشاد فرمائے اسی کا نام دلیل ہے پہلا تین  
صاف اپنا مقصود ظاہر کر رہی ہیں آپ کو احتمال پیدا ہوتا ہے ۔ اول یہ کہ ان انسانوں سے مراد  
انبیاء علیہم السلام ہوں پہلا سورہ بقرہ کی آیت رکوع ۱۹ ملاحظہ کر کے فرمائے کہ کیا انبیاء کا اولئک  
یلعن ہم اللہ ویلعنہم اللعنون ( یعنی اُن پر لعنت کرے اللہ اور لعنت کرتے ہیں  
لعنت کرنے والے ) لعنت کرنا انکی طبیعت میں روزانہ شامل تھا جو لاعنون ( یعنی تبرائی ) کے خطاب سے  
مدح کئے گئے تو پھر تاسی انبیاء میں ہم پر اعتراض کیوں کئے گئے پھر دوسری رکوع میں آیہ لعن کے آخر ۔  
والناس جمیعین کی لفظ ہے اور سورہ عمران رکوع ۹ میں بھی والناس جمیعین کی لفظ ہے تو اگر  
تاسی سے انبیاء مراد ہیں تو کیا کلی انبیاء لعنت کیا کرتے تھے ۔ دیکھئے جہاں انبیاء لعنت کی ہے خدا  
علیحدہ ذکر فرما دیا ہے جو پہلے مذکور ہوا ۔ دوسرا احتمال مینی غیر انبیاء ہوں اور لعنت کرنا انوں کا  
اوصاف پر یا مخصوص الکفر پر ہو ۔ تاہم تقریر طولانی اپنے خود فرمائی مگر انخاص معصومین کے نام  
نہ لکھے قرآن مجید کے ان آیات میں یا کہیں دیگر مقامات میں کسی کا نام نہیں ایسے شیطان و الجہنم  
و فرعون و مژدہ و غیرہ تو ان آیات میں انکا تذکرہ نہیں پھر تو پھر صورت دہی صفات و حالات  
ارنماؤں ہوں گے اور جب اس کا علم کسی شخص پر خاصہ مدیقین پر مشاہدہ سے ثابت ہو گیا تو یہی



ہے۔ تیسرا احتمال۔ یہ تو قطعاً لافضل ہے مین بلا حکم شریعت لعن کرے ایسا کوئی کیون کرے گا لیکن اگر آثار سند حدیث قرآن مجید کا کسی کو انکاب کرے دیکھ لیا جائے گا یا یقیناً ثابت ہو جائے گا تو پھر ہی یقین مین یا سماعی حکم شریعت ہو جائیگا۔ ورنہ خدا کا رستہ پاک۔

لا یتخذ المؤمنون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین۔ (یعنی نہ کفرین مسلمان کافرون کو رفیق مسلمان چھوڑ کر۔)

آخر مومنوں کو کافرون کا کفر کیون کر معلوم ہوگا۔ کیون کہ کسی کا نام مبین وہی آثار و افعال سے اور کیا شناخت سے۔ اسکے بعد انجیم مین یہ نفیس نکلتے۔

جب کا خلاصہ یہ ہے۔ جو مخصوص خدا کیلئے ہے۔ اگر غرض خدا کسی کی حمد کی جائے تو وہ حمد خدا ہی کی طرف جاتی ہے مگر وہ شخص جسے غرض خدا حمد کی ہے گنہگار اور گمراہ ہوا اپنی نیت اور ارادہ سے اسی طرح سے لعنت کے جو شخص خاص معلوم آئی مسیحین ہر لعنت اور مین پر جاتی ہے اور اگر غیر مستحق پر لعنت کی جاتی ہے تو وہ لعنت بھی مستحقین پر جاتی ہے اور خود لعنت کرنے والوں پر لوٹ آتی ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

**قولہ** شیعہ جو دن رات لعنت کا وظیفہ پڑھا کرتے ہیں اور اس وظیفہ کو ناز ہے اس وجہ سے ان کا عزیز ترین لقب اہل لعنت قرار پایا ہے۔

**اقول** لفظ اہل نے لعنت کے ساتھ نہایت عمدہ معنی پیدا کر کے جو اپنے محرمات فرمائے کیون جناب ہمارے لئے لیکن دلائل سے اور کس نص سے اہلیت لعنت کی ثابت ہوئی اب تو آپ بھی تیار کہنے لگے اور کس نص کے۔ دیکھئے۔ اہل کہ۔ کہ دالے۔ اہل خانہ گھر والے۔ اہل سنت سنت دالے اسی طرح اہل لعنت یعنی لعنت دالے یعنی پیغمبر لعنت کہی جاتی ہے اور مزید معنی اہل کے قرآنی سنئے۔ جناب نوح کی استدعا مین

وعدہ نکال دیا بسبب اس کے کہ

سرب انہ ابی من المصلی

اور جو بآرشاد ہوتا ہے

لَیْسَ مِنْ اَهْلِکَ ۝

بہین ہے اہل ہمارا

یا عرض حضرت موسیٰ

وَاجْعَلْ لَّی و ذِیْنِ اَمِنْ اَهْلِی ۝ اور دے بگو لکھتے ہیں تو لا میں سے گھر کا

اب اہل کے معنی آپ غفور فرمائے۔ حضرت ہمارا خطاب قرآنی لاعتون اور لاعین ہے۔ یعنی لعنت کرنا ہے نہ لعنت دالے۔ جبکہ ذکر آپ کے احتمالات میں اور ہو چکا ہے اب تو آپ کے چوں موضوع کے موافق جو کہ تہذیب اور شاد ہوتا ہے غیر مستحق پر یہ خطاب ثابت نہ آئیگا۔ بلکہ اسکے مستحق پر آپ لوگوں کا تحقیر ہو چکا ہے پس آئے گا۔ یا ہدے کہ وہ تفاق قرآن سے ثابت کیے اس کے بعد ایک لیل عبارت مد سئلہ العظیمین کی تعلیم و رسالہ العظیمین و رد و لعنت پر یاد کر دینا حال مدح کے تحریر فرمایا ہے۔

**قولہ**

اپنے بہادرین کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کہتے ہم پھر اسکو نقل کرتے ہیں

**اقولہ**

حضرت وہ آپ حضرات کا ارشاد بکرات اس قدر سن چکے ہیں کہ کان گنگا ہو گئے ہیں وہ سہری آواز ہمیں سن سکتے نہ ان پر کچھ اثر ہو سکتا ہے خاطر جمع رہے ہم تو انسان ہیں غلط اور رسول کے کلام کا ارجح نہ ہوا تو ہلک کیا چیز ہیں۔

**قولہ**

المشوق عینان صاحب نے اس مضمون میں ہر پنج خط سے حضرت ابو بکر صدیق

کے متعلق یہ جملہ نقل کیا کہ کان سیا یا ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ

اس قسم کی جاسوس باقون سے کیا قبو غل سکنا ہے علی و رہا ہی طور پر کسی

بات کو ثابت کرنا آسان نہیں سب سے پہلے تاریخی الحقائق کی رعایت کی پوری

سند بیان کرنا چاہئے مٹی پھر اس سند میں جتنے راوی ہوں ان سب کی

توثیق اسانور حال سے دیکھانی جاہے مٹی ان دونوں مرثون کے سطرے

کرنے کے بعد بھی مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

## اقول

اس مہربان مكرم بطرح آیت امیر معاویہ کے فعل مندرجہ صفحہ (۱۰) و کلام صدیق یہ نسبت عسودہ  
 (امصص نظر اللات) مندرجہ صفحہ (۸) و آیت سورہ ہجرات رکوع ۲ صفحہ (۱۱) اسما المؤمنون  
 الذین جو اس جواب میں جسکا آپ رد لکھ رہے ہیں سوال مدعی ہی چشم پوشی اختیار کی اس میں بھی  
 جب پوچھے گئے تو میں نے گواہین کچھ گنجائش کلام یا سہو یا خیالی میں آگئی لہذا رتبہ قلم فرمایا۔

کیون مولانا آپ کی تفسیر ہے کہ محنت کرنا غیر مخصوص الکفر ہے بلکہ مخصوص الکفر و صفات  
 پر جائز ہے تو یہ آپ کی عہدہ ہے و فتویٰ ہے یا کسی حدیث و آیت کے اگر خود ائی ہے تو اسکو خود  
 آپ یا آپ کے ہم مشربان کہتے ہیں اور اگر حدیث کے تو آپ کے نہ کتاب کا فہم کہنا نہ مادی کا نام نہ اسکا  
 وثوق نہ کہ نہ جال سے اور اگر آیت کے تو کس سورہ کی لہذا قابل قبول نہیں اس نیا نہ مندرجے تو  
 کتاب کا نام صفحہ کا پتہ لکھنا اور مولف بھی آپ ہی کے بیان کا ہے اگر روایت صحیحہ یعنی اور اس  
 صفحہ کیا تو گویا علفہ پاتا ہاں کیا اسکو جو کچھ کہنا ہو کہیے اور کتاب کا غیر مستند ہونا شہر فرمائے بلکہ  
 جس قدر نسخ و متباہ ہوں نذر اٹھائیں کیجئے کہ نہ کسی میں غلطی عظیم ہے۔

**قولہ** کیون کہ اولاً لفظ کان جو روایت میں ہے اسکا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے

کہ حضرت صدیق میں عادت سب دشمن پہنچتی یعنی بعد میں جانی رہی تھی ہے

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو منع کیا اور ارشاد فرمایا کہ صدیقین

و لعالمین کلا و ادب لکعبہ کہتے صدیق لوگ کسی پر محنت

کرین ایسا نہیں ہو سکتا۔ اول تو یہ عبارت بلاغت کلام معصوم سے

مقابل نہیں معلوم ہوئی کیا عجیب ہے کہ کچھ عبارت چوٹ گئی ہو جیسا

کہ خبر ناقص ہے دوسرے یہ ارشاد و ماہر بیان کسی کتاب کا ہے

یا آپ کے بیان کا یہ معنوں ہے اگر ماہر بیان کا ہے تو کتاب کا نام

جائے اور آپ کے بیان کا ہے تو ماہر ماہر میں اسے استلال

کرتا ہے۔ اور عادی کا ناس مادی کا و ثقی کی کتاب رجال سے  
مض آپ کے مستبر کرتے کو آپ ہی کے مقلدین تسلیم کر سکتے ہیں۔  
خیر معلوم ہوا کہ پہلے سب دشمن کے عادی تھے مگر مانتھ کے چوڑائی  
پھر بھی بڑائی تک کی عادت کہاں چھوٹ سکتی ہے آخر صلح حدیبیہ  
میں قرآنہ اخص نظرالات (چوس لات کا نظر) کہی بیٹے اور  
انصر کے رد پر کہا کہ کیا ہم بہاگ جائیں گے لیکن جناب ہائے  
احد وغیرہ میں بہاگ کر مرہ کے کلام مذکورہ کی تصدیق کر دی یہی  
سبب زیادہ تر لقب صدیق شہو ہو گیا ہے

قول

اور ثانیاً تاریخ الخلفاء کی روایت میں یہ لفظ شک راوی کیساتھ  
منقول ہے کہ ان سبباً یا او سبباً۔ پس حبیب راوی کو  
خود شک ہے تو شک کے دونوں پہلوؤں میں کوئی پہلو قابل وثوق  
نہیں ہو سکتا بلکہ سبباً کو لحاظ کرتے ہوئے۔ قرین قیاس یہ ہے  
کہ لفظ سبباً یا یہاں سبب وان کے معنی میں ہو سبب کا  
یعنی قرابت و رشتہ داری کلام عرب میں مستعمل ہوا کثیر الوقوع  
بمعنی اور حضرت ابو بکر صدیق کا ماہر انساب عرب ہونا مسلم  
چیز بھی ہے۔

اقول

ماشاء اللہ۔ آپ جزا اول روایت کا علیحدہ کر کے اپنے مطلب کے موافق فائدہ اٹھانا  
چاہا مگر ناقص رہا سبباً یا او سبباً کے ہم معنی ہونے میں خوب تفریق کی مگر کسی سند و حوالے  
بہلا یہ تو فرمایا کہ فقرہ اول استب عقیل ابو بکر۔ کے کیا معنی ہوئے۔ اب فرمائیے  
کہ عقیل ابو بکر در دون سبب عربیے او بوقت جزو آخر کے معنی یعنی دوکان  
ابو بکر سبباً او سبباً۔ اور تھے ابو بکر ادن سے بڑھ کر سبب عرب کے اب معنی در

اب اہلی معنوں سے کچھ علاقہ نہ رہا۔ یعنی عقیل و ابور جگر نے آپس میں دشنام دہی کی اور تھے ابوبکر بڑے دشنام دہندہ۔ پہلا انصاف فرمائیے کہ پہلے آپس میں مکالمہ سبب دشنام ہوا اور بعد میں ایک کی نسب دانی کا تذکرہ۔ اور مسلم اکل مناب جو نا بلاحوالہ کتب اسم راوی کیوں کر صحیح مانا جائے۔

**قولہ** امر دوم یعنی انجم پر توہین اکل رسول کا الزام اسکا جواب یہ ہے کہ یہ الزام نیا الزام نہیں ہے بلکہ پرانا الزام ہے جو ہمیشہ رد اقصیٰ نے اہلسنت و جماعت پر لگا دیا ہے، اور ہر بار یہ غلط الزام انہیں پرا دلتا دیا گیا ہے لہذا اب اسکا جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ (باقی آئندہ)

بَاكَارُ رَجَبِ دَالِیَعِیْرُ الْمُصْطَفَیْ

فَضْلُ الشَّیْخِ الرَّسُولِیِّ سَطِیْ

میران خاندان اجماع دانے غفر اناب علیہ الرحمہ کی یادگار ایک انجمن زیر صیانت حضرت محمد العلماء جناب مولوی سید گل حسین صاحب قلم کی ہے جسکی بہترین غرض یہ ہے کہ حضرت غفر اناب کی خدمات دینی کا اعلیٰ اعتراف انکی یادگار کے قیام سے کیا جائے۔ چنانچہ اس انجمن نے ایک کتب خانہ اور ایک دارالمطالعات کا افتتاح کیا ہے بحصول ثمن ایک دارالعلم اور ایک دارالاشاعت نیز مرمت و تعمیر حسینہ غفر اناب بھی اسکا فرض اولین ہوگا۔ لیکن انجمن کے بقاد اور اسکے اعراض کی تکمیل منہجین کی توجہ و امداد پر موقوف ہے، ہم امید کرتے ہیں کہ تمام شیعہ بیان ہند اس دینی خدمت میں انجمن کا ہاتھ بٹے ہوئے حضرت غفر اناب کی سزا جمیلہ کا اعلیٰ اعتراف فرمائینگے۔ فیس میری صرف ۵ روپے ہوا ہے تاکہ ہر مومن اس خالص دینی خدمت میں حصہ لے سکے۔ آخر میں ہم تمام اسلامی جرائد سے متمسک ہیں کہ ہماری کمزور آواز کو یکجہت تک پہنچانے میں امداد فرمائیں۔

والسلام

خادم قلم

مئے آغا دانا جیلائی سکریٹری یادگار غفر اناب

## ایک قابل تو جہیل

بنا کر فقیر سون کا ہم بھیس نہ تھا۔ تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

اے نڈیا شیخہ سیم خانہ کے سیم بچوں نے اپنے ذاتی شوق و دلچسپی سے ایک دارالطالعہ کا افتتاح کیا ہے جو کچھ صبر سے کام کر رہا ہے یہ نجانہ بن بکتے اندر ایسی کوئی مذہب نہیں ہے جس سے دارالطالعہ کے کل اخراجات چل سکیں اور اسے آگے بڑھ دیا سکے اس وقت دارالطالعہ کا احیاء و بقا و استقام کی اپنی ذاتی کوشش پر انیورٹ جید جہاد پر موقوف ہے۔ یا محمد دان اہل کرم انفرادی ابتداء و ادارے ایک دارالطالعہ کا کام چلتا رہا، لیکن دارالطالعہ کی بقا و ترقی اس وقت تک نہیں ہو سکتی کہ جب تک افراد و قوم پوری طرح سے اس طرف متوجہ نہ ہوں ظاہر ہے کہ زمانہ کارنگا کیسے ہوئے یہ نجانہ بین دارالطالعہ کا ہونا مسقطیہ و اہم اور ضروری صحیح جذبہ ذہنیت پیدا ہونے اور واقعاً حاضرہ سے باخبر بننے کیلئے ہمارے پاس سوکھ اسکے اور کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ نجانہ بین ایک ایسا دارالطالعہ جو بین مفید اور ضروری شریک ہو جائے۔

ضرورت ہے کہ ہماری محنت و قلم کی طرف بہت جلد منتقل ہوں اور اس دارالطالعہ کو ادارہ کو اس قابل بنا دے کہ ہمیں ہرگز کو عیشہ کیلئے مفید ثابت ہو سکے قوی جرائد کے ادب و ترانے سے مخصوص گزارش ہے کہ وہ اپنے جرائد و دارالطالعہ کو کالسی معادہ کے بہرہ ذیل پر براہ کرم سجدہ جلد جاری فرما کر بین سنون اور خود کو اجمل کے سنی بنادین اور جو حضرات کچھ کتب دینی و دنیاوی برہ کرنا چاہیں وہ بہرہ ذیل پر ارسال فرمادین۔ اور جو جناب کچھ مالی امداد فرمنا چاہیں وہ تمام انگریزی سگریٹی صا حساب یا صرف نام دارالطالعہ شیخہ سیم خانہ لکھنو کو ارسال فرمادین۔

تجزیر کر دین ہم منتظر ہیں کہ ہماری اس بیعت کو آپ کو کون کون لیکھا کہتا ہے۔ ہم حسب ذیل ڈیڑھ ان کے بہت ہی سنون ہیں کہ جنہوں نے اس وقت تک ہماری منت امداد فرمائی جنہیں سے قابل ذکر اور اخبارات و اخبارات۔ اخبارات شیعہ۔ اخبارات صراط۔ اخبارات راستی۔ اخبارات عدت روزنامہ و حقیقت روزنامہ لکھنو (اورہ پیچ لکھنو جو فی الحال نصف قیمت پر آتا ہے لیکن آئندہ منت ایک ایک ایسی) درحالیہ ادب و اطلاع لکھنو و سہل بین لکھنویں رد اخبارات باقت سبب اور کہ جنہوں نے مدوح سے منت جاری کرنا کا وعدہ فرمایا ہے، ہم ان تمام جرائد و رسائل کے لئے خداوند عالم سے دعا کرتے ہیں کہ خداوند عالم انکی انسانیت میں ترقی دے نیز دیگر افراد کو بھی اسکی توفیق عطا فرمائے کہ وہ بھی ہماری منت امداد فرمائیں۔ آخر میں ہم اذیت و صا حبیت و بیعت کے خاص کو یہ خبر سنیں کہ جو اپنے بیان کے کثیر التعداد جرائد و روزنامہ دارالطالعہ کو منت و رحمت فرماتے ہیں۔ اب بھی وہ جرائد قومی جھکا نام نہانی ہی لکھتے اس خبر میں دے بین ہوا ہے وہ خود ہی متوجہ ہوں گے۔ (تمام حفا و ترسیل (علا و دند) نامہ سید اشفاق حسین امرہ و نام دارالطالعہ شیخہ سیم خانہ لکھنو ہونا چاہئے

فصحا (سید وزیر رضا (معاون ناظم)

## عبدین کوڑی کے گرو گھنٹان کا دروازہ

ذیل کا مضمون صاحب مضمون کی خواہش مطابق مدح و سبیل کیا جائے گا  
 کاش مضمون نگار صاحب الذکا ب بھی دیکھتے تو بہتر ہوتا امید ہے کہ  
 وہ کسی اشاعت میں حوالہ بھی مدح کر دیں گے

یزید - ضحاک - معاویہ - رومی - جر اور سب ہی مدباری بیٹھے ہوئے ہیں اور دو

رقاصہ اب ہمارے ہیں۔

یزید تم میں سے کوئی بنا سکتا ہے کہ جنت کہاں ہے  
 حر رسول نے تو جوئے آسمان پر سنا ہے  
 شمس من جوئے باخون کا قائل نہیں - خدا کا فضل و کرم ہی جنت ہے  
 رومی خدا کی نگاہ کوئی قبرستان ہے کہ جہاں مردے دفن ہوں جنت وہی ہوگی  
 جہاں لاشیں دفن کی جاتی ہوں -  
 یزید استاد تم بھی جو کئے پھر زور لگانا ابکی ضحاک کی باری ہے - کئے شیخ جنت  
 کہاں ہے -

ضحاک بتلاؤن اس شراب کے پیالے میں -

یزید چنے پر پونچے برا بھی کچھ کتر ہے - خدا اور زور لگائیے

ضحاک اس پیالے میں جو کسی نازنین کے ہاتھوں سے ملے -

یزید لانا ہاتھ بس وہی جنت ہے - نے گلفام ہواور کسی نازنین کا بچہ مر جان ہو - اس ایک جنت

پد رسول کی ہزاروں جنتیں قربان ہوں - اچھا اب بتائے دوزخ کہاں ہے

حر باغیہ آپ کو دین حق کی توہین جائز نہیں -

یزید تم نے میرا مزہ کر کر اکر دیا - انکھو کی قسم ہے تم میری مجلس میں بیٹھنے کے قابل نہیں ہو

سارا مزہ خاک میں ملا دیا۔ یزید کے سامنے دین کا نام لینا منع ہے۔ دین اُونِ ظَاوُن کے لئے ہے جو مسجد میں بیٹھے ہوئے گوشت کی مڈیوں کوڑھتے ہیں دین اُنکے لئے ہے جو حبیبوں کے سبب سے دُعا کی سے بیزار ہیں جو جمناج میں بے بس ہیں جو کہوں مرے ہیں جو غلام ہیں۔ دُست سے کہاتے ہیں۔ دین بوڑھے مردوں کیلئے راند عورتوں کے لئے دُبا الیہ سوا اگر دین کیلئے ہے۔ اسیس خیال سے اُنکے اُسنو پچتے ہیں دلوں تسکین ہوتی ہے۔ بادشاہوں کیلئے دین نہیں ہے۔ اکی نجات رسول اور خدا کی نگاہ کرم کی محتاج نہیں ہے اکی نجات اُن کے ہاتھوں میں ہے۔ دوستوں بتلانا ہمارا پر کون ہے۔

ضحاک پیر مغان

یزید لانا ہاتھ ہمارا پر بیکاری ہے جس کے دست کرم سے ہمیں یہ نعمت میرے ہوئی ہے۔ چھا کون میرے سوال کا جواب دیکھا ہے۔ دوزخ کہاں ہے۔ ۹

شمس کسی سود خور کی توند میں

یزید بالکل غلط

ردی خلیفہ کے عصہ میں

یزید انعام کے قابل جواب ہے مگر غلط۔

قیس کسی ناک نامزدین جو زمین پر ہاتھ مار گرتے ہوئے تاکتا رہتا ہے کہ کہیں سے روٹیاں آ رہی ہیں یا نہیں۔

یزید واللہ خوب جواب ہے مگر غلط

ضحاک کسی نازنین کے روٹنے میں

یزید ٹھیک ٹھیک بالکل ٹھیک لانا ہاتھ دل خوش ہو گیا۔ رقاصہ سے مخاطب ہو کر

نرگس اس جواب کی داد دو۔ زہرہ شیخ جی کے ہاتھوں میں بوسہ دو۔ وہ گانا گاؤ

جس میں شراب کی بو ہو۔ شراب کا نشہ ہو شراب کی گرمی ہو۔



بچپن سوا د عظم کے خلیفہ و خلیفہ زاد ہے کے زندگی کے کارنامے جسکی سنت کو عہدِ نبیؐ کو مضبوطی سے بکڑنے میں ابتدائی جوئی کا پوسیدہ گرائے ہیں اور انکی سنت پر چلنے میں اپنا فخر سمجھتے ہوئے خاصانِ خدا کو برا بھلا کہہ کر اپنے گرد کے محلِ آسائش میں اپنا جگہ بھیجتے ہیں۔ ہر چند کہ سبیل و شیعہ و اصلاح انکی گوشمالی ہفتہ وار و ماہ داری کرتے رہتے ہیں۔ مگر کئے کی دم کی طرح سید ہے نہیں ہوتے

کنندہ محبتیں باہم جنس پر واز

الآتم۔ سیدہ امالیٰ حسین نصیر آبادی

یونین بائیکین بیرونیان ابن طہرہ کی

خدمتین بادب التمس ہے کہ قبلہ و کعبہ جناب متولی متظم۔ ظلہ العالی نے عبادتِ عالمیات کی زیارت کیلئے سفر فرمایا ہے۔ خداوند عالم جناب مظلہ کو بھیجے بہت و کمال عافیت و زینت افزائے مدرسۃ العظمین فرمائے مجددِ الالہ الامجاد۔ جناب مظلہ نے یہ تحریر آپ حضرات کے لئے تحریر فرمائی تاکہ آپکا تائیدی خیال جو اس ادارہ مبارکہ کی بقا و اور ترقی کے متعلق ہے برابر قائم ہے ملکہ مستحکم ہوتا جائے۔ مجھے امید ہے کہ حسبِ قدر حضرت نجم العلماء مظلہ العالی کا وثوق آپ حضرات کے ساتھ ہے۔ اسبق قدر انکی خواہشوں کی انجام دہی آپکا نصب العین ہے تو بھر کوئی وجہ نہیں کہ آپ اس جلیل المرتبہ اور کثیر النفع ادارے سے اعراض کریں گے۔ یا بے توجہی سے کام لیں گے

وہو المیخوف باللصق ابنت

عبد المذنب سیدہ من النور

پرنسپل مدرسۃ العظمین

۳۱ مارچ ۱۹۹۷ء



کہ جو شخص فطرہ کا دن کر کے بیٹے اسکی گواہی بقول نہیں دے سکی سلمہ اور صحیح بخاری میں حدیث سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا (دیکھو وہ مختار و معارف و غیرہ) پھر منہ دھو کر وضو اور منسوب ڈھیلے سے استنجا شروع قرار دیتے ہیں (۷) ان حضرات کے نزدیک کبھی چیز خواہ برتن ہو خواہ کھانے کی شے ہو مستعمل پانی سے جس کی نجاست کا علم ہو اور ہر کہ و گلاب وغیرہ سے اور دودھ یا کسی حیوان کا گوشت کھانے میں اسکے پیشاب کے جو ان کے نزدیک خود نجس ہے پاک ہو جاتی ہے بلکہ انتہا یہ ہے کہ آبِ بہن سے ظہر ہو جاتی ہے (۸) اگر کسی کی اونچلی پول و براد سے نجس ہو جائے تو تین بار چلنے سے پاک ہو جائیگی (۹) یہ حضرات روغن کے صابون میں شامل ہونے کو انقلاب عین سمجھتے ہیں۔ اسوجہ سے کہ اگر میتہ (مردار) کی چربی سے صابون بنایا جائے تو وہ پاک ہے۔ بلکہ اگر انسان یا کتا صابون کی دباک بن کر جائے گا اور صابون بن جائے گا تو پاک ہو گا۔ (۱۰) اگر خضی میں میچ بھرنے کی جاسے تو ایمین ناز پر ہما ہا زفر دیتے ہیں (۱۱) امام ابو یوسف اس بات کے قائل ہیں کہ اگر صبح کی اذان بعد نصف شب کے کہی جائے تو کوئی معنا رکھ نہیں (۱۲) اگر فاسی بن کہی جائے تو بھی ان حضرات کے نزدیک کوئی حرج نہیں۔ اذان کو گاکر ادا کیا جائے تب بھی کوئی نقصان نہیں۔

”والم یستخف من حیرت کہ این چہ بواجبی است“



انجا

منسل علیل رہا اور ہون میری عیال کا اثر رسالہ کی اشاعت پر کافی بڑا اور پڑے گا منہ میں سے امیدوار دعا ہوں، رسالہ انشاء اللہ نکلیگا البتہ توفیق کی ذمہ داری اپنی عیال کی وجہ سے بنیں کر سکتا۔

AKAL PUBLICATIONS  
Original Author  
GROUPEMENT DES Auteurs

(میر)

منقول یا دفع حبلین و ضعفی بعضا

چونکہ عوام جبران سے نادانف ہوتے ہیں اسلئے ہم کو یہ بتانا ضرور ہو کہ جبران کیا چیز ہے اور اس سے کیسے نملالک مرض تک نوا  
پونجی ہو جاہن حضرت کو یہ مرض بدبودہ ایک سے سفوف میا ہے طلب کر کے ہنہال کرین۔ جبران کو کوئی منہ سلان ادوہندی میں ہر پیو  
برسوت اور دعات ہنہا گئے ہن اور دعات ایک جو ہر نفس سے جس کا قطرہ خون کے دس قطر ذرن سے بنتا ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو  
انسان کا جوہر است (کہنا زیادہ یہ کہ کیونکہ یہی تمام خواہشوں کا بادشاہ جہانی طاقت کا نگہبان دوسرے الفاظ میں یوں کہا جا  
کہ تمام جہنماں جہاں اسی کی بدولت میں بنے ہوئے ہن اور حقد اس میں نفس ہوتا ہے اسی قدر رنگ و روغن نکمت و کام  
طبیعت کی شفاست دل کی فرحت میں فرق آجاتا ہے علامات جبران حسب ذیل ہن :- بعد مہتاب اور کبھی قبل مہتاب اور  
بھی مہتاب کہ تیرا حالت بعض ہن دعات کا خارج ہوا۔ دعات کا پتلا ہونا اور کبھی اختلام عرصب جو اہن نفسا سے  
حرکات بیوقوفش غم و غیو کی نوبت آتی ہے تو دل مشانہ کی حالت گرجا جاتی ہے یعنی حالت دل (مہتاب کرتے ہن) گرمی اور  
جنگ کا معلوم ہونا مہتاب میں سوزش بار بار مہتاب کا ہونا۔ سرعت انزال کی لذت خواہش ہو کہ کھل کر رائل ہو جانا۔ درد ذکر  
تھیلون اور تلو دن کا جلنا۔ اولاد نہ ہونا۔ اولاد کا زور پیدا ہونا۔ پندہ یوں کا اینٹھنا۔ دوران سرستی۔ کالمی بندگی کی۔  
غصہ کہ جیسے جیسے صحت امراض مثل مرگی۔ لقوہ۔ فالج۔ گھٹیا۔ جنون۔ تپ شدید۔ وغیرہ لاحق ہو کر جان پر ہن جاتی ہے جہنے  
بعض فاہ عام یہ سفوف صحت ہندستانی جڑی بوٹیوں سے تیار کیا ہے معدنیات سے بالکل پاک جو اس سے بخیر فائدہ  
کچھ اندیشہ نقصان نہیں یہ سفوف جبران کس لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ اس سفوف کا کام مذکورہ بالا شکایات کی اصلاح  
کرنا اور معدے کو طاقتور بنانا۔ تمام اعضا پر ریشہ کی خواہشوں کو دفع کرنا اور ان کے اخال کو قوی کرنا یا بعض مخصوص  
کو نیز دیگر اعضا کو نہایت خوبی کے ساتھ اپنے مرضی کام کیلئے آمادہ کرنا۔ نامردی۔ ضعف شانہ۔ ضعف اعصاب۔  
ضعف دماغ و دیگر معدہ۔ ذیابیطر اور صلاح قلب کیلئے بمنزلہ تریاق ہے۔ طاقت جوانی یہ اگر کرنے کیلئے اکسیر جو اور ہن  
کے جبران کا دافع ہے لطیف یہ کہ اسلئے ہنہال کیلئے کسی مرمک کی قید نہ رہا ہو بہر کی ضرورت فیت ذی کس ۳۰ خوراک سے ہر  
نہت کہ راجنا حاطط بیدر روانہ کی جاتی ہے

المشہر مرزا سجاد حسین عظیمی راکہ دو غامعین لب لاج نئی کوٹھی کوٹھیٹ لکھنؤ

[illegible]

جو حضرات دوزخ میں فرما رہے تھے کہ ان کا جہنم ہے یہ حضرت مہدیؑ فرمادیں گے کہ وہاں جہنم نہیں بلکہ جہنم کا قول ملائقت جا کر کیا گیا

میں نے جو کہیں سے لیا ہے اس کا ذکر نہیں کرتا۔

# ہیمل کی توسیع اشاعت اپکا مذہبی فرض ہے

## ملو انجیات یعنی نوجوانی کا بیمہ

ہم اس عرق پر جتنا ان کو جن کم ہے عرق طبعیانی کا یا یہ ناز ہو اور سراسر اطفال میں سے ہے ہم نظریں کو اس امر کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ بچے خواہیں سکے کچھ جاتے ہیں اگرچہ سب کوئی جھوٹ ہو تو فوراً قیمت اس کے لئے لے کر آچکے ہمارے حوالہ کام کے لئے ہر ہفتہ ایک ہون اگر آپ کا داغ ہر وقت بچہ کھاتا ہو اگر دن بٹھا جاتا ہو اور اگر قوت متفکر بالکل سبیل ہو گئی ہو اگر نہ صلاح طلب ہے آپ بچے کو بگے ہوں اگر تو یہ بدنظمی نہ ہو اگر نہ ہوا ہم ہوتی ہو اگر قوت جو یہ جواب دہی ہو بسا اوقات بحال حاصل ہوتی ہو اور محض اتنا ہی کا آپ پر غلبہ ہو اگر کام کرتے کرتے دل سے شک گیا ہو تو ملاحظہ کیجئے ان نام امراض میں کہ ہم کا حکم رکھتا ہے یعنی ہم عرض کرتا ہوں کہ اگر اس عرق کا آپ پر زور در تہ نوش فرمائیں تو آپ کبھی ضعف نہ گئے اور آپ کے بال مفید ہو گئے اور آپ کی قوت میں کمی ہوگی ان فوائد سمیت قیمت فی بوتل چھ ایک کو کافی ہوگی صرف پانچ پیسہ

نوٹ :- عرق عامہ قوت باکجیو اسطے نظر نہیں رکھتا صحت کے لئے اس کے استعمال کے بعد باکجیو کو سرخ و سپر کر دینا ہے اگر آپ کو بخالی کی نہایت توجہ دینا ان اعمال کرنے سے نہایت کام سے نیند ملے گی

## وقار ماوس ۹۵ صحتیانی لکھنؤ

باہتمام محمد عابد ظاہری پکیشین کتب و ایسٹریٹ لکھنؤ میں چھپا

اور سید نواب علی اڈویرو پبلشر نے ہیرل کے طور پر لکھنؤ سے شائع کیا



اور رسالت آب کو اذیت دیکر ان الذین یؤذون اللہ ویؤذون الرسول جو لوگ کہ  
خدا رسول کو ایذا دیتے ہیں، کی آیت میں جو پادشہی نوکروں کے استحقاق ہوئے اور ضلال کو مومن  
لیا اور ہدایت کو پیچ ڈال دیا تو نہ پتہ پتہ کیا تھا کہ ایسا نوشتہ گھدون جس کے بعد ہم گمراہ نہ ہو لیکن وہاں  
نوشتہ پر راضی نہ ہوئے لہذا اس آیت کے مصداق ہو گئے جہنم ہے۔ ان الذین یشتدون  
الضلالة بالهدی والعذاب بالمغفرة جو لوگ کہ گمراہی کو ہدایت کے عوض میں خریدتے  
ہیں اور عذاب کو مغفرت کے عوض میں، اور تمام مسلمانوں کا حق ضائع کیا ایسی ملک خطاکے بعد ان کا  
خفیہ مسلمین اور امیر المومنین تسلیم کرنا ایک عظیم جرم ہے جو موجب ہلاک ابدی ہے اور ایسے جرم سے  
ہر مسلمان کو جو پیغمبر کو پیغمبر سمجھتا ہو بارت لازم ہے انھیں معاصی سے بچانے کے لیے اور توبہ کا شوق  
دلانے کے لیے سہیل کے محقق نے یہ بحث چھیڑی لیکن چونکہ مدیر انجم حضرت عمر کی رائے پر ہے کیونکہ اگر شخص  
بھی وہاں موجود ہوتا اور پیغمبر کا غزوہ دوات مانگ رہا ہوتا تو یہ بھی العیاذ باللہ وہی کتاب جو عمر نے کہا  
کیونکہ وہ اس وقت بھی طرفداری میں مشغول ہے اس لیے میں اس سے کم سے کم قلمی جنگ کر نہیں آتا وہ  
ہوں اور یہ میرا حق ہے۔ ہذا ان خصمان اختصموا فی ربہم یہ دو دشمن ہیں جو اپنے  
دیکے بارے میں جڑے

انجم ” لیکن قرعاس کا کفر شکن فیصلہ دیکھ کر اب خود ہی سمجھتا ہے ہیں آدھے مضمون کا جواب جو غدر گناہ بد  
از گناہ کا مصداق ہے لکھ کر باقی آئندہ کا وعدہ کو کے کئی ماہ سے غائب ہیں ع

کہ مفتی آسان خود اول دے انتہاء مشکل

سہیل آپ کا فیصلہ دیکھ کر تجھے اہل عقل ہیں وہ سب آپ کی ریش سپید پر ہستے ہیں، گناہ کر جیج  
عمر اور ہم جو اس کا جواب دین تو وہ بدتر از گناہ ہو اس سے بدتر کوئی گناہ نہیں ہو سکتا کہ پیغمبر  
مستحق رد کر دیا جائے لہذا اس کا تاج حضرت عمر کے سر پہ ہے اور اس کی چوٹ مولوی صاحب گور  
صاحب کی جبین مبارک پر پڑ رہی ہے تاکہ شکر کے دن کے لیے علامت رہے۔ یومہ یومہ المعروف المجومون

عہ وہ بھی جواب دیا گیا کچھ سہیل جلد ۲ نمبر ۲۰۲

سہیل اھ۔ وہ دن جس روز مجھ بن بھان بے جانیں گے اپنے سیلے، ایک ہی مہینہ سے غائب رہتا ہے کئی خوف کی وجہ سے نہ تھا تم ذرا اپنے غیبت کو دیکھو کہ یہ پرچہ جادوی انسانی سگہہ کا ہے جس کا ہم سگہہ مر کے رنج انسانی میں جواب لکھ رہے ہم تو بخار میں مبتلا رہے جیسا کہ یہ دبا عام تمام گھنٹوں شایع ہے مگر اس کو کیا کیا جائے کہ مجھ ٹون کو بخار بھی نہیں آتا۔

النجم ”سہیل کے پردہ نشین محقق کو مناظرہ امر وہہ کے وقت سے پورا تجربہ حاصل ہے اور وہ خوب جانتے ہیں کہ کسی بحث میں وہ النجم کے مقابلہ میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتی“

سہیل ”امروہہ کے مناظرہ میں تم آئینہ لیکر دیکھتے تو اپنی صورت خود نہ پہچانتے مگر ہم نے خلاف شرط مناظرہ تھا اسے ہفوات کا جواب دینا شروع کیا اور قیہ کے بحث میں ہم نے قدم رکھا تاکہ تم کسی بات میں ہمیں عاجز نہ سمجھ اس وقت آپ کی شرمائی ہوئی صورت جیسے مجمع عام نے بڑی طرح سہرے چرخاں تھے دیکھی نہ جانی تھی مگر بھول گئے اور خوب بھولے۔

النجم ”مگر خدا جانے کہ کیا مجبوری پیش آئی کہ پیارہ کو النجم کے مقابلہ میں آنا پڑا اگرچہ روپوشی کیساتھ سہی“

سہیل ”روپوشی اس لیے ہے کہ میدان جنگ میں کسی طرح تو ٹرو جب بھی فرار ہی نصیب ہو رہا ہے اور کسی ایک مطلب میں جم کے داؤد فہم دینی نصیب نہیں ہوتی۔

النجم ”پھر مصیبت پر مصیبت یہ پیش آئی کہ النجم کے حسن بحث سے ان کو پہلا سا جھوٹا وہ اعلان باقران کا مسئلہ تھا“

سہیل وہ تو پہنے ایسا صاف کہا کہ اب تنے وہ خواب دیکھنا چھوڑ دیا نہیں تو طوطی کی طرح برا بر وہی رٹ تھی۔

النجم ”دوسری کارروائی یہی کہ قہر فرکس وغیرہ کو مجھ پر اہلی بحث سے مٹو غلامی حاصل کر لی کو شش کی“

سہیل ”دیکھئے آپ میدان چھوڑنے کی کوشش کر رہے ہیں اور کیا ظہین بھانک رہی ہیں وہ اہلی بحث کو نہ ہی تھی جسے پہنے چھوڑا ہی تاکہ تم یہاں سے بھاگ چاہتے ہو حضرات اہانت خوب دیکھتے



رہیں جب تک یہ حضرت عمر کو سمجھال نہ لیں ان کو پہننے نہ دیں اور اگر یہ ایسا نہ کر سکیں تو چندہ کی موقوفی سے ان کا مزاج درست کر دیا جاوے۔

انجم غضب خدا کا انجام شیون کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ شیون کا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے۔  
سہیل یہ غضب خدا جھوٹے پر نازل ہو۔

انجم ”اب یہ بلا بالکل منت از بام ہو گیا ہے کہ مذہب شیعہ کی بنیاد قرآن شریف کی مداوت پر ہے۔“  
سہیل جی ہاں بالکل درست جلائین آپ اور دشمن قرآن ہوں ہم ”اطیعوا الرسول و اولہ“  
عمر بنیان کے رو کر دین اور قرآن کے دشمن ہم کہے جائیں جب شرم پس پشت آگئی تو جو فرمایا  
درست ہے۔ اب تمام شیون کو یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ تم ہماری ایک بات کا جو اب نہیں دیکھتے  
انجم ”اور یہ بات بھی سب پر ظاہر ہوگئی ہے کہ تمام علماء و مجتہدین شیعہ میں بحث میں ایسے عاجز ہیں  
کہ کسی میں بکثرت کی جرات نہیں ہے۔“

سہیل اور یہ بات بھی سب پر ظاہر ہوگئی کہ آپ کے دماغ میں مادہ فہم رہا نہیں در نہ جوابات  
کی کوئی حد ہے مگر قلب مطبوع میں کوئی حرف صحیح کا ہیکو اُبھرنے لگا۔

انجم ”باوجود ان سب باتوں کے نہ خواہم کو کچھ اس کی پریشانی ہے نہ عوام کو۔“  
سہیل تو بھرہ کہے کہ یہ شیعہ لوگ آپ کے کلام بلاغت نظام کو مجذوب کی بڑ سمجھتے ہیں اچھا تو  
ان کے عوض آپ پریشان رہا کریں۔

انجم ”یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ قزوینی مجتہد برائے ان نہ ہونے کے بعد کسی طرح ان کا شمار اسلامی  
فروق میں نہیں ہو سکتا اور نہ دین اسلام سے کوئی تعلق ان کا ہو سکتا ہے یہ سچی گھسی  
کو کوئی خیال نہیں

سہیل ”کیونکہ آج کل کسی مومن کو بے ایمان کہے تو یہ بات اس کے فخر میں ہوگئی ہے نہ وہ بڑا  
سچ کی بات نہیں ہم اس لیے ایمان نہیں لائے کہ مولوی عبدالشکور صاحب ہمیں ایمان  
دلائل میں بھی سارا ایمان ہے اسے معلوم ہے ایسی آوازوں سے ہمارا کیا بگڑتا ہے پہلے میں کہتا

ایمان والوں میں گنہگاروں نے نہ صاحب قلیع پرزدگی جو تمہارے سردار ہیں اور حکماء امتیاز و تکریم کو  
 نہ ایمان کی جانب نسبت دیتا ہے جب وہ اسلامی تعلق میں آجائیں تو غریب شیعوں کی طرف ٹھکتا۔  
 ”مگر میں اب بھی اعلان دیتا ہوں کہ اگر کوئی مجدد شیعوں پر ثابت کر دین کہ شیون کا ایمان  
 قرآن شریف پر مکن ہے یا یہی ثابت کر دین کہ قرآن شریف پر ایمان نہ ہونے کے باوجود بھی ان کا خدا  
 اسلامی فرقوں میں ہو سکتا ہے اور جو خدائیاں قرآن پر ایمان نہ ہونے کی انجمن میں بیان کی گئی وہ  
 وہ سب غلط ہیں تو قسم ہے الگ عرش کی میں اسی وقت مذہب شیعوں قبول کرے کیلئے آمادہ  
 ہوں“

سہیل دالہ اگر دماغ صحیح ہو یا دنیا آپ کو صحیح الدماغ تسلیم کرتی ہو تو آپ کا سمجھنا ممکن ہے اور  
 ان سب آیات اور ترغوات کا جواب بچے سے مکن ہو جو جائیکہ عالم باخبر سے لیکن انہوں نے کہ آپ وہاں نہیں  
 ہیں جہاں آپ اپنے کو سمجھتے ہیں یہ نتیجہ اسی طرح کی بات ہے جیسے میں کہوں کہ سید المرسلین کی طرف  
 اگر کوئی زبان کی نسبت دی تو وہ ہرگز قرآن پر ایمان نہیں رکھتا اگر کوئی اس کا ایمان ثابت کر دے تو میں  
 مالک عرش کی قسم ایسے شخص کی بیچ سے باز آؤں گا بلکہ اس کو مدوح سمجھوں گا اور یہ بالکل اسی طرح کی  
 بات ہے جیسے ”لن یدخل الجنة حتی یطہر الجمل فی سماء الخیاطین“ میں کہی  
 نہ داخل ہو گا جب تک اونٹ سوئی کے ناک سے نہ نکل جائے۔ اس کے بعد مدیر انجمن نے خیال کیا ہے  
 کہ ایسا نہ ہو سنی بڑے بائیں کہ مولانا شیعہ ہونے پر آمادہ ہیں اس لیے آپ فرماتے ہیں کہ ”میرا اعلان  
 بالکل یہی رنگ میں ہے کہ قرآن مجید میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہوا ہے کہ  
 قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین یعنی ای نبی کریم آپ اعلان دیجئے کہ اسے  
 میسائون اگر خدا کا بیٹا ثابت کر دو تو میں سب سے پہلے اس بیٹے کی عبادت کیلئے آمادہ ہوں  
 سہیل اتنی ہی عبارت میں غریبے میں غلطیاں کہیں ایک تو قیل کا ترجمہ اعلان دیدجئے غلط ہے دوسرے  
 ان کان للرحمن ولد اگر خدا کا بیٹا ثابت کر دو ثابت کر دینے پر اول العابدین ہونا موقوف  
 نہیں ہے بلکہ بیٹے کے موجود ہونے پر موقوف ہے مگر ایسے دماغ میں یہ بات کاہیکو آئے گی

بیسرے اس بیٹے کی عبادت کے لیے آمادہ ہوں یہ آبادگی نہ معلوم کس کا ترجمہ ہے

دروغ گویم برو سے تو

”سہیل کے پردہ نشین محنت صاحب نے ایمان والقرآن کے باعث میں میدان کو چھوڑ کر حضرت  
کے حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم سے جنگ نہ کرنے کی بحث میں دخل دیا مگر اس میں بھی  
میدان چھوڑا اس کے علاوہ اور بھی جس بحث میں الجھنے کے مقابلہ میں معرکہ آرائی فرمائی جائے  
میدان چھوڑ کر راہ فرار اختیار فرماتے پر مجبور ہوئے۔“

سہیل صدقات آپ کسی ایک میدان سے بھی ہٹنے فرار نہیں کیا جدھر ہم گئے آپ کے قتل میں گئے  
جب چاہے ادراک کو الٹ پٹ کر ملاحظہ فرمائیں اچھا اگر کسی مضمون میں بھڑا لکھنے کی حسرت باقی ہے  
تو وقت آپ کے قبضہ میں ہے مجرورہ مضمون اٹھایے بھر خدائی قدرت ملاحظہ فرمائیے اب یہی حدیث  
قرطاس ہے اگر چہ ہٹنے اس کا ثبوت ختم کر دیا ہے لیکن جب آپ اس پر چہرین اس کے متعلق کچھ فرمائیے  
یہ تیار ہیں تو میں میدان کیوں چھوڑنے لگا آپ کے الفاظ سے اتنا تو میں سمجھا کہ طبع قدس پر کس  
مضمون نے ہمت کچھ گرد مال جمع کر دی ہے لیکن اس کو نہ ہمت کے آنسوؤں سے جھڑانا چاہیے وہ ان باتوں  
سے جو آپ کر رہے ہیں بھول جائیں گے

چھڑانے سے نہ چھوٹے گا اسے قاتل نہیں لگا دفنا داروں کے خون کا دل کیا دبے کچھ کا

”نقہ قرطاس کے متعلق شیوی کے اہلی ذوات اس ہیں“

سہیل بہ غلط ہے چونکہ جناب امیر کو شیعوں کی کتابوں پر عبور نہیں ہے اس لیے ایسا ارشاد ہوا  
کوشش دہندہ ہی میں دیکھتے تو وہاں بھی اس کا وہ چند دکھائی دیتا چنانچہ میں اس کی نقل کرنا ہوں تاکہ وہ  
عبادت کو صاحب کی بصیرت ظاہر ہو چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

مطاعن عمر

وہ گیارہ طعن ہیں۔ اول عمر طعن ہے

وہ کسی باندہ میں اس طعن کو نہ مانتا ہے

کے پاس ہے وہ نقہ قرطاس ہے بخاری کلم

نقہ قرطاس پر جو یہ بخاری کلم میں اس کا ذکر ہے

در مرض موت خود بروز پنجشنبہ قبل از وفات  
 چہار روز صحابہ را کہ در حجرہ مبارکہ حاضر بودند  
 خطاب فرمود کہ نزد من کاغذ سے دو دانے  
 و قلمے بیا رید تا من بر اسے شاکلہ بنویم  
 کہ بعد از وفات من گمراہ نشوید پس اختلاف  
 کردند حاضران حدادہ دادن و نہ آوردن و  
 عمر گفت کہ کفایت میکند ما را قرآن مجید کہ  
 نزد است و ہر آیتہ آنحضرت را در شدت  
 و اذہا پس بعضی تائید قول عمر کردند و بعضی  
 گفتند کہ ہاں بیا رید ائمہ آن حضرت بخوانند  
 از کاغذ و دوات و شور و شغب بسیار شد  
 و درین اثنا کسی انہم گفت کہ یا آن حضرت  
 را ہدیان و اختلاط کلام رو داده است باز  
 از آن حضرت پرسید کہ چہ ارادہ میفرمایید  
 بعضی از ایشان باز این کلام را از آنحضرت  
 اعادہ خواستند آن حضرت فرمود کہ این وقت  
 از پیش من بخیزید کہ نزد پیغمبران تبارک و تعالی  
 شغب لائق نیست نوشتن کتاب یا قلمبندی  
 و پر فاش موقوف ماندنیت تنفیہ فرمایند  
 کہ خاطر خواہ شیعہ موافق روایات صحیحہ است  
 است و درین قصہ مجند و مجنون توجہ فرماید

کی روایت ابن عباس سے ہے کہ آنحضرت صلعم نے  
 اپنے مرض موت میں پنجشنبہ کے دن وفات سے چار  
 روز پہلے اصحاب سے ہجیرہ مبارکہ میں حاضر تھے  
 ارشاد کیا کہ کاغذ دوات اور قلم میرے پاس لاؤ تاکہ  
 میں تمہارے لیے ایک تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد  
 تم گمراہ نہ ہو پس حاضرین نے مانے اور نہ مانے  
 میں اختلاف کیا اور عمر نے کہا کہ ”ہم کو قرآن مجید  
 کافی ہے جو ہمارے پاس ہے۔“ بات یہ ہو  
 کہ آن حضرت کو درد کی شدت ہے ”پس میں  
 نے قول عمر کی تائید کی اور بعض نے کہا کہ ہاں  
 لاؤ جو کچھ حضرت چاہتے ہیں (یعنی) کاغذ و  
 دوات۔ (غرض) ایست خود غلی ہوا اور  
 اس اثنا رہن کسی نے یہ بھی کہا کہ یا آن حضرت  
 ہدیان اور اختلاط کلام میں مبتلا ہیں آنحضرت سے  
 پھر وچھو کہ کیا ارادہ فرماتے ہیں پس بعضوں نے  
 آن حضرت سے پھر اس تقریر کا اعادہ ہاں جن  
 نے فرمایا کہ اوقت میرے پاس سے اٹھ جاؤ کہ پیغمبر  
 کے پاس جھگڑانا اور شغب و غل کرنا مناسب نہیں ہے۔  
 اور اس اڑائی بھڑکے میں تحریر کا کما موقوف رکھا یہ سن کر  
 فرمایا جو شیخ کا طرفہ ادبایات محکمہ کی تھی کہ  
 اس قصہ میں چند وجہیں سے طعن کی طرف توجہ فرماید



مگر گردن عمر است اینست تفریق میں انہ  
اختلافات کا حضرت محمدی گروہ پر جو کچھ قرآن میں مذکور ہے۔

یہ وہ چار طعنیں ہیں جن کی اطلاع شاہ عبدالعزیز کو بھی تھی لیکن مدیر انجم یہ پیارے اپنی گھر کی کتابوں سے بھی ناواقف ہیں بہ حال جمالت کی جہت سے یا حضرت عمر پر رعایت کے سبب سے اپنے چار طعنوں کے ذریعہ رہنے دین لیکن اگر اہل تشیع کی کتابوں سے پوچھو تو ایک طعن چھ طعنوں سے مرکب ہے جو حضرت عمر کے لیے مسدوس کا کام دیتی ہے چار تو یہی جن کا ذکر ہوا پانچویں یہ کہ حضرت کو اس قدر ایذا دی کہ آپ نے غضبناک ہو کر اٹھ جانے کا حکم دیا چھٹی بات یہ کہ خدا کے حکم کو رد کر دیا جو اعلیٰ الرسول کی صورت میں تھا اور باجاء قرآن میں موجود ہے اور اگر حسبنا کتاب اللہ کے کہنے پر غور کرو تو وہ خود بخود صاحب شریعت پر مبنی ہے اور اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے کہ یہ شقاق ہے اور کہنے والا اسکا ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہم الہدٰی میں داخل ہے اور اس میں بھی کسی قسم کا شک نہیں کہ اس کے قائل حضرت عمر تھے۔ یہ ہے طعنوں کی تعداد جو کچھ گٹھا کر ناواقف مدیر نے صرف دو کی تعداد میں ظاہر کیا ہے،

بین تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا

انجم ”ان دونوں اعتراضوں کے متعلق انجم میں پچیس گھنٹیں تین پہلے اعتراض کے متعلق اربعین دوسرے اعتراض کے متعلق۔ بحث اول یہ کہ لفظ ہجر حضرت عمر کا مقولہ نہیں ہے شیعوں کو چاہئے کہ کتب اہانت سے کوئی مستند روایت بسند صحیح پیش کریں جس میں یہ لفظ حضرت عمر کا مقولہ نہ ہو۔“

سہیل اس کے جواب میں لکھ دیا گیا کہ اسماعیلی کی روایت موجود ہے اور وہ بسند صحیح موجود ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ شیعوں کے علماء کرام کا اعتراف بھی پیش کیا گیا لیکن نہیں کی کوئی دواہی نہیں چھا آج ہم بطریق تمام جہت پھر لکھتے ہیں کیونکہ اگر مولوی عبدالحکیم صاحب اعتراف میں اپنی ہٹ دہری کے بغیر سبھیں گے تو دوسرے لوگ بھی انہوں پر تعصب سے بڑھ کر حالی وہ تو میری داد دیں گے، نسیم الراضی شرح شفا فی تفسیر عیاض جزو رابع ص ۲۷۸ میں یہ عبارت موجود ہے

وفی بعض طرقہ ای طرقہ یعنی بعض طرق حدیث میں ماں جانی یہ ہو کر

هذا الحديث للرواية عنه فقال عمر  
ان النبي صلى الله عليه وسلم يجهر  
بفقر اوله وضم ثالثة اى ياتى جهر  
من القول وهو على تقدير الاستفهام  
الاكتاوى وليس من الجهر بمعنى  
ترك الكتابة والاعراض عنها  
كما قيل هذه الرواية الاما اعلى  
من طريق ابن خلد عن سفينا  
من روايت كى ہے۔

اب سفیان کا سلسلہ سعید بن جبیر کی طرف دو طرح جاتا ہے ایک تو سلیمان احول کے ذریعہ  
سے جیسا کہ سلمیٰ حدیث کتاب الوصایا بخاری کتاب التہذیب میں سلسلہ اسحاق بن ابراہیم اور کتب  
اور مالک بن حوالہ اور طبرانی سرف کے واسطے سے سعید بن جبیر تک پہنچتا ہے اور یہ دونوں سلسلے  
صحیح ہیں اور سعید بن جبیر ابن عباس سے اصل مضمون کی روایت کرتے ہیں جس کا اسماعیلی نے اپنی روایت میں  
پنا دیا ہے اب مولوی عبد شکور صاحب کو خنیا رہے کہ اپنے محکم پر جس راوی کو دل چاہے کس کو اعتبار سے قسط  
کر دیں کچھ بھی ہوئے بحث روایت کو سلسلہ سمیت پیش کر کے ساتھ کہ وہ اب آگے کوئی فرار کا مقام ان کے  
پے باقی نہ رہا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اعتراف ملنا کا ذکر بھی اسماعیل میں کر دیا گیا اور آج پھر کیا جاتا  
ہے سو و نسبان سے ترک نہ کیا جائے۔

## اعینہ ابن شریح جزیری

چنانچہ نہایت جوہر حدیث بیان کرنے کے لیے لکھا گیا ہے اس میں ان کا قول ہے۔

ومنہ حدیث مرض النبی  
قالوا ما شانہ اھجر اى اختلاف  
یعنی اسی باب سے حدیث مرض نبوی ہے  
جس میں یہ ہے کہ لوگوں نے کہا کہ یہ غیر ملکیا حال

کلامہ بسبب الموضوع علی  
سبیل الامہ تفہام ای ہل  
تغیر کلامہ واختلط  
لاجل ما بہ من المرض  
وهذا الحسن ما یتقال فیہ ولا یجیل  
لخبار اذ ینکون من الفحش  
والہذیان والقائل کان عمر  
ولا یظن بہ ذلک

کیا کلام میں انہی مرض کے جملے سے اختلاف پیدا  
ہو گیا یہ استہزام کی صورت بہترین صورت ہے  
جو بیان معنای حدیث میں کوئی گئی ہو وہی کو فحش  
نہ قرار دینا چاہیے ورنہ اس کے معنی فحش اور ہذا  
کے ہو جائیں گے اور اس کلمہ کے قائل حضرت  
عمر تھے اور عمر کے ساتھ ایسا لگن نہیں کیا جاسکتا  
کہ وہ حضرت رسول کے باب میں ایسی بات جو غور  
فرمائیں گے۔

پایہ بن شکر کو دیکھئے اور اس کا انشہرا دیکھئے کہ حضرت عمر اس کلمہ کے قائل

تھے اور عبد شکر صاحب کو دیکھئے اور آپ کا رملہ خطہ کیجئے

کیون مدیر انجم صاحب آپ کو حضرت عمر کی قسم آپ کا اعلاط ملی زائد ہے یا صاحب نہایت  
آپ سے طراز زائد تھا بھر آپ اصناف سے فرمائیں کہ دنیا آپ کے انکار پر کان لگائے یا اس کے قرار کو  
دیکھئے برا نہ مانتے گاجتے بھی آپ سے رسالے لکھے وہ سب نہایت کے مقابلہ میں برہن کی پونجی کے برابر بھی  
واقع نہیں سمجھے جاسکتے بھر آپ کیون اپنی جان مفت میں دے رہے ہیں۔

منہاج السنۃ میں بن تیمیہ کا اعتراف

چنانچہ الثالث ذیل میں فرماتے ہیں۔

فلما کان یوم النخیس ہتم  
ان ینکبت کتابا فقال لہ عمر  
جب جمعرات کا دن آیا تو بنیہ نے ایک خطہ  
لکھے کا اور وہ کب عمر نے لکھا کہ تم کو یہ کیا ہو گیا



مالہ اھجر فشک عمرھل هذا  
القول من ھجر الحی فکات  
هذا ما خفی علی عمر کا خفی علیہ  
موت النبی بل انکھر  
ہے کیا یہ نہ بیان ہے عمر کو شک ہو گیا کہ کیا بخدا  
کا نہ بیان ہے یہ بات بھی عمر پر اسی طرح مخفی ہو گئی  
جس طرح پیغمبر کی موت مخفی ہو گئی تھی بلکہ موت نبی  
کا تو انھوں نے انکار ہی کر دیا تھا۔  
کیونکہ جناب مدیر النعم صاحب بن تیمیہ تو آپ کے روحانی قبلہ و کعبہ ہیں پھر بلا وجہ آپ کیوں  
رشتہ تقلید توڑے ہیں۔

### شارح نووی کا اعتراف

شیخ مسلم نووی بن ہے۔ ایضاً  
فاذی عمر اجتہادہ الی الامتاع  
من هذا اول علمہ اعتقد ان  
ذلك صدر منه من غیر قصد  
جأزم وهو المراد بقولہم ھجر ۲۵۴  
یعنی عمر کے اجتہاد میں یہ بات پیدا  
ہوئی کہ کاغذ نہ لکھنے دینا چاہیے اور شاید  
نے اس بات کا اعتقاد کر لیا تھا کہ جو کچھ پیغمبر کے دین  
سے آواز نکلی ہے وہ غیر قصد آپ نے فرمایا ہے  
یہی ان کے قول ھجر سے مراد ہے۔  
میں کہتا ہوں کہ اسی کا نام نہ بیان ہے اور حضرت عمر اسی کے مستند تھے جیسا کہ اس کلام سے پیدار ہے۔

### شیخ عبد الحق دہلوی شرح مشکوٰۃ میں

ھجر بمعنی اختلط ولا یجوز  
ان یکون بمعنی ہذا وفحش  
لان القائل بعد مر الکتابة  
عمرو ولا یظن به ذلك  
یعنی ہجر فحش کے معنی میں ہے اور یہ جائز  
نہیں کہ نہ بیان وفحش کے معنی میں ہو کیونکہ جو  
عدم کتب کا قائل تھا وہ حضرت عمر تھے  
ان کی طرف اس لفظ میں کیا جا سکتا کہ انھوں  
نے ایسا کہا ہے۔

## شیخ احمد فاروقی کا اعتراف

ان بزرگ نے اپنے مکاتیب کی جلد دوم اور ۳۶ مکتوب میں فرمایا ہے۔

سوال حضرت فاروق دران وقت گفت  
الرجل اس سے کیا مراد ہوگی، شاید یہ  
فاروق شاید دران وقت فہمیدہ باشد  
کہ این کلام از ایشان بواسطہ وجہ نے قصد  
و اختیار واقع شدہ۔  
اس وقت نزع میں یہ سوال عمر کے اچھو  
الرجل اس سے کیا مراد ہوگی، شاید یہ  
مراد ہو کہ رسول سے یہ کلام بنیہ قصد  
دارادہ شدت تکلیف میں صادر ہوا۔ اور  
عمر نے بھی سچ کے جملہ مذکور کہا۔

اس عبارت سے اچھی طرح ظاہر ہے کہ ان الرجل لیجہی کا کہنے والا حضرت عمر کے سوا  
کوئی نہ تھا۔

## خواجه کا اعتراف نسیم الریاض میں

اس نے یہ عبارت نسیم الریاض میں لکھی ہے۔

والا اختلاف الذی وقم عنده  
کما ورد فی الاحادیث الصیحہ من  
ان النبی قال فی مرضہ ایتونی بدواء اکتب  
لکم کتابا لا تفلون بعدی فقال عمر  
ان الرجل لیجہی حسبنا کتاب اللہ الخ  
لیکن وہ اختلاف جو آپ کے سامنے واقع ہوا  
جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے کہ نبی نے  
اپنے مرض میں فرمایا کہ دوات لاؤ میں تمہارے لیے  
ایک نوشتہ لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو  
تو عمر نے کہا کہ معاذ اللہ! مرد زبان کہہ رہا ہے

## جمع بین اصحیحین میں حمیدی کا اعتراف

حدیث قرعہ اس کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ فقالوا ما شانہ لوگون نے کہا کہ یہ کیا

کہ رہے ہیں۔ فقال عمران الرجل ليحجر فوعزّے کہا کہ مرد نہ بیان کہ رہا ہے اور کہا ہے۔ یہ سن کر آنحضرت کے لیے ہے، اور یہ لام تا کیب جو پھیرا ہوا ہے اس نے طرفداروں کی اسی میں اٹک لگا دی ہے نہ استفہام بتا ہے نہ کوئی دوسری بات۔

## عکبری شارح دیوان تہنی کا اشتراک

### اس شعر کی شرح میں ۵

أَنطَقَ فَمَكَ هَجْرًا بَعْدَ عَلِيٍّ      بَانَكَ خَيْرٌ مِنْ تَحْتَ السَّمَاءِ  
 الْهَجْرُ الْقَبِيرُ مِنَ الْكَلَامِ      هَجْرُ كَلَامٍ تَبِعَ الْفُحْشَ كَوَيْتَهُ هِنَ الْأَوْجُورِ  
 وَالْفُحْشُ وَهَجْرٌ إِذَا هَذَى      فَيَا بَنُ هِيَ أَدْرِي بَانَ وَهِيَ جَوَّارِ  
 وَهُوَ مَا يَقُولُهُ الْمَحْمُومُ عِنْدَ      صَاحِبِ بَنٍ كُنَا هِيَ، أَيْ بَابِ سَ قَوْلِ  
 الْحَمْدِ وَمِنْهُ قَوْلُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ      عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ هِيَ كَهْنُ خُونِ فِي مَرَضٍ مَسُولِ  
 عِنْدَ مَرَضٍ رَسُولَ اللَّهِ أَنَّ الرَّجُلَ      كَيْ وَفَتْ يَدُ كَيْ وَبَانَا كَيْ مَرَضٍ بَانَ كَيْ هِيَ  
 لِيَهْجُرَ عَلَى عَادَةِ الْعَرَبِ      جِئَا كَيْ عَرَبٍ كَمَا كَرْتَهُ تَحَى -

## غیاث الدین مورخ صاحب السیر کا اعتراف

ص ۵۹ خیر مقدم از جلد اول در روایت      ایک روایت میں یہ ہے کہ امیر المومنین عمر  
 آنکہ امیر المومنین عمر بن الخطاب یا دیگرے از      بن الخطاب یا کسی اور صحابی نے یہ کہا کہ کیا یہ کلام  
 کہا را صاحب گفت کہ آیا میں نے سنی از جملہ آن      رسول دیا ہی ہے جیسے امیر پریشان اور خیر  
 سخنان پریشان است کہ امیر بنی امیہ      مرتبہ باتیں کیا کرتے ہیں جب امیر کی شدت  
 اشتداد مرض میگویند یا نہ،      ہوتی ہے۔

اور اس عبارت کے بعد یہ شعر لکھ میں اگر شرم ہو تو مجھ پر نہیں ڈوب مرنے کے لیے کافی

اوصی النبی فقال قائلهم قد ظل یحیی سید البشر

واری ابا بکر اصاب ولم یحیی و قد اوصی الی عمر

یعنی پیغمبر نے جب وصیت کرنی چاہی تو خطاب میں سے ایک کہنے والے نے کہا اے ابا بکر! اللہ نے پیغمبر کو زندہ

کر رہا ہے۔

لیکن جب ابو بکر نے عمر کی جانب وصیت کی تو کسی نے نہ ہدیان کی طرف نہت ہی نہ کچھ اور

### مجمع بحار الانوار میں محمد طاہر کا اعتراف

ومنه م مرضه قالوا ما شأنه اجمعی اختلاف کلامه بسبب المرض

علی سبیل الاستفسار ای هل تغیر کلامه و اختلف ما به من المرض وهذا

احسن ما یقال فیہ ولا یجوز اخبارنا فیكون اما من الغش والهدیان القائل عمر کا یظن به ذلك

ص ۴۷۵ قریب قریب وہی ترجمہ ہے جو ابن اثیر حجازی کے کلام کا ترجمہ ہے۔

### خود حضرت عمر کا اعتراف

ابن ابی الحدید نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ میں عمر کی اول خلافت کے زمانہ میں عربوں

کی ایک صاع خرماء عمر کے لیے کسی چٹائی پر ڈال دیا گیا تھا اس کو وہ برابر نوش فرماتے جاتے تھے مجھ سے کہا

تم بھی کھاؤ میں نے بھی ایک دانہ آمین سے اٹھا لیا! فی صاع یہ پورا نوش فرمایا اور ایک ٹھڑا پانی پیا

ان کے پاس رکھا ہوا تھا اُسے اٹھا کر پی گئے اور تکیہ پر ٹیک لگا کر حمد و ثناء سے اپنی بجائے مجھ سے کہا

کہان سے آرہے ہو میں نے کہا مسجد نبوی سے آرہا ہوں کہا اپنے چچا زاد بھائی کو کہان چھوڑا میں نے

سمجھا کہ عبد اللہ بن جعفر کو پوچھ رہے ہیں تو میں نے جواب میں کہا کہ اپنے ہمسوئوں کے ساتھ کھیل رہا

ہیں حضرت عمر نے کہا میں ان کو نہیں پوچھتا! میں بزرگ الہیت کو پوچھ رہا ہوں اب میں سمجھا میں نے کہا

باغ میں دوختوں کو پانی دے رہے ہیں اور تلاوت قرآن کرہ میں عمر نے کہا اے عبد اللہ! تو نہیں

قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ اب بھی اُن کے دل میں خلافت کا کچھ خیال باقی ہے مین نے کہا ہاں عمر نے کہا کہ ان کا خیال ہے کہ پیغمبر نے اپنی نص کر دی ہے اور اس سے بھی مین بیان کرتا ہوں کہ میرے باپ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ جو کچھ ان کا دعویٰ ہے وہ سچ ہے عمر نے کہا ہاں پیغمبر سے ان کے باپ مین کچھ بات مین ظاہر ہوئی تھیں جسے قطع عذر نہیں ہوتا تھا اور وہ اثبات نص کے لیے کافی نہ ہوتی تھیں 'اوپر بھی کچھ پیغمبر اس محبت کے سبب سے جو ان کے ساتھ رکھتے تھے چلتے تھے حق سے باطل کی طرف میل فرماتے ہیں چنانچہ مرض موت مین چاہا تھا کہ ان کے نام کی تصریح کر دین مین نے روک دیا اور پیغمبر سمجھ گئے کہ مین نے ان کے دل کی بات پالی یہ سمجھ کر وہ چپ ہو گئے 'ان الفاظ کے بعد ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ،

ذکر ہذا الخیر احمد بن ابی طاہر	یعنی اس خبر کو کس استاد احمد بن ابی طاہر
صاحب کتاب تاریخ بغداد فی ثلث ابہ مسند	نے تاریخ بغداد مین ذکر کیا ہے۔ نیز مسند امام
حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثناء بن داؤد حدثنا	جبل مین، ج ۳، ص ۳۲۴ مین ہے۔
اللیعة عن ابی الزبیر عن جابر بن النبی صلی اللہ	سلسلہ استاد مذکورہ جاہر سے روایت ہے
علیہ وسلم دعا عند موته بصعيفة لیکن فی ثلث ابہ	کہ رسول نے سن کے وقت کچھ لکھنا چاہا تاکہ لوگ
لا یضلوا بعد قال فخالف علیہا عمر بن الخطاب	گمراہ نہ ہوں مگر عمر نے اس لکھنے کی مخالفت کی
حق دفعوا	

### سر العالمین مین امام قرالی کا عترت

حضرت عمر کی اینداز رسانی اور رسول کا دم واپس مین عمر نے رسول کو یدیان لگو کہا،

ولما مات رسول اللہ صلی اللہ	جب رسول کا انتقال ہوا تو قبل وفات
علیہ والہ وسلم قال قبل وفاته	فرمایا کچھ کاغذ و دوات دوتا کہ مین تم سے
ایتونی بدوات و بیاض لازیل اعکم	اشکال ہر خلافت کو دور کر دوں اور بتا دوں
اشکال الامر و اذکرکم للستقی	کہ خلافت کا نسخ کر دے اور میرے بعد میرے

لھا بعدی قال عمرو عوالرجل اس کا استحقاق ہے عمر نے کہا ہٹاؤ بھی  
فناہ لیجھو وقیل یھذو کیونکہ یہ مرد (رسول خدا) ہذیان تک  
رہا ہے۔

ان تمام بیانات سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ حضرت عمرؓ نے ہذیان کی نسبت ذات مبارک رسالتؐ کی طرف دی لہذا بحث اول بنائیت خدا ساقط ہو گئی اب یہی بحث دوم جس کو مدیر انجم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے ”بحث دوم یہ کہ لفظ ہجر کے معنی صرف ہذیان کے نہیں ہیں بلکہ لفظ جدائی کے معنی میں بھی آیا ہے اور حدیث فرما کہ کسی چہان جہتہ میں ہذیان کے معنی کسی طرح نہیں بنتے لہذا اگر بالفرض لفظ ہجر حضرت عمرؓ کا مقولہ ہو تو بھی کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا تا وقتیکہ شعبہ پر تباہت کریں کہ لفظ ہجر کے معنی صرف ہذیان کے ہیں یا یہ کہ حدیث فرما کہ ہذیان ہی کے معنی ہیں۔“

## اس بحث دوم کا جواب اگر عقل ہو تو بالکل واضح ہے

اگر ہمارے مہربان کے پاس زبان ہے اور عقل کا پتا نہیں ملتا اس کو احباب اعتباریوں آزمائیں کہ ایک شخص یہ کہہ رہا ہے کہ میں ایک آخری تحریر لکھتی ہے کاغذ قلم و دوات لاؤ۔ اس سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ کیا اس نے انتقال کیا یا نہیں تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انتقال کے معنی کون کر سپان ہونے ہیں اس کے سمجھنے کے لیے مجنون ہو جانے کی ضرورت ہے کیا آخری تحریر کے لکھنے کی ضرورت اور کیا جو زیر انتقال ماحول و طاقتور ہے اس سے بحث نہیں کر یہ کس نے کہا ہے جس نے بھی لکھا جو حضرت عمرؓ کی محبت میں لکھنے والے نے نبیؐ سمجھ بھی صدقے کر ڈالی جیسا کہ مدیر انجم بھی انھیں تصدیق میں اور بخوالون میں ہیں اس کے علاوہ ناقص ثقات نے ہذیان کے معنی کی تصریح کر دی اور محدثین نے انہیں معنوں پر نفس کر دی تو بھراں گنبدوں کا کابل رہا۔

چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل صفحہ ۲۲۲ جلد اول میں ہے

بسماء مذکورہ سیدہ امیرہ ربابہ

حدیثنا عبد اللہ حمدانی

ابی ثنا سفیان عن سلیم بن ابی مسلم خال ابن ابی نجیح سمع سعید بن جبیر یقول قال بن عباس یوم النخیس وما یوم النخیس شربکی حتی بل دموعه وقال مرة دموعہ الحسن قلنا یا ابا العباس وہ ایوم النخیس قال اشتد برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجہ فقال ایتونی اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ ابدًا فتنازعوا ولا ینسب فی عند بنی تنازع فقالوا ما شایہ اھجر قال سفیان یعنی ہدی استفھموا فذہبوا یعیدون علیہ تمام دعونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعوننی الیہ

اور انھوں نے ابن عباس سے نقل کیا ہے وہ کہتے تھے کہ خنثیہ کا دن کس غضب کا دن تھا اس کے بعد روئے اور اتنا روئے کہ آنسوؤں نے ترک دیا، اور ایک مرتبہ راوی بیان کرتا ہے کہ اتنا روئے کہ مگر نیر وطن کو آنسوؤں نے ترک دیا ہم لوگوں نے کہا کہ کیوں ابو العباس وہ کسا دن تھا کہ اسے پیڑ کا مرض شدید ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ لاؤ میں تمھیں ایک ایسا دوا پیش کرتا ہوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو تب لوگوں نے نزع کی اور پیڑ پر اس نزع زبیا نہ تھی پھر یہ کہ اسے انھیں کہا ہو گیا ہے، کیا یہ کلام غیر مرتبط کر رہے ہیں سفیان راوی حدیث کتاب ہے کہ بھوکے معنی زبان کھنے کے ہیں ان سے پھر بھی طرح سمجھو لوگوں نے پیڑ پر پھر اسی کلام کا اعادہ کرنا شروع کیا آپ نے فرمایا کہ تم مجھے جس حال میں لے رہے دو۔

میرے صاحب راوی حدیث سفیان وہ بہتر سمجھنا کہ وہ آپ اپنے فکس میں آئے اور جو تاویل جتا فرما رہے ہیں ان سنوں سے وہ روایت ہی نہیں کرتا بھرتاب کو کیا دخل ہے کہ حضرت عمر کے بچانے کی تدبیریں سمجھ رہے ہیں۔

زمنشری فائق مین قمرانہ ہے

یعنی حضرت نے اپنے مرض میں فرمایا کہ لاؤ

قال صلی اللہ علیہ وسلم

فی مرضہ یتونی اکتبکم کتابا  
لا تضلون بعده ابدافقالوا  
ما شانہ اھرای اھدی یقال  
ھجر ھجر اذ اھدی و اھجر فحش  
ص ۳۲۱

میں تمھیں ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں جس کے بعد  
تم کبھی گمراہ نہ ہو تو مہجاب نے کہا کہ انھیں  
کیا ہو گا کیا یہ مجھ میں مبتلا ہیں، یعنی کیا یہ ہڈیا  
میں مبتلا ہیں، پھر کچھ اسی وقت کہنے لگے ہیں جب  
وہ ہڈیاں کہ رہا ہو۔

یہی ختم بن شیر خیزی کی ہے اور یہی محمد طاہر گجراتی کا منقولہ بھی ہے بلکہ تمام وہ اقوال جو سابق میں  
گزر چکے وہ کل اسی مطلب کے صرح ہیں، پھر آپ زعفرانی اور ابن شریف فرماتے ہیں کہ ہجر کے کیا ہی معنی ہیں  
جو تم کہہ رہے ہو مفارقت کے سنی بھی تو ہیں دیکھیے ان کی رو میں کیا جواب دیتی ہیں شاید تم کو مخاطب  
صحیح سمجھیں یا نہ سمجھیں۔

## اس سادہ لوحی کی کوئی حد ہے

کہ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ خیر خواہوں نے استفہام کیوں بڑھایا ہے اگر فراق کے معنوں  
میں ہوتا تو استفہام بڑھانے کی ضرورت تھی، قاضی عیاض نے شفا میں یہ عبارت لکھی ہے جس سے  
اس مطلب کا استفادہ اچھی طرح ممکن ہے۔

قال ائشنا فی هذا الحدیث  
ان النبی غیر معصوم من الاعراض  
وما یکون من الامراض ما یکون  
من عوارضها من شدة وجع  
وغشی وضوء ما یطرء علی جمہ  
معصوم من ان یکون منه من  
القول اثناء ذلک ما یطعن

ملخص ترجمہ یہ ہے کہ اس حدیث میں  
ہمارے ائمہ نے یہ بات لکھی ہے کہ پیغمبر مرض  
اور اُن کے شدا بد سے معصوم نہیں ہے لہذا  
اس کو شدت اور غشی وغیرہ سب کچھ طعن  
ہو سکتی ہے لیکن وہ اس بات سے معصوم ہے  
کہ اُس میں وہ باتیں پیدا ہوں جو اس کے مجز  
میں یا اس کی لائی ہوئی شریعت میں جو قطع



فی معجزۃ ویوذی الی فساد فی  
 شریعتہ من ہذیان او اختلاف  
 فی کلام علی حد الا بصیر روایۃ  
 من روی ہجر اخذ معناہ ہذی فیتہ  
 ہجر تھجر ہجر اذا ہذی واھجر ہجر  
 اذا الفحش واھجر تعدیۃ ہجر وانما  
 الا صحر والا ولی اھجر علی طریقۃ الکنکار  
 علی من قال لا تکتب

ہو عام اس سے وہ ہذیان ہو یا اس کے کلام  
 میں کسی قسم کا اختلاف ہو فرماتے ہیں کہ یہی بنا پر  
 اس شخص کی روایت صحیح نہیں ہے جس نے ہجر  
 کی روایت کی ہے کیونکہ اس کے معنی ہذیان  
 کے ہیں کیونکہ ہجر تھجر ہجر اسی جگہ کہا جاتا ہے  
 جہاں انسان ہذیان کا مرتکب ہو۔ اور ہجر  
 کا قدیم یہاں صحیح اور اولیٰ یہ ہے کہ جس نے منکر  
 کتابت پر انکار کر کے استہنام انکار کیا ہو۔

ذرا غور و تامل کی یہ بات ہے کہ یہ نسخہ سے نہیں نکلنا کہ جس نے ہجر کہا اس نے غلطی کی بلکہ یہ  
 کہا جاتا ہے کہ جس نے ہجر کی روایت کی اس نے غلطی کی جو کچھ مصیبت نازل ہے وہ راوی کی جان  
 پر ہے لیکن قائل کو چھوڑ دیا جاتا ہے ورنہ غلطی ہوئی بات ہے کہ اگر یہ قائل نہ کہتا تو راوی کیوں نہ کہتا  
 کرتا، بدین ماف ظاہر ہے کہ ہجر کے معنی صرف ہذیان کے لیے گئے ہیں۔ اب مدیر انجم کا سوال وارد ہر سکتا  
 ہے کہ کیا ہجر کے معنی کا انحصار ای میں ہے لیکن علی الرغم ہذیان ہی کے معنی لے رہے ہیں۔ بدین  
 قطلانی نے نسخہ صحیح بخاری میں لکھا ہے۔

بدان بھی ہجر کے معنی ہذیان کے لکھ دیئے گئے اب چاہے مدیر صاحب ناخوش ہوں یا خوش بات ہی  
 ثابت ہو رہی ہے جو ہم کہہ رہے ہیں لہذا دوسری بحث بھی یاد رہا ہو گئی۔

اب رہ گئی تیسری بحث جس کا مدیر انجم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

”بحث سوم یہ کہ غلط ہجر نہ ہو استہنام کے ساتھ ہے اور یہ استہنام انکاری ہے لہذا اگر بالفرض یہ  
 غلط حضرت عمر کا متعلق بھی ہو اور بالفرض اس کے معنی ہذیان ہی کے ہوں تو یہی استہنام انکاری  
 کی صورت میں کوئی اعتراض قائم نہیں ہو سکتا۔“

سہیل اب وہ شدید وقت آگیا ہے کہ مدیر نے منکر کھول دیا ہے اور اس غریب کو خبر نہیں کہ وہ

کہا کہ رہا ہے غالباً۔ سکرة الباطل نے دل و دماغ و وزن بیکار کر دیے ہیں ورنہ یہ ناضی کی تقریر ہرگز بھی حوالہ قلم نہیں ہو سکتی حضرت عمر فاروق کتابت تھے وہ تو وہی کلمات کہہ سکتے تھے جو کتابت کے غیر ضروری ہونے کی تائید کریں جیسے۔ الرجل لیجر یہ مرد ہڈیاں کہہ رہا ہے اسد انحرار و کتابت بخیر ہے وہ استہام نکازی کیونکہ کتہ ورنہ ان کے مطلوب میں خلل پڑنا استہام انکاری تو ان لوگوں کا مقولہ ہو سکتا ہے جو کھنے کی راس و سہ رہے تھے کہ خریر کے نہ ہونے کی کیا وجہ ہے کیا منولہ بنی کوئی ہڈیاں ہے یہ جملہ حضرت عمر کی رو ہے لیکن بدو اس مدیر اس کے فہم سے عاجز ہے 'ایا کہ غصہ نے اس کے دل و دماغ کو خراب کر دیا ہے' اب سوچو کہ یہ دماغ اور سہیل سے گنستگو۔ ع

برین عقل و دانش بیاہ گریست

چنانچہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے۔

قوله فقالوا ما شأنه ايجر بالهمزة	یعنی بخاری کی تمام روایتوں میں بحیر الف
لجیم رواة البخاری وفي الرواية	استہام و دخل ہے لیکن اس روایت میں
التي في الجهاد بلفظ فقالوا ايجر	جو کتاب الجہاد میں ہے بحیر فیمز مکی ہے اور
بغير همزة ورقم لكشتمه في فقالوا	کشمینے کی روایت بن حیر کی تکرار مرقوم ہے
هجر هجر رسول الله صلى الله عليه	قاضی عیاض نے کہا ہے کہ آخر کے معنی فحش
وسلم اعاد هجر مرتين قال عياض	کہنے کے ہیں بحیر الرجل اس وقت کہتے ہیں جب
معنى ايجر فحش يقال هجر الرجل	وہ ہڈیاں کہنے لگے اور بحیر جب کہتے ہیں جبہ
اذا هذى و ايجر اذا فحش و	فحش کے اور بعد میں خود ہی کہا ہے کہ یہ ستر
تعقب بانه يستلزم ان يكون	ہے یعنی فحش کہنا کہ روایتوں میں بحیر لیکن
سكون الهاء والروايات كلها	ہا ہو حالانکہ تمام روایتوں میں ہا کو زبہ ہے عیاض
انما هي بفتحها وقد تكلم عياض	و غیر نے اس مقام میں طویل کلام کیا ہے کہ
وغيره على هذا الموضع فاطالوا	قرطبی نے اس طویل کلام کی تفسیر کی ہے اگرچہ

ولخصه القوطی تلخیصاً  
ثم لخصته من كلامه فتاخذ  
ان قولهم هجر الراجح في اثبات  
همزة الاستفهام وبفتحات  
على انه فعل ماض قال و  
لبعضهم اهجوا بضم الهاء  
وسكون الجيم والتنوين  
على انه مفعول ليعمل مضم  
اي اقال هجوا والهجر بالضم  
ثم السكون الهذيان و  
المواد هنا ما يقيم من كلام  
المريض الذي لا ينتظم و  
لا يعتد به لعدم وفاء ثلثه  
ووقوع ذلك من النبي  
صلى الله عليه وسلم مستحيل  
لانه معصوم في صحته و  
مرضه لقوله تم وما ينطق  
عن الهوى ان هو لا وحى  
يوحى ولقوله انا لا اقول  
في الغضب والرضا الاحقا  
واذا عرفت ذلك فانما

تلخیص کی ہے اس کے بعد میں نے اس تلخیص  
کو لخص کیا ہے عامل تلخیص یہ ہے کہ انھوں نے جو  
ہجر کہا ہے تو اس میں ہمزہ استفہام کا ذکر نہیں ہے  
ہجر بفتحات ہے کیونکہ وہ فعل ماضی ہے اور بضم  
کے کلام میں بجائے ماضی مصدر معلوم ہوتا ہے  
جب میں اگوئمہ اور جیم ساکن ہے اور حرف را کو  
تو بن ہے اس بنا پر کہ وہ عامل فعل مضم کا مفعول  
ہے یعنی کیا پیغمبر نے معاذ اللہ ہذیان کہا اور ہجر  
بضم ہا کو سكون جیم ہذیان کے معنوں میں ہوا اور  
مراد بیان وہ کلام ہے جو مریض کے ٹھنڈے غیر  
مرتب ہو کر نکلتا ہے اور اس کی کچھ پروا نہیں  
کی جاتی کیونکہ اس میں کوئی قائمہ نہیں ہوتا اور  
ہذیان کا پیغمبر سے واقع ہونا محال ہے کیونکہ وہ  
صحہ مرض دونوں حالتوں میں معصوم ہے  
اور اس لیے بھی کہ آپ نے فرمایا ہے کہ  
میں غمتمہ اور رضا دونوں حالتوں میں جو کچھ  
کہتا ہوں وہ حق کہتا ہوں جب یہ امر معلوم  
ہو چکا کہ حضرت سے ہذیان کا واقع ہونا  
محال ہے تو جس نے یہ بات کوئی تھی کہ کیا  
یہ ہذیان ہے اس شخص پر انکار کر کے یہ بات  
کوئی تھی جس نے کاغذ و دوات اس نے بین

قاله من قاله منكر اعلیٰ دیر لگائی تھی اور آپ کے امتثال حکم میں توقف  
 من توقف فی امتثال امره کیا تھا تو گویا اس کھنے والے نے یہ کہا تھا  
 باحضار الکفت والد واة فکانہ کہ چون کا عن غبرہ الامین توقف  
 قال کیف تتوقف اعظم کرتے ہو کیا یہ خیال ہے کہ غمیر سے بھی  
 انه کغیره یقول الہدیان غیر غمیر کی طرح ہدیان صادر ہو سکتا ہو  
 فی مرضہ امتثال امره و احضر جلدی قبل حکم کر دو اور جو کچھ آپ اٹکے ہیں حاضر  
 ما طلبنا نہ لا یقول الا الحق کہ وہ کہوں کہ آپ ہر حال صحت و مرض میں حق  
 قال هذا الحسن الاجوبۃ ہی فرماتے ہیں اور فرمایا جواب بہترین ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ سہم ان کی طرف سے تھا جو ہدیان بخیر نہ کرنے تھے  
 بلکہ ہدیان بخیر کرنے والوں پر رد کرتے تھے پھر کیونکر حضرت عمر استہامی کلام کے کھنے والے ہو سکتے  
 ہیں کیونکہ وہ تو ہدیان کی بخیر نہ کرنا والوں اور قلم دوات کے حاضر کرنے کو روکنے والوں میں سے تھے۔  
 چنانچہ اس کے بعد ہی ابن جبر نے عبارت لکھی ہے،

قلت ویظہر لی ترجیح ثالث الاحتمالات التي ذکرها القسوطی ویکون  
 قائل ذلك بعض من قرب دخوله فی الاسلام وکان یعهد ان من  
 یشدد علیہ الوجع قد یشغل بہ عن تحریر ما یرید ان یقولہ لجواز وقوع  
 خلک ولہذا وقع فی الروایۃ الثانیۃ فقلل بعضهم انہ قد غلب علیہ الوجع و  
 وقع عند اسمعیل من طریق محمد بن خالد عن سفیان فی هذا الحدیث قالوا  
 ما شانہ فیجری استفہامہ و عند بن سعد من طریق اخری عن سعید بن جبیلان بنی الدھیج  
 ابن جبر کی اس عبارت سے صاف ظاہر و واضح ہے کہ جس نے حضرت کے لیے ہدیان بخیر  
 کیا تھا وہ کو سلم آدمی تھا اس کو غمیر کی معرفت نہ تھی اور وہ مرتبہ غمیری سے جاہل تھا اور یہی خیال  
 ابن جبر کی رائے میں راجح ہے اور میں نے سابق میں اس بات کی تصحیح کر دی ہے کہ روایت لکھی

میں ہڈیاں جو زیر کرنے والے حضرت عمرؓ تھے اور ابن حجر کے کلام سے بھی تحقیق حق کی بواہر ہی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کا یہ عقول تھا کہ پیغمبر کا درد شدید ہو گیا ہے گویا انہیں خیال تھا کہ جس کا درد شدید ہوتا ہے وہ کچھ کا کچھ لکھتا ہے بالکل ادا کرتا ہے حالانکہ بنی ری بن جابی تصریح ہے کہ جو صاحب شدت و جج کی پکار رہے ہوئے تھے وہ حضرت عمرؓ ہی تھے۔ اب آپ سمجھے کہ حضرت عمرؓ پر کیا اعتراض ہے، اور آپ کس تافہی میں مبتلا ہیں۔

اسی وجہ سے ابن جریر نے لکھا ہے

وقال غيره يحتل ان يكون	یعنی اس کے غیرت کہا ہے کہ نخل ہے
قائل ذلك اراد انه اشتد جبهه	کہ جس نے ہڈیاں کو جو زیر کیا اس سے وجہ کے
واطلق اللازم و اراد الملزوم	شدید ہوئے کا ارادہ کیا تھا وہ لازم و ملا اور
لان الهديان الذی	مزوم کا ارادہ کیا کیونکہ مرض میں جو ہڈیاں
يقم للمريض ينشأ من شدته	پیدا ہوتا ہے وہ شدت و جج ہی کی بہت
وجعه	سے پیدا ہوتا ہے

اس عبارت میں مولوی عبدالشکور صاحب غور فرمائیں اور سوچیں کہ جب شدت و جج مزوم ہو اور ہڈیاں لازم ہو تو حضرت عمرؓ کی نجات اس ممکنہ سے کیونکر ممکن ہے ان اختلافات سے کمالیو علی شائع الطور دشمن کا شکار ہے کہ قوم کی قوم بد جو اس ہے اور چھٹکا راہ سر نہیں ہوتا یہ ہے وہ نتیجہ جو پیش گاہ نبوت میں بے ادبی کرنے سے حاصل ہوتا ہے حتیٰ اینکه حضرت عمرؓ کا ظرف اور ہڈیاں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیا کہتا ہے۔

اور نیم الرایض صفحہ ۲۸۰ میں ہے۔

والاولیٰ اجمیر یعنی بھمڑہ الا استفہامہ لانکار ہی حق لا ینسب لہ  
ملا یلیق بمقالہ وقائلہ قالہ علی طریق الاستکار علی من قال لا تکتب  
ما امرنا رسول اللہ بکتابتہ لانہ لا یجوز مخالفتہ کما تقدم

فی کلام ابن عباس رد اعلیٰ من اباہ وعلاہ بشدۃ وجہ وھو  
معصوم فی مرضہ وصحتہ والقائل لا نکتب عمر والرحل علیہ  
بقولہ اھجر بعض الصحابة

اس عبارت کا بھی وہی محصل ہے جو ابن حجر عسقلانی کی عبارت کا محصل ہے یعنی ”اھجر کئے والے  
وہ لوگ تھے جو حضرت عمر کے مقولہ کی رد کر رہے تھے نہ حضرت عمر جیسا کہ صراحۃً اس سے پہلے روایت  
میں بیان کیا گیا۔

ان بیانات سے بحث سید بھی ساقط ہو گئی اب رہی بحث چہارم جس کو مدیر نے ان الفاظ  
کے ساتھ پیش کیا ہے۔

”النجم“ بحث چہارم یہ کہ اس خبر کے نہ لکھوانے کا الزام تھا حضرت عمرؓ پر نہیں آ سکتا بلکہ  
حضرت علیؓ پر بھی آتا ہے کہ انھوں نے کیوں نہ لکھوائی۔

یہ بحث صاحب تحفہ نے بھی کی ہے اور منھکی کھائی ہے اور آج ہم بھی جواب حاضر خدمت کہتے  
ہیں اول یہ کہ ہمارے مہرمان کو اپنی ہی روایتوں سے کم از کم یہ بات ثابت کرنا چاہیے کہ حضرت علیؓ  
بھی وہاں موجود تھے اس کے بعد الزام کے مشترک ثابت کرنے کی فکر فرماتے لیکن اس سے کچھ حاصل  
نہیں کہ بلا ثبوت وجود اعتراض کرنا فرض سمجھا جاتا ہے بخاری اور مسلم کی روایتوں میں کہیں حضرت امیر  
کے موجود ہونے کا تذکرہ نہیں ہے ہاں بخاری کی پاچون اور گھڑی اور ساتون روایت میں یہ الفاظ ہیں  
وفي البيت رجال فيهم عمر بن الخطاب یعنی گھر میں کچھ لوگ موجود تھے جن میں حضرت عمرؓ بھی  
تھے ان کا وجود تو روایت سے معلوم ہوتا ہے لہذا جو اعتراض ہے وہ ان پر واقع ہونے کی جگہ پاتا ہے  
لیکن امیر المومنین کا وجود کسی روایت سے ثابت نہیں اب فقط رجل سے یہ فائدہ نہ حاصل کرنا چاہیے  
کیونکہ شرح قطلانی میں رجال کے بعد۔ من الصحابة مذکور ہے اور جب روایت میں یہ لفظ آئی ہو  
کہ خلافت اہل البيت یعنی گھروالوں نے اختلاف کیا تو شارح قطلانی نے لکھا ہے کہ  
الذين كانوا فيه من الصحابة لا اهل بيته عليه السلام یعنی ان لوگوں نے جو صحابہ

میں سے گھر میں موجود تھے انھوں نے اختلاف کیا نہ یہ کہ حضرت کے اہلبیت نے اختلاف کیا یا وہ بن فح الباری میں ہیں جو حریفانہ نے اس فقرہ - واختلف اهل البيت کی شرح میں لکھا ہے - ای من كان في البيت ح من العصاة ولم يرد اهل بيت النبي یعنی ان لوگوں نے اختلاف کیا جو صحابہ میں سے اس وقت گھر میں موجود تھے اور اہلبیت نبی کا ارادہ نہیں کیا پس معلوم ہوا کہ جب اہلبیت نبی وہاں موجود نہ تھے تو حضرت امیر وہاں کیوں کر موجود ہو سکتے ہیں لہذا جب افادہ حضرت اہلبیت بھی یہ اعتراض پاؤں ہوا ہے -

دوم یہ کہ جو لوگ قلم و دوات لائے پر مامور تھے وہ وہی لوگ تھے جنکے لیے گمراہی ممکن تھی جیسا کہ کلمہ لا تضلوا ابداً شاہد ہے میں ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے بھلا اس گمراہ میں علی کا وجود کہاں کیونکہ آپ تو بروایت مسلمہ فریقین مئی قرآن تھے آپ میں گمراہی معاذ اللہ کیونکر متصور ہو سکتی تھی پھر جب نہ وجود ثابت ہوتا ہوا نہ صلاحیت خطاب تو امیر المؤمنین حضرت عمر کی خطا میں کیونکر مشترک ہو سکتے ہیں - لہذا بحث جہاں بھی کافور ہو گئی، یا پھر بحث کو دیکھنے ان الفاظ میں تحریر کیا ہے -

”بحث پنجم یہ کہ اس تحریر کے نہ لکھوانے کا الزام معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی آتا ہے کیونکہ آپ اس وقت کے بعد پانچ روز دنیا میں رہے اس پانچ دن میں بہت موقع تھا کہ آپ اس ضروری ہدایت نامہ لکھوا دیتے مگر آپ نے نہ لکھوایا -

جواب یہ ہے - کہ حال وہی نے جو بات کہو انی چاہی تھی وہ اسے کہ است گمراہی سے محفوظ رہے اور اس کے لیے صوفی ایک حیرت انگیز واقعہ تھا اور وہ یہ کہ لکھنے کا حکم دیا جاسے کیونکہ پیغمبر مجتہد میں داخل نہ تھا اور نہ اس کا مذہب ہجر تھا - لست علیہم بمصیطس کا مفہوم یہی ہے جب آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ میرے حکم کی مخالفت میرے سامنے کی گئی اور لوگوں نے ضلال کو پسند کر لیا تو آپ بھی خاموش ہو رہے اور غیبتی ایک ضروری بات تھی کیونکہ غائبین میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی وہی لوگ بغیر حیات نبی میں باقی تھے جیسا کہ جواب مائل کر لیا تھا پھر المؤمن لا یلدغ من جحر متدن جب مومن ایک مور لے

سے دو مرتبہ نہیں کایا جاتا تو پیغمبر بار بار یہ ذلت کیوں سہتا حضرت نے خاموشی اختیار کر لی اور اس میں ایک عجیب بات یہ ظاہر ہوئی کہ جن کی خلافت کے نفی کا ارادہ رکھتے تھے اُن کی ناقابلیت ظاہر ہو گئی اور بدنامی ظاہر ہوئی کہ وہ مطیع کے حدود میں بھی نہ ثابت ہو سچے جائیکہ خلیفہ ہونے کا استحقاق ان میں پایا جاتا مگر امتیون میں سخن نفی کا دماغ ہی کمان انھوں نے ایسے عاصی اور نافرمان شخص کو خلیفہ تسلیم ہی کر لیا ایک دن کہنا پڑے گا۔ یا لیتنا اطعنا اللہ واطعنا الرسول کاش ہم خدا و رسول کی اطاعت کرتے ہی مقام پر غور کر نیے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ نص مذہب بھی یون ہی ٹال دی گئی جیسے قلم اور دوات لانے کا حکم ٹال دیا گیا کیونکہ نصوص کی مخالفت کی عادت پڑ گئی تھی اور مولوی عبد الشکور صاحب ایسے مسلمانوں کا چھوڑ اور بھی جاہ نبوت کے گھٹانے میں موثر ہوا جن کا خیال پیغمبر کے مقابلہ میں حضرت عمر کی طرف داری ہے ہر حال میں تبلیغ فریضہ تھا وہ ادا ہو چکا منوا دینا یہ ہرگز فرائض نبوت میں نہ تھا اور نہ ہے اور نہ کسی نے اس کو تسلیم کیا ہے یہ ہے وہ قمر جس سے آپ کی بحث پنجم خاک میں لگئی اور یہ بھی جناب کو محاذ رہے کہ آجیے پانچ دن کی تعین فرما رہے ہیں اس کا ذکر کسی روایت میں موجود نہیں کاش آپ بھٹ نہ بولا کریں تو آپ کے لیے مفید ہو۔

چھٹی بحث کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

”بحث ششم یہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت نامہ لکھوانے کا ارادہ محض امتحان کی طور پر ظاہر فرمایا تھا دراصل آپ کا مقصد کچھ لکھوانا نہ تھا“

اس کا جواب یہ ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول میں یہ قید نہیں ہے کہ جب امتحانی طور پر حکم ہو تو اطاعت نہ کرنا اور نہ طعنے اصول نے اسے کسی مقام پر تسلیم کیا ہے اس مقام پر تعلیم مولوی عبد الشکور صاحب شیطان کو یہ کہنے کا حق حاصل تھا کہ مجھے سجدہ آدم کا امتحانی حکم تھا اس لیے میں نے نہیں کیا بڑے افسوس کی بات ہے کہ اوامر مطلقہ میں بلا وجہ قید پیش کی جاتی ہے اور مصیبت خدا و رسول کی تجویز پیش کی جاتی ہے حالانکہ نہ سنت سے اس مطلب پر کوئی دلیل پیش کی جاسکتی ہے نہ کتاب سے نہ عقل سے مرہا اس کا نام ہے طرفداری کہ نہ خدا سے خدا نہ اس کے رسول سے اور ایک عاصی بندے کے لیے



خدا و رسول پر انفرک و شرم شرم اسی لیے دنیا کہتی ہے کہ تمنا مذہب نہ کہ اب آسمانی کی مطابقت  
 ہے نہ سنن رسول کے مطابق ہے قرآن ہیں۔ اطیعوا الرسول مطلق موجود ہے اب نافرمانی  
 کی جزا وہ ہے جو قرآن میں ہے (۱) ومن لم یحکم بما انزل الله فاولئك هم الکفرون  
 (۲) ومن لم یحکم بما انزل الله فاولئك هم الظالمون۔ (۳) ومن لم یحکم  
 بما انزل الله فاولئك هم الفاسقون۔ (نافرمانی خدا کرنے والے کافر، ظالم اور فاسق ہیں۔  
 امام غزالی نے ذیل قول باری تعالیٰ۔ یریدون ان یتحکموا الی الطاغوت  
 میں تحریر کیا ہے

المسئلة الثالثة مقصود الکلام	ترجمہ اس کلام کا علی طریق اختصار یہ ہے
ان بعض الناس اراد ان	کثیر مسئلہ مقصود کلام یہ ہے کہ بعض لوگوں نے
یتحکموا الی بعض اهل الطغیان	اس بات کا ارادہ کیا کہ بعض اہل طغیان کی حکومت
ولم یرید التحکم الی محمد	کی طرف رجوع کرین اور پیغمبر کی حکومت سے علا
صلی الله علیه وسلم قال	کیا قاضی نے کہا کہ اہل طغیان کی حکومت کی طرف
القاضی ویجب ان یکون التحکم	رجوع اور حکومت رسول سے انحراف یہ دونو
الی هذا الطاغوت کا الکفر	کفر کے مانند ہیں اور چند وحین دلالت کرتی ہیں
وعدم الرضا بحکم محمد کفرا	ایک قویہ کہ خدا نے ارشاد کیا ہے کہ وہ لوگ
ویدل علیه وجوب الاول	اس بات کا ارادہ کرتے ہیں کہ طغوت کی حکومت
انه تم قال یریدون ان	کی طرف رجوع کرین حالانکہ ان کو اس بات کا
یتحکموا الی الطاغوت وقد	حکم دیا گیا ہے کہ وہ طغوت کیساتھ کفر اختیار کرین
امروا ان یکفرو لیه فجعل	تو خدا نے قاکم الی الطاغوت کو کفر بالطاغوت
التحکم الی الطاغوت مقبلا	کا مقابل قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ تحکم
للكفریه فهذا یقتضی ان التحکم	الی الطاغوت ایمان بالطاغوت ہے اور اس میں

الى الطاغوت يكون ايما فابا  
 ولا شك ان الايمان بالطاغوت  
 كفرا بالله كما ان الكفر بالطاغوت  
 ايمان بالله الثاني قوله تعذرا  
 وربك لا يؤمنون حتى يحكوك  
 فيها شجونهم الى قوله وليسلموا  
 تسليما وهذا نقص في تكفير من  
 لم يرض بحكم الرسول الثالث  
 قوله فليحذر الذين يخالفون  
 عن امره ان تصيبهم فتنة او  
 يصيبهم عذاب اليم وهذا يدل على  
 ان مخالفة معصية عظيمة وفي هذه  
 الايات كمال على ان من رد شيئا من  
 اوامره والله واوامر الرسول فهو خارج  
 عن الاسلام سواء رده من جهة  
 الشك او من جهة التمرح

کوئی شائبہ نہیں کہ ایمان بالطاغوت خدا کے ساتھ  
 کفر اختیار کرنا ہے جیسا کہ کفر بالطاغوت خدا کے  
 ساتھ ایمان لانا ہے دوسرے یہ کہ خدا نے فرمایا  
 کہ نہیں تمہارے رب کی قسم وہ کبھی ایمان نہ لائیں  
 گے جب تک ہر اختلافی بات میں تم کو حکم نہ قرار  
 دین آج اور یہ اس شخص کے کافر ہونے پر نص  
 ہے جو حکم رسول کے ساتھ راضی نہ ہو **تیسرے**  
 یہ کہ خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ چاہیے کہ زمین  
 وہ لوگ جو اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اس  
 بات سے کہ کہیں ان کو کوئی فتنہ نہ پہنچ جائے یا کوئی  
 موٹم عذاب نہ پہنچ جائے اور یہ اس بات پر دلالت  
 کرتا ہے کہ اس کی مخالفت ایک عظیم معصیت اور  
 ان آیات میں اس بات کی دلیلین ہیں کہ جو شخص  
 خدا کے احکام اور اس کے رسول کے احکام کو  
 رد کرتے وہ اسلام سے خارج ہے عام اس سے  
 کہ شک کی وجہ سے رد کیا ہو یا کسی شر کی وجہ سے۔

میں نے علم جناب سن رہے ہیں نا؟ ایاک اعف اسمعی یا جادہ رسول کا رد کر دینا ان  
 نہیں ہے تاکہ بتائی کہ کے ٹال دیا جائے یا محبت کا تقرب ظاہر کر کے بلاے نجات حاصل کی جائے  
 اپنا نتیجہ بھی پسین سے سوچ لیجئے کیونکہ فاعل فعل اور راضی با فعل دونوں نتیجہ میں ایک ہی حکم رکھتے ہیں  
 پھر تفسیر سورہ نسا میں اس آیت کی تفسیر میں۔ ومن یطعم الرسول فقد اطاع الله امام  
 قرالدین رازی نے یہ عبارت تحریر کی ہے

من یطعم الرسول فقد اطاع  
 الله من اقوى الدلائل علی  
 ان الرسول معصوم وفی  
 جمیع الاوامر والنواهی وفی کل  
 ما یبلغه من الله تم لانه لو خطا  
 فی شئ منها لم یکن طاعة طاعة  
 الله وایضا وجب ان معصوما  
 فی جمیع اقواله وافعاله واجواله  
 لانه تم امر بتابعته فی قوله  
 فاتبعوه والمتابعة عبارة عن  
 الاثبات بمثل فعل الغدیر فكان  
 الا فی بمثل ذلك الفعل مطیعا لله  
 فی قوله فاتبعوه فثبت ان  
 الانقیاد له فی جمیع اقواله وفی  
 جمیع افعاله الا اخصه الدلیل  
 طاعة الله وانقیاد حکمه

یعنی جو شخص رسول کی اطاعت کرے گا اس نے  
 خدا کی اطاعت کی یہ آیت ان قوی ترین دلائل  
 سے ہے جو اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ پیغمبر تمام امور  
 دلوای میں ہر اس چیز میں جس کی تبلیغ وہ خدا کی جانب  
 سے کرتا ہے معصوم ہے کیونکہ اگر وہ کسی ایک بات  
 میں خطا کرتا تو اس کی اطاعت خدا کی نہ ہوتی  
 نیز واجب ہے کہ پیغمبر تمام اقوال و افعال و اجال  
 میں معصوم ہو کہ خداوند عالم نے اس کی پیروی  
 کا حکم دیا ہے اپنے قول فاتبعوه میں یعنی  
 توگ رسول کی پیروی کرو اور متابعت اس بات  
 کا نام ہے کہ جس طرح کا فعل غیر نے کیا ہے اسی طرح  
 کا تم بھی عمل میں لاؤ پس جو شخص پیغمبر کی طرح کا  
 فعل عمل میں لاؤ گا وہ خدا کا اطاعت کرنے والا  
 کہاجائے گا پس ثابت ہوا کہ سوا خدا کسی نبی کے  
 تمام افعال و اقوال میں پیغمبر کی پیروی واجب ہے  
 اور اس کی پیروی خدا کی اطاعت ہے۔

ان فتاویٰ کو دیکھتے ہوئے حضرت عمر نہایت تعجب حالت میں مبتلا ہیں اور جو ان کے طرفدار ہیں وہ اپنے

نفس سے بھی غافل نہ رہیں۔

انجم ” میں خود اپنی حالت پر غور کرتا ہوں تو مجھ سے لایزال میں اپنی کیفیت یہ پاتا ہوں کہ اگر خدا نخواستہ

مجھ سے ان کے میں ہوتا لی انہما“

سہیل روایت اور دیگر کا زبان کے معنی میں استعمال اور مزہ استعمال کا جواب یہ ہے کہ آپ کی خدمت میں پہنچ چکا اب آپ کو

اختیار ہے چاہے اپنے حال پر رویہ اور چاہے اپنے بزرگوں کے حال پر رہے۔“

النخع ”اب سہیل کے تازہ لطائف خبردار ملاحظہ ہوں۔“

سہیل ہاں ضرور فرمائیے قلم دریدہ وہن مرصاد میں ہے۔“

النخع ”کاغذ لاؤ میں ایک قلم لکھواؤں اس پر معقن صاحب حب ذیل اعتراض فرماتے ہیں لکھواؤ میں کس لفظ کا ترجمہ ہے۔“

سہیل پوچھے یہ اعتراض کیا برا ہے جو آپ اتنے چراغ پا ہو رہے ہیں کیا۔ اکتب کے معنی کسی نفٹ میں لکھوا دینے کے ہیں۔

النخع جواب اول یہ کہ اگر یہ اعتراض صحیح بھی ہو تا تو ایک لفظی گرفت تھی۔“

سہیل یہ ایسی گرفت ہے جس سے ٹکون کو بھی ملوم ہو جائے گا کہ جناب میں اکتب کے بھی معنی کہنے کا سلیقہ نہیں ہے۔

النخع ”اور لفظی گرفت بطریق دی لوگ کرتے ہیں جو اصلی باتوں کے جواب سے عاجز ہوتے ہیں۔“

سہیل مطراق تو کہیں نہیں کیا گیا مگر نہیں ملوم کان کیوں کہتے ہیں اب رہ گئی اصلی جواب سے عاجزی وہ ہمارا دل ہی خوب فیملہ کر گیا۔

النخع ”اگرچہ میں تو جادہ بن کہ ہمارا کون سا مطلب کس ترجمہ پروقوف ہے۔“

سہیل ہم نے اسی لیے نو لکھا تھا کہ تم اپنے خیال کے مطابق اسی ترجمہ پر اڑے رہو گے تو میں بوجھو نہ گا کہ جب حضرت کو لکھنا بھی نہ پڑتا تو حضرت عمرؓ نے کس تکلف کا خیال کر کے عدم کتابت پر زور دیا۔

النخع ”اصل یہ ہے کہ ترجمہ محض موجود ہے کیا گیا کہ آن حضرت علیؓ الترمذی وسلم اُمتی تھے خود کہتے نہ تھے

اسی واسطے جہاں کہیں احادیث میں آنحضرتؐ کے معلق کتبہ کا لفظ آیا ہے وہاں کہنے کے بجائے لکھوانے ہی کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔“

سہیل یہ جوار شاو مہور ہائے غلط ہے کیونکہ صحیح مسلم میں صلح حدیبیہ کے مقام میں مذکور ہے فقال رسول اللہ ﷺ دئی مکتا فادراہ مکتا فاحفاحا وکتب ابن عبد اللہ بنی آپ کے حکم

مجھے بتاؤ کہ رسول کمان کمان لکھا ہوا ہے تب آپ کو مقام لکھ دیا گیا اور آپ نے اسے شا کے ابن جند اللہ لکھ دیا اور دوی نے اس کی شرح میں بیان کیا ہے۔

احتمی بعض الناس بهذا  
اللفظ على ان النبي كتب ذلك  
بيده على ظاهر هذا اللفظ  
قد ذكر البخاري نحوه من رواية  
اسراءيل عن ابي سمعي وقال  
فيه اخذ رسول الله الكتاب  
فكتب وزاد عنه في طويق اخر  
ولا يحسن ان يكتب فكتب قال  
اصحاب هذا المذهب ان الله تعالى  
ذلك على يده اما بان كتب ذلك بالقلم  
بيده وهو غير عالم بما كتب اوان الله  
تعالى علمه ذلك حق كتبه فيجعل  
هذا زيادة في معجزته  
بعض لوگوں نے اس لفظ سے بات پر اس لئے  
وہ محتاج کیا ہے کہ پیغمبر نے اپنے ہاتھ سے یہ لفظ لکھی  
جیسا کہ ظاہر لفظ بھی ہے، اور بخاری نے بھی اس طرح  
روایت اسراہیل بن جواہر بن ابی اسحق سے  
کی ہے ذکر کیا ہے اس میں یہ ہے کہ پیغمبر نے فرشتہ  
لے لیا اور اس میں لکھ دیا اور اس سے زائد کتاب  
کی دوسرے طریق میں ہے کہ پیغمبر کھنہ نہیں جانتے  
تھے مگر لکھ دیا اس مذہب کے لوگوں نے یہ کہا ہے  
کہ خداوند عالم نے ان کے ہاتھوں پر یہ واقعہ  
جاری کر دیا یا تو یوں کہ قلم سے آپ نے لکھا اور  
آپ نہ جانتے تھے کہ کیا لکھا، یا خداوند عالم نے  
اس وقت آپ کو لکھا دیا اور یوں آپ کے معجزات  
میں زیادتی فرمائی۔

اسی طرح قرطبی نے منہم شرح سلم میں ایک طویل عبارت لکھی ہے جس کا محصل بھی ہے کہ اگر  
آپ لکھنا چاہتے تھے تو لکھ سکتے تھے میں اس کو اختصاراً ترک کرتا ہوں لیکن نفی کتابت کے نفی میں اس قدر  
کافی ہے جس کا میں نے حوالہ دیکر لکھ دیا اور اس سے یہ قول ”کہ جہان کین احادیث میں انحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کتابت کا لفظ آیا ہے وہاں لکھنے کے بجائے لکھوانے کا ترجمہ کیا جاتا  
ہے“ صحت سے مبرا نظر آتا ہے اور کلام خصم کے نفی کے لیے اس بقدر کافی ہے۔

”ابن جند اللہ“ سہیل کے پروردگار نے اگر کچھ پڑھا ہو تو اس ترجمہ پر اعتراض نہ کرتے کیونکہ یہ مجاز فی الاستاذ

اور کلام عرب میں برابر رائج ہے بولتے ہیں بنی اکامیہ المدینۃؓ تو کیا یہ طلب ہوتا

ہے امیر نے خود اپنے ہاتھ سے عمارت بنائی ۴

سہیل انجم کے بے غم دیر نے اگر ذرہ برابر بڑھا ہوتا تو اسے معلوم ہوتا کہ بنی اکامیہ المدینۃ کا ترجمہ یہ نہیں ہوتا کہ امیر نے شہر بنوا دیا اور اگر یہ ترجمہ کیا جاتا تو مجازاً اسنادی سے کلام نکل کر حقیقت میں جا رہتا لہذا ترجمہ یوہین کیا جائے گا کہ امیر نے شہر بنایا اور کسری نے ماٹن لیکن مجاز فی الاسناد پہنکی وجہ سے ہم سمجھنے کے سماروں نے بنایا لہذا کتب رسول اللہ کے کسرے وقیمہ کے معنی ہی ہونگے کیونکہ ترجمہ نامہ لکھا چاہے آپ نے کسی سے لکھا دیا ہو لہذا ترجمہ کی غلطی کا مواخذہ برابر ہے اور یہ گاتا کہ بے سواد دی کی وجہ سے سواد وجہ ستر رہے۔

”جس کے علم عام فہم کا یہ حال ہو وہ انجم کا جواب کہنے بیٹھا ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ سہیل“ تھیں سوچو کہ ہمارا تمھارے مقابلہ میں آنا ہماری مظلومیت نہیں تو کیا ہے حالانکہ تھیں اسناد مجازی اور حقیقی کے معنی مابین ریش دراز معلوم نہیں ہیں۔

انجم ”کمر شکن فیصلہ بن لکھا تھا کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ رسول خدا پر موقف بیاری کی تکلیف زیادہ لہذا آپ کو تکلیف تحریر بند دینا چاہیے ۵

سہیل آپ حضرت عمر سے جو سطور روح مبارک پونچھے کہ پیغمبر خود زحمت اٹھانے پر آمادہ تھا آپ کی تہذیب میں کیا بٹا لگتا تھا اگر آپ چپ رہتے آپ کو تو کوئی نہ لگتا کہ آپ زحمت دے رہے ہیں جناب کو پیغمبر کی زحمت کا بڑا خیال تھا تو آپ اپنے پہاڑ پر جا کر آرام طلبی اصحاب میں نہ فرمائی ہوتی حضرت کے دندان مبارک شہید نہ ہوتے اولاد تو اٹلی پر نثار ہو جاتا اس وقت جناب کو پیغمبر کی زحمت کا خیال ہو رہا ہے یہ کہیے کہ یہ سب خود مطلبی کا خیال ہے ورنہ کسی زحمت اور کیا خیال زحمت۔

انجم ”امیر یہ نہ نہیں محقق صاحب یہ اعتراض فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کو کیا حق تھا کہ حکم رسول کے بعد اس طرح فرماتے اس اعتراض کو حسب عادت چلے سطور میں بیان کیا ہے“

سہیل حضرت اگر حضرت عمر بندے تھے اور قرآن کے احکام ان کی طرف بھی متوجہ تھے تو بندے

کا اعتراض بجا نہیں ہے اور اگر آپ کے زعم میں ایسا نہ تھا تو میں اپنے یقین کا مکلف ہوں جناب کے یقین کا مکلف نہیں ہوں۔

الجزم جواب یہ ہے کہ یہ حکم رسول بالکل دیا ہی تھا جیسا حدیث میں ملتا ہے کہ اس وقت حضرت علیؑ کو دیا تھا کہ لفظ رسول کاٹ دو اور حضرت علیؑ نے اس حکم کی تعمیل نہ کی تھی بلکہ کاغذ ہاتھ سے کھڑا کر مجھے یہ کام نہ ہو گا۔

سہیل واہ کیا جواب ہے یہ نظیر تو بعد میں پیدا ہوئی لیکن حضرت عمرؓ نے بے نظیر بات کی کیون جناب علیؑ علیہ السلام کا چکر اپان آپ کی رسالت پر تھا لہذا رسول کو آپ نے قلم زد نہیں کیا۔ کیا حضرت عمرؓ کا ایمان مصیبت رسول پر تھا جو وہ کاغذ و قلم دوات لاسنے میں مانع ہوئے آخر ایک مقام کا قیاس دوسرے مقام پر کیونکر ہو سکتا ہے اور یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ یہ حکم رسول بالکل ویسا ہی تھا۔ غیر بالکل تو آپ کیا سمجھا سکتے ہیں کاش باخبر وہی آپ اتحاد ثابت کر دین، چنانچہ فوری نے شرح مسلم میں بیان کیا ہے۔

وهذا الذي فعله علي رضي الله	یعنی یہ جو علی بن ابیطالبؑ نے کیا یہ منجملہ
عنه من باب الادب للمستحب	ادب سبب تھا کیونکہ علی بن ابیطالبؑ ہرگز زیہ
لا ندر لم يفهم من النبي يحتمر	نہیں سمجھا کہ پیغمبر رسول اللہؐ کے شاد دینے پر
عصو على نفسه ولهذا لم ينكر عليه	ختم کیے ہوئے ہیں (اور کیونکر سمجھتے حالانکہ
ولو حتم لنفسه لم يحزل على تركه	اسی کی شہادت بجاتی تھی) اور اگر ایسا سمجھتے
ولما اقره النبي على المخالفة	تو علیؑ کے لیے ترک کرنا جائز نہ ہوتا اور پیغمبر
انتهى	اسی کو مخالفت پر ٹھہرنے نہ دیتے۔

اور شیخ عبدالحق دہلوی نے مدارج النبوة میں یہ عبارت لکھی ہے۔

واین امتناع علی رضا از محو لفظ رسول اللہ  
 نہ از باب ترک امتثال است کہ مستلزم ترک  
 امتثال کاغذ رسول اللہؐ کو نہ تھا لہذا وہ اس کا  
 ترک امتثال مرتبہ تھا جو کہ مستلزم ہے ترک ادب بلکہ

ادب است بلکہ میں امتثال و ادب نشی  
ابن غل ملی بن من امتثال امر اور امتلا را حب جو

از غایت عشق و محبت است“  
علی کی بنے نہامت عشق کو بول گیا تھا غلام کرنا جو

مگر میری سمجھ تھی کہ ان وہ نافرمانی اور عنود و سرکشی کو موجب اقرب سمجھتا ہے اور تجویز ہدیان کو  
میں محبت۔ لیکن مجھے اندسے کو رستہ بتانا نہیں میرا کام یہ ہے کہ مخالف کے بنائے ہوئے آئینہ میں ظہیر  
کی صورت دکھلا دوں حتیٰ یتما از السواد عن البیاض

کفر شکن فیصلہ کی وجہ تسمیہ غالباً یہ ہے کہ جو کلمات واقعہ میں پیش ہوئے ہیں ان سے ایک بڑے  
شخص کا کفر لازم آتا تھا، لہذا آپ نے ان کا برائت نامہ لکھا جو برابر ناظرین کے سامنے پیش ہو رہا ہے  
اور اس کا نام کفر شکن رکھا اگر کفر ٹوٹ گیا ہو تو ہمارا کیا ہرج ہے لیکن میں تو دیکھتا ہوں کہ کڑیاں مضبوط ہوتی  
جاتی ہیں۔

سہیل سے بہت خفا ہیں کہ وہ لکھتا ہے کہ میں برابر الجحیم کے اقوال کی نقل کیا کرتا ہوں لیکن  
میر صاحب برسم ہیں کہ میرے چہلہ صفحہ وہ چھوڑ گیا، حضرت معاف کیجئے گا جن عبارتوں میں کسی قدر  
بھی جو اس کی بوہوتی اسے سہیل نقل کرتا ہے اور میں بوسے ادراک گم ہے اسے وہ کتنا رکشی کرتا ہے  
سہی اپنے اپنے پر چون کو قیج رکھنا چاہتے ہیں۔

سہیل نے مطالبہ کیا تھا کہ فاروق اعظم جو تم نے لکھا ہے اس پر کوئی دلیل پیش کر دو میرا مطلب تھا  
کہ تنبیہ کے قول سے لیکن میر صاحب نے برسم ہو کر کہا کہ یہ لفظ ہم نے اپنے عقیدہ کے موافق لکھی ہے ہر شخص  
مطالبہ بالکل بے محل ہے۔

الجحیم ”لیکن تم بھی کیا یاد کرو گے“ اور حدیث منو تھا اسے علامہ ابن مغیرہ نے شرح تفسیر البیاض میں حضرت

علی کا ایک خط نام حضرت سہیل سے نقل کیا ہے جس کے ابتدا الی الفاظ یہ ہیں کان افضلہم فی الاسلام کما

سہیل یہ نام مرموم سہیل کے مطابق لکھا گیا ہے جیسا کہ ذمت شاہد حال ہے لہذا اس سے نتیجہ

ساقط ہے۔ یہی باتیں وہ ہیں جو تمہاری سمجھ سے باہر ہیں اور یہی وہ باتیں ہیں جو باب مدینہ علم نے مرقم  
کے چنے والوں کے لیے کلام بلاغت نظام میں دویمت رکھی ہیں لہذا میں فاروقیت کے تسلیم کرنے کے لیے



اس کا اہمکی ضرورت ہے جس میں کما ذہمت نہ ہو بلکہ حضرت اپنا خیال خود ظاہر فرما میں وہ  
حجت ہے یہ حجت نہیں جو آپ نے پیش کی ہے لہذا ہمارا سوال اول جیسا کہ تھا ویسا ہی باقی ہے۔  
انجم ”صغیر ۱۹ میں لکھتے ہیں کہ تمام علماء اہل سنن جن کو کسی قد بھی زبان عرب پر اطلاع ہے سب  
نے ہجر کو یعنی ہذیان لیا ہے“

سہیل ان کی ایک طویل فہرست گزری اور جو کچھ تم نے بیان کیا ہے اُس کی دھیمی آواز صاف  
کی کوک تک نہیں پہنچتی۔

انجم ”جواب یہ ہے کہ اس قدر بیاہ جھوٹ تھا رسوا کوئی نہیں ذلی سکنا علامہ ابن حجر، علامہ محمد  
مُجرانی وغیرہ کے اقوال ہم کفر حکم فیصلہ میں نقل کر چکے کہ وہ ہجر کو یعنی جدائی بھی بخیر کرتے ہیں“  
سہیل ”تھا رسوا لفظ بھی“ نے ہماری تصدیق کر دی کہ ہر وقت زبان عرب نے ہجر کے معنی ہذیان  
کے لیے ہیں اسی پر تم بے کار چراغ پا ہو گئے جب ہماری بات ہر طرح سچ ہے تو خیال کرو کیا جھوٹ  
کون بولا اور یہ بخیرین تو پنچنے کے راستے ہیں لیکن مد مقابل یہ راستہ چلنے تو دے اور عقل بھی تو اسے  
بخیر کرے۔“

انجم ”اور فرمان مجیدی کہ آئین پیش کر چکے کہ وہاں بالاتفاق ہجر یعنی جدائی ہے۔“  
سہیل ”واہ رسوا بالاتفاق دیکھئے تو ملا علی قاری شرح شفا میں کیا لکھتے ہیں۔ وقد قویٰ بھما  
فی السبعة قوله تم سامرا تھجرون فالجھور بفتح اولہ وضم جیمہ علی انہ بمعنی  
الھذیان ومنہ المجر یا لضم الفحش وقد انا فم بضم اولہ وکسر جیمہ من اھجر  
اذا الفحش للمبالغة فزیادة المبني لزیادة المعنی یعنی جھور نہ اس کے معنی فحش و ہذیان کے لیے ہیں۔  
کیونکہ جناب اسی کا نام بالاتفاق ہے آپ کو نہ اتفاق کے معنی معلوم ہیں نہ اتحاد کے  
پھر مناظرہ کے لیے فلم اٹھانے کی ضرورت صرف چندہ تحصیل کرنے کے لیے ہوئی اس نے تو آپ کے لیے  
معنی کو خیر باد کہد یارح

بریں عقل و دانش بیاہ مگر سیت

اگر اتفاق اس معنی پر ہو تا تو ملا علی قاری ہدیان اور خوش کے معنی لکھ کر اختلاف کیوں فرماتے۔  
 انجم ”باقی رہا یہ کہ یہ تم نے دو تین عبارتیں ملائی نقل کیں جنہیں لفظ حجر کے معنی ہدیان کے بیان  
 کیے گئے ہیں۔“

سہیل اندری کو دشمنی یہ ہم نے دو تین عبارتیں بیان کی ہیں، اب گن لو جو اس میں آؤ ہم دنگ  
 کی جوت کہتے ہیں کہ تمہیں کوئی ایسی عبارت کسی مسلم عالم کی نہ ملے گی جس میں ہدیان کے معنوں کی تصریح  
 نہ ہو اگر ہو تو خدا ہم بھی دیکھیں بشرطیکہ خود مولوی عبدالغفور صاحب نہ ہوں کیونکہ آپ کی عالیت صرف  
 منڈی کے بنری فروش تسلیم کرتے ہیں۔

انجم ”یہ تعاری بروسی کی دلیل ہے ہم نے کب کہا تھا کہ یہ لفظ معنی ہدیان نہیں آتا کب کہا تھا کہ  
 نے اس لفظ کو معنی ہدیان نہیں لیا ہم نے تو یہ کہا تھا کہ اس لفظ کے معنی جلدی کے بھی ہیں  
 اور حدیث قرطاس میں بھی جلدائی کے چسپاں ہیں۔“

سہیل حضرت آپ کی تہذیب کا کیا کتنا جنت منبر کو ہدیان گو کہ دیا اور پھر صحابہ کبار میں داخل  
 رہے تو مجھے آپ بد جو اس بھی نہ فرمائیں، میں اس شیریں معنی کا شکر یہ ادا کرتا ہوں۔

ہم گفتی و خورسندم تعالیٰ اللہ بخونگفتی کلام تلخی زیب لب بل شکر خارا  
 جب آپ کے معنی تجویز کرنے والا بھی ہدیان کے معنی تجویز کر رہا ہے، تو آپ کی مراد  
 کیا ہے یعنی خضم مجادل وہ معنی ملے جو آپ کہتے ہیں یہ کبھی نہ ہو گا وہ تو وہی معنی لے گا جس سے آپ  
 بلا تازل ہو، اور چونکہ آپ کو ہدیان کا اعتراف ہے لہذا وہ بیان سے آپ کو ملنے نہ دے گا پھر  
 مناظرہ میں یہ سادہ لوحی کام دے سکتی ہے؟ اب آپ فرمائیں کہ جناب بد جو اس میں یا میں مجرب  
 لاری حدیث سفیان جو اہم ترین مانا جاتا ہے وہ ہدیان کے معنوں کی تصریح کرتا ہو تو پھر تھراخانہ میں پانچویں  
 آواز کی وقت طوطی سے زیادہ نہیں بولنے کو بولے جائے مگر اس سے ہوتا کیا ہے۔

ملا علی قاری اپنی شرح میں رقمطراز ہیں عن ابن عباس عینہ اس لکھ کی شرح کہتے ہوئے کہتے ہیں۔

وہو سفیان و لا فابن عینہ یعنی ابن عباس سے مروی سفیان ہے اولاً

عشرۃ منهم خمسة لهم رواية  
 ابن عیینہ دس ہیں بائیس ان میں ایسی ہیں کچھ  
 واجلہم فی العلم سفیان  
 روایت ہے اور سب میں زیادہ جلیل تر علم میں  
 فهو المراد به الاطلاق لانه  
 نعمان ہے اور جب ابن عیینہ مطلق بولا جاتا  
 الفرد الاكمل الخ  
 ہے تو اس سے مراد نعمان ہی ہوتا ہے کچھ  
 وہ فرد اکمل ہے؟

پھر جب ایسے شخص نے روایت کی تفسیر میں ہذیان کے معنی اختیار کیے ہوں جیسا کہ ہم نے روایت  
 امام احمد بن حنبل میں بیان کیا ہے تو جدائی کے معنوں کے مراد لینے کا کیا عمل ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ ان  
 روایات میں پُچرا بھی ہے بغیر ہا و سکون جیم جس کے معنی فحش اور منقہ قبیح کے ہیں نہین معلوم مولوی محمد بن کور  
 صاحب ہجر بغیر ہا کو بھی فراق کے معنوں میں فرماتے ہیں یا کیا انھیں سچا رسے کو جب تک روایات میں غور  
 کرنے کا موقع نہین ملا۔

انجم ”اس کے بعد کفر شکن فیصلہ میں شیعوں کی ایمان داری کا ایک نمونہ پیش کیا گیا تھا کہ رسول خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام پر تو شیعوں نے ذرا فدا سی بات میں جبکہ محض بے بنیاد اپنے  
 قصص و حکایات کی بنا پر اعتراض کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں لیکن اپنے ائمہ کے اصحاب  
 کے ساتھ یہ برتاؤ نہیں کرتے“

سہیل لیجئے ایڈیٹر صاحب بحث چھوڑ کے وہ بھائے ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ یوں تو ایک  
 قلبی جست میں سید احمد چھوڑ دے کر نکل گئے، اسی لیے سہیل ان کا مخاطبہ چھوڑ دیتا ہے کہ ایک  
 بات سید ان میں جم کر طے نہیں فرماتے اور دوسرا بحث اختیار کر لیتے ہیں اور اب ہم ان کو  
 سید ان چھوڑنے نہ دین گئے یہ شیعوں کی خانہ زاد حکایت نہیں ہے، بلکہ یہ بخاری کا مضمون  
 ہے، جب تک یہ فتح نہ ہو جائے بھاگ کر دوسرا فرار یا نہ دلو ایسے، اور ہماری طرف مڑیے تاکہ ہم  
 آپ کو رسول سے بدگامی کا مزہ کھجائیں۔

کیون جناب یہ حضرت عمرؓ نے صاحب وحی کو نہ بیان گو نہ آیا اور آپ انھیں خلیفۃ المسلمین بنی خلیفۃ المسلمین

نیز کرتے ہیں آپ کے علماء اس کی شہادت دے رہے ہیں اور آپ کے کان پر جون نہیں رنگتی اد  
حضرت عمر خلافت اطیعوا الرسول باین کر رہے ہیں اور آپ ان کو مسلمانوں کا سردار مانتے ہیں،  
اور ملا علی قاری اپنی شرح میں لکھ رہے ہیں،

والحاصل انه رضى الله عنه      بنی حضرت عمر اس گروہ میں تھے جملہ  
كان في حزب يقولون      کہتے تھے کہ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں اد  
لا احتیاج الى الكتابة      پتیر اس گروہ میں تھا جو کہتا تھا کہ کہنے کی  
صفحہ ۲۸۰      ضرورت ہے۔

یہ امتی کا اور پیغمبر کا مقابلہ کیا، اور پھر غضب یہ ہے کہ سلمان مولوی عبد شکور ایسے غفل ہیں  
ملا یعقوب لاہوری نے خبر جاری شرح صحیح بخاری میں یہ عبارت لکھی ہے جیسا کہ ہم نے اس سے  
پہلے بھی نقل کیا ہے اور آج پھر نقل کرتے ہیں۔

لا شك في ان رسول الله      اس میں شک نہیں کہ رسول نے اس میں صلحت  
راى المصلحة في كتابة الكتاب      دیکھی کہ ایک نوشتہ امت کو گمراہی سے بچنے  
بدليل قوله لن تضلوا بعد      کے لیے لکھ دیا جائے اور اس میں بھی شک نہیں  
ولا شك ايضا ان عمر في الاصل      کہ عمر نے اس تحریر کو روکا اور اس میں بھی شک  
عن احضار الدخان والقلمو      نہیں کہ اہل بیت نے عمر کے خلاف اس تحریر  
لا شك ايضا ان اهل البيت الخو      پر زور دیا اور فریقین میں نزاع بڑھی نہ کہ  
على احضارها وطال النزاع بين الفريقين      کہ نبی نے انکو کال دیا کہ نبی کے پاس نزاع  
حتى خرجهم النوجيما وهذا القدر ما يتبادر      درست نہیں، نص حدیث سے یہ باتیں معلوم  
للأئمة من بعض الحديث كذا ما يلبه      ہوتی ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں۔

یعقوب لاہوری سے کون کہے کہ آپ نے ذوی القبول کا خیال کر کے  
کہ دیا ہو گا اب بھی مرتاب موجود ہیں جسے ہم مقابلہ کر رہے ہیں۔ انجم دیکھئے تو پتہ چلے

## ابو بکر بن ابی قحافہ

بڑے پاک طینت بڑے پاک بدن ریاض آپ کو کچھ ہمیں جانتے ہیں  
 ”سیرت خلفاء راشدین“ کے عنوان سے انجم نسبہ جلد ۱ کے صفحہ ۲ پر یہ مضمون ہے جس میں ابو بکر کی  
 حالات کلمے ہیں، ہمیں اس بات پر آتی ہے کہ اپنی کتابوں کے حوالے ہیں اور ”خود کو ذرہ و خود کو ذرہ گرو  
 خود گل کو ذرہ“ کا مصداق ہے۔ یہ جبارت کتنی بڑی ہے کہ جو صفت بھی ثابت لگی ہے وہ اہل تشیع  
 کے مقابلہ میں اپنی کتابوں سے، جو نہ ہمارے لیے حجت ہو سکتی ہے اور نہ تمھارے لیے مفید۔ اس  
 مضمون کو دیکھ کر میرا بھی دل چاہا کہ شتے از خردارے کتب اہلسنت سے میں بھی کچھ کھوں، جو حجت  
 ہو کے رہے کیونکہ میں اپنی کتابوں سے نہیں لکھتا بلکہ وہی تمھاری مایہ ناز کتابوں کا تحفہ ہے۔  
 ”انجم“ لقب آپ کا صدیق ہے، صدیق کے معنی بڑا سچ بولنے والا اور شریعت اللہ میں متفق  
 ایک خاص طبقہ ہے خدا کے مقرب بندوں کا جس کا رتبہ نبی کے بعد اور سب نیکوں سے  
 بالاتر ہے۔“

سب سے پہلے تو یہ امر قابل تحقیق ہے کہ آیا ان کا لقب صدیق کس نے رکھا رسول نے تو  
 ایسا کیا نہیں کیونکہ آپ کے تباے ہوئے صدیق بن کا تذکرہ کتب اہل سنت میں ہے صرف تین  
 ہیں، چنانچہ عرس شہابی اور موقعی محرقہ وغیرہ میں یہ حدیث نہایت جلی قلم سے لکھی ہوئی دکھائی  
 دیتی ہے۔

الصدیقون ثلثة خرقیل مومن آل فرعون  
 یوسف النجار و علی ابن ابی طالب الذی  
 صدیق تین ہیں خرقیل مومن آل فرعون  
 یوسف بنی اسرائیل ابن ابی طالب جنوں نے کبھی  
 طرفہ لین بھی کفر نہیں اختیار کیا،  
 لم یکتفوا لہ طرفۃ عین

اس فرست میں ابو بکر کا نشان تک نہیں آخو کیا وجہ یہ تھی کہ رسول نے حدیث کو تین پر منحصر کیا  
 درنا علیہ ابو بکر کی گجائش نکل سکتی تھی، اب رہ گیا یہ امر کہ صاحب تالیف تاریخ الخلفاء نے لکھا ہے وہ کوئی نہ

نہیں ہو سکتی یا یہ کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب نے ایسا کہا اس کا کہیں نام و نشان نہیں، البتہ امیر المومنین ایک بت پرست کے لیے صدیق کا لقب کیونکر جوڑ کر سکتے تھے چاہے وہ بت پرستی تھوڑے ہی زمانہ کے لیے رہی ہو۔ ایسے قوی مطلب کے ثابت کرنے کے لیے تاریخ اٹھنا کا حوالہ بہت کمزور ہے مین بھٹانچہ اور مگن ہے کہ ایسا ہی ہونے لگا کہ یہ لفظ وال مشدودہ کے ساتھ نہ تھا بلکہ وال مخففہ کے ساتھ تھا یعنی بجائے ”صدیق“ کے ”صدیق“ جو نہ عرب کے لوگ ان کو رسول کے ہمراہ دیکھا کرتے تھے اور ”صدیق“ کا نام عرب میں دوست اور ساتھی کو کہتے ہیں لہذا ان لوگوں نے صدیق کہنا شروع کیا۔ صحابہ پرست بھوت نے مثالی کا کام کیا اور شدید کی لنگھی سے ”صدیق“ کی زلف کو سوار کر ”صدیق“ کر دیا کہ فضیلت بڑھ جائے اور حفظ قرآن کے واسطے ٹکڑا کر رکھا۔

بالکل اسی طرح جس طرح حضرت عمر کو اہل سنت خود ساختہ خطاب سے سرفراز کرتے ہیں اور ”فاروق“ کہتے ہیں حالانکہ اگر نہ حقیقت ڈھونڈھی جائے تو پتہ چلے اور وہ یہ کہا جاتا ہے کہ لقب یہودیوں نے حضرت عمر کو دیا تھا، حالانکہ معلوم ہے کہ وہ لوگ، چونکہ آپ ہر جگہ سے بھاگا کرتے تھے، آپ کو ”فروق“ کہا کرتے تھے جس کے معنی ڈرپوک کے ہیں مگر جو بحیث عربی کے رسم الخط کے اعتبار سے انھارا تلف ضروری نہیں جیسے ”رحمان“ اور ”رحمن“ ”عشمن“ اور ”غمان“ ”جنت“ اور ”جنت“ لہذا اس سے باران طریقت نے فائدہ اٹھا یا اور ”فروق“ کو فاروق بنا ڈالا اور یہ تاج ذرا معتدل کر کے حضرت عمر کی اصل کھوپڑی پر فٹ کر دیا۔

بہر حال تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ یہ القاب رسول کے بانٹے ہوئے نہ تھے بلکہ جس طرح فائدہ خلافت اور خلیفہ تھا ویسے ہی یہ القاب بھی تھے، جب ایسا تھا تو فضیلت معلوم، جس طرح خود اپنے کو امیر المومنین کا لقب دیا ویسے ہی فاروق بھی کہلایا۔

اب آپ کا دوسرا لقب ”معتق“ جس کی گنگنی پر فخر و شرف ہے وہ بھی راسخ القاب کا دیا ہوا لقب نہ تھا، بلکہ تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپ کا لقب نہ تھا بلکہ نام تھا جو ابو قحافہ نے رکھا تھا چنانچہ صاحب تاریخ اٹھنا اس مطلب کو اس عبارت میں بیان کرتے ہیں۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت لن  
المخافة كان له ثلثة اولاد فما هم  
عتيقا ومعتقا ومعيقا  
عائشہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ بن  
ابی قحافہ کے تین بیٹے تھے جن کا نام معیق، عتیق  
اور معتیق تھا۔

اور ایک دوسری وجہ بھی ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکر کی ماں نے اُن کو متیق  
پکارا۔ قلت لابی طلحة لم سمی ابو بکر عتیقا  
قال كانت امه لا يعیش لها ولد  
فلما ولدته استقبلت به البيت  
ثم قالت اللهم هذا عتيق من  
الموت فہبہ لی  
ابو طلحہ سے جب پوچھا گیا کہ معیق کو متیق بن  
کہتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ ابو بکر کی ماں کی ملا  
زندہ نہ رہتی تھی جب یہ حضرت پیدا ہوئے تو انھوں  
نے قبلہ رخ ہو کے کہا کہ خدا یا یہ متیق موت  
ہے اسے مجھے ہیر کر دے۔

اب اس بات کو دیکھتا ہے کہ ان کو متیق کیوں کہا جاتا ہے اس کے متعلق مستقین خاص کی یہ  
عبارتیں ہیں۔

واخرج الطبرانی قال انما  
سمی عتیقا لحسن وجهه  
تاریخ الخلفاء  
طبرانی نے اس روایت کا بن عباس سے  
اخراج کیا ہے کہ معیق ابو بکر کو اس لیے کہتے تھے  
کہ آپ کا چہرہ بہت خوبصورت تھا،

ابن جریر سے بھی یہی وجہ مروی ہے کہ چونکہ آپ خوبصورت تھے لہذا معیق کا لقب دیا گیا مگر فردا اس  
توجیہ کے دیکھنے کے بعد طبر شریف پر نظر کیجئے تو حسن مخمر کی شکل آپ کی نگاہوں میں اس توجیہ کی بر ملا تفسیر  
کر سکی، چنانچہ تاریخ الخلفاء کے ص ۲۲ پر عبارت ذیل حضرت عائشہ سے مروی ہے یہی علیہ کتاب عتق  
اور تاریخ طبری دوسوی میں بھی کتاب حال ابو بکر ملاحظہ کیجئے

عن عائشة ان رجلا قال لها  
صفی لنا ابا بکر فقالت رجل بیض  
خفيف خفيف العارضین احسا  
عائشہ نے ابو بکر کا طبر یوں بیان کیا کہ لائنگ  
سفید تھا، قُبیل پتلے تھے، گالوں میں گولہ ہے پُرس  
خفیف خفیف العارضین احسا

لا یستسک اذ ارہ یتوخی عن حقوۃ  
معروق لوجہ غائر العینین فانی الجھۃ  
جس کی ہریان نکلی تھیں، انھیں دھنی ہوئی تھیں  
پیشانی بھری ہوئی تھی۔  
اب حسن کا معیار ملاحظہ کیجئے تو معلوم ہو کہ بشکل کو حسین، کننا ”برکس نند نام نئی کا فور“  
کا صدق ہے اللہم الا ان یقال مگر یہ کہ کہا جائے ”بیلی را گیشم مجنون باید دید“  
نتیجہ کلام یہ ہوا کہ نہ لقب رسول کا دیا ہوا تھا کہ قابل افتخار ہو نہ لقب لقب تھا بلکہ وہ نام  
تھا، اس کے علاوہ جو توجیہ بیان کی گئی وہ کسی صورت سے چپان نہیں ہوتی، کیونکہ حسن نہ تھا  
اور جب حسن نہ تھا تو حقیق کا کننا جہ منی دارد۔

الختم ”اشرف قریش بن تھے بڑی عزت و وجاہت رکھتے تھے، فن شعر میں بھی بڑی مہارت  
تھی زمانہ جاہلیت میں شراب کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، اور کبھی بت پرستی نہیں کی  
اور عرب کے نیک سبب زیادہ جانتے والے تھے“  
عزت و وجاہت تو اسی سے ظاہر ہے کہ آپ ٹھوسی تھے یا اور ترقی دیجئے تو امیر کہجئے کیونکہ آپ قابل عزت  
میں دودھ دہتے تھے چنانچہ تاریخ بھری میں ص ۵۳ پر یہ عبارت موجود ہے۔

وکان یحلب للمی اغنامہم فلما  
قبول کی کر بان دودھا کرے، تھے جب غنیمت  
بولیم لہ بالحلۃ قالت جاریہ من  
ہوے تو ایک لڑکی نے کہا کہ اب تم دودھ  
المی کان لا تلجنا مناعہ و انافمعا  
دوہنے نہیں آتے، کہا اپنی حرکتی قسم اب یہ  
ابوبکر فقال لی لعمری لا یخلفنا لکم  
کام بھر کر دن گا۔

رہ گئی فن شعر کی مہارت سو اس کا حال یہ تھا کہ آپ جانتے ہی نہ تھے کہ شعر کس چیز کا  
نام ہے، جیسا کہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء کے ص ۶ پر لکھا ہے

واخر جم بن عساکر عن عبد اللہ  
ابن عمر کرنے، اخراج روایت عبد اللہ

بن الزبیر قال ما قال ابوبکر  
بن زبیر کیا ہے کہ ابوبکر نے کیجی

شعرا قط  
کوئی شعر نہیں کہا۔



من غضب رسول الله - فكان اول من جفا عليه  
واعتدل نخطوبه على هذا الرواية وقال شيخ  
ابوبكر الخمر قبل ان يخرجه

ان کے ساتھ ابو بکر بھی تھے جب رسول کا  
چہرہ سرخ دیکھا تو کہا خدا کی پناہ ماٹیں ہیں  
اسی سلسلہ عبارت میں ایک اور روایت ملتی ہے جو قتی شعر و شاعری ابو بکر سے کرتی ہے بلکہ  
مدیر الخمر اس کا قائل ہے کہ وہ بڑے شاعر تھے، طبعیت تو واقعی موزون تھی، مگر شعر کہہ نہ سکتے تھے۔  
وقالت عائشة والله ما قال ابوبكر بيت شعري الباهلية ولا في الاسلام عائشة بنتي ابوبكر  
نے نہ جاہلیت میں کوئی شعر کہا: اسلام میں۔

اب رکھی بت پڑی پہلی اوہی حضرت عمر دیکھے مدیر الخمر کہتے ہیں کہ بت پڑی کبھی نہیں کی، اور حضرت عمر فرماتے ہیں کہ  
بت پرست تھے اور دونوں تک رہے، اب یہ تاج بہ تاج اپنا فیصلہ خود کر لیں میں اب کتاب صحیحہ طبع سے حضرت عات کے  
دیتا ہوں، چنانچہ قطالی جلد ۶ صفحہ ۱۵۱ پر یہ عبارت مندرج ہے۔

قال ابوبكر اني لم اسجد لصنم  
قط فغضب عمر وقال تقول اني  
لم اسجد لصنم قط وكنت  
في الجاهلية كذا وكذا  
ابو بکر نے کہا کہ میں نے بتوں کو کبھی نہ  
نہیں کیا اس پر عمر غضبناک ہوئے اور کہا  
کہ یہ کہتے ہو کہ میں نے بتوں کو کبھی سجدہ نہیں  
کیا حالانکہ انم جاہلیت میں ایسے تھے اور ایسے تھے  
یعنی بت پرست تھے یہ سکر ابو بکر خاموش ہو گئے  
فسکت ولم يجـب۔

اور کوئی جواب نہیں دیا۔

یہ ان صفات کا تذکرہ ہے جن سے حضرت ابو بکر منفرہ دیکھے جاتے ہیں لہذا جن انہیں صفات کے وجود کا ثبوت  
ذات ابو بکر میں کتب اہل سنت سے دیا اگر آئندہ کچھ اور اضافہ ہوگا، تو اور حاضر کیا جائیگا۔ معلوم ہوا کہ ابو بکر میں نہ  
شرافت نسب تھی، نہ اشراف قریش میں سے تھے، نہ حدیث تھی، بلکہ برخلاف اس کے آپ شراب خوار، ذلیل منہ  
کد بخت اور اذیل قریش میں سے تھے جبکہ واقعات مذکور سے ثابت ہوا = درود بخیر و برکت

## کشکول بہلول

تخریف کرنے والوں کی عادت ابھی برقرار ہے، قرآن سے یہ گروہ فارغ ہو چکا اب سنی قرآن کے کلام کی تخریب بکاواہ ہے جناب النجم نمبر ۲۲۲ جلد ۲ کے صفحہ ۲۹ پر مدیر النجم نے ایک رسالہ گو سالہ کی تقریبیں کرتے ہوئے امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے شعر میں تخریف اپنے اسلاف کے طرح کی ہے، لکھتا ہے

الناس من جهة النسب اکفاء ابوہم آدم و الہم حواء

حالانکہ اصل شعر مختلف مطبعوں کے دیوانوں میں ہے اور جو عروض کے اعتبار سے درست ہو سکتا ہے وہ یوں ہے

الناس من جهة التمثال اکفاء ابوہم آدم الہم حواء

مگر مدیر النجم بجا وہ اپنی ناموزون طبیعت سے مجبور ہے اور جمالت فنی سے معذور ہے، اسے اوزان مجوز و زحافات جائز سے کیا سروکار، تخریف ضروری سمجھا لہذا اگر دی کیونکہ ”نسب“ کے لفظ آجانے سے اس کے مطلب غلطی تائید ہوتی تھی اور حضرت عمر کی سی اس آج بھی تہی تھی۔

پھر دنیا بتائے کہ جو لوگ ایسی جباروں کے مادی ہون اور اپنے مطلب برآری کے لیے یہ جرائم کرین ان سے کتاب خدا کی تخریب کیونکر محال ہو سکتی ہے۔

## مہاجرین و انصار عمر کی خلافت پر راضی نہ تھے

جب ابو بکر نے مرتے وقت ایک تحریر لکھی بنی بنی عمر کو خلیفہ بنایا تھا۔

”اس وقت کی تحریر میں ہذیان وغیرہ کا لگان حضرت عمر کو نہ تھا، کیونکہ ذات مبارک مجھ کا خواب دیکھ رہی تھی صرف رسول خدا کی تحریر کے لیے ہذیان کا نفع چھایا گیا تاکہ رسول اللہ کے

سرگردم کے لیے کچھ نہ گذرین۔“

تو انصار و مہاجرین ابو بکر کے پاس آئے، لکھا کہ تو نے عمرؓ سے شخص کو غیر خلیفہ بنایا اور تو انکو پہچانتا ہے اور ان کی ہلاکیوں اور (مگراہیوں) سے خوب واقف ہے، تو آخر تو نے انہیں کیونکر غلط بنادیا حلالہ لکھ تو مرنے والا ہے اگر خدا نے تجھ سے باز پرس کی تو کیا جواب دے گا (کنبہ اللہ) و سیاسیہ بن قتیہ دینوری مطبوعہ مصر ص ۲۲)

مہاجرین و انصار کا جو ترس ہے وہ دیرالنجم کے مضمون 'جن کا عنوان "آیات صح مہاجرین" ہے' سے اخذ کیجئے اور پھر ابو بکر سے مہاجرین و انصار کی ناراضی اور خلافت عمرؓ پر انہماک و مہم خا ملاحظہ کیجئے، یہ سب کچھ سامنے ہے، مگر بھیجی ابو بکر ابو بکر بن اور عمرؓ۔

## ابو بکر عمر کے نزدیک منافق تھے

جب نہ سات نآب کا انتقال ہو گیا تو حضرت ابو بکر نے مہاجرین و انصار کا نقلی دینی شروع کی اور رسول کے مرنے کی خبر شہر کرنے لگے مگر حضرت عمرؓ نے اپنے سیاسی دماغ سے کام لیا اور مرد کے انداز میں دروازے پر کھڑے ہو کر گئے ڈنڈے بجائے بجائے اس کے کہ عمرؓ رسول کریمؐ آپ باوازا بلند فرما رہے تھے۔ روض لائف سیرۃ بن ہسام زاد المعاد بن نیم حال وفات رسول

مین نے سنا ہے کہ کچھ لوگ منافقین بن سے یہ خبر مشہور کر رہے ہیں کہ رسول کا انتقال

ہو گیا وہ ہرگز نہیں مرے بلکہ موسیٰ کی طرح غائب ہو گئے ہیں اور پھر ٹپٹ کے آئین گئے

(یہ وہ یہودی عقیدہ تھا جو مصاحبت یہود سے عمرؓ کو ہاتھ لگا تھا) اگر کسی نے ان کے سنو

کی خبر اڑائی تو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گا کیونکہ یہ منافق کا کام ہے اور رسول مر نہیں سکتا

حضرت عمرؓ کو ڈرا ہاتھوں میں مضبوط پکڑے ہوئے مدینہ کی گلیوں میں جت و خیز کر رہے تھے اور

لوگوں کو اس خبر کے مشہور کرنے سے روکتے تھے کہ ابو بکر سے ملاقات ہوئی جو اس خبر کو مشہور کرنے

جنول حضرت عمرؓ "منافق" بن چکے تھے، انہوں نے سمجھا شروع کیا کہ ان کا حال تھا ہوجاؤ





# سفوف جیالین و صوفیہ

جو کچھ عوام جہان سے ناواقف ہوتے ہیں اسلئے ہم کو یہ بتانا ضرور ہو کہ جہان کیا چیز ہے اور اس سے کیسے و کہاں مرض نکلے  
 پہنچی ہو اچھ حضرت کو یہ مرض بدبودہ ایک کس سفوف مساجد سے طلب کر کے ہمالا کین جہان کو ہی میں بیان ادبہ کی میں پر میں  
 برصوت اور دھات ہننا گتے ہیں اور دھات اکاب جو ہر نفس سے جس کا نظارہ قرن کے میں نظر توں سے بتا ہے یہی وہ چیز ہے کہ  
 انسان کا جو ہر دست (کننا زیا ہے کیونکہ جی تمام خواہشوں کا باو شاہ جہانی لاطیف کا بیان و دستیکہ افلاطون میں یوں کہا جاتا  
 کہ تمام جہان ان کی کی بدولت میں بنے ہوئے ہیں اور حقدار اس میں انفس عزائے اسی قدر اکاب و عن حکات و سکات  
 طبیعت کی بشاارت دل کی فرحت میں وقت آجہاں سے علامات جہان جب ذیل میں ہے بعد شباب اور کبھی قبل شباب اور  
 کبھی شباب کبھی تھوہا حالت ان میں دھات کا خام ہو رہا دھات کا تیار ہو جانا اور کبھی اشد کبھی اشد کبھی جو اس نفسانی  
 حرکات یہ وہ نفس غریبی و غریبی کی ہے تو دل متانہ کی حالت جو رہانی ہے یعنی حالت بول (شباب کرتے ہیں) گرمی اور  
 جنگ کا معلوم ہوتا شباب میں سوزش بار بار شباب کا ہونا سرعت انزال کی لذت خربش ہو کر کھڑکڑا دل ہو جانا۔ دو وکر  
 تھیلوں اور تلوون کا علنا۔ اولاد نہ ہونا۔ اولاد کا کمزور پیدا ہونا۔ پتلیوں کا اٹھنا اور ان سرسستی کا پانی نیند کی کمی۔  
 غرض کہ بڑے بڑے عمت امراض مثل مرگی۔ لقوہ۔ دلخ گھٹیا۔ خون۔ تب شدید۔ وغیرہ لاحق ہو کر جان پر برن جاتی ہے ہر  
 بغرض فادہ عام یہ سفوف صحت ہنرتانی جڑی بوٹیوں سے تیار کیا ہے معدنیات سے بالکل پاک جس سے بجز فائدہ  
 کچھ اور شہہ نقصان نہیں یہ سفوف جہان کے لئے کسی کا حکم رکھتا ہے۔ اس سفوف کا کام مذکورہ بالا نکلیات کی اصلاح  
 کرنا کمزور معدے کو طاقتور بنانا۔ تمام اعضا و ریشہ کی خرابیوں کو دفع کرنا اور ان کے افعال کو ترقی کرنا یعنی معدے میں  
 کو نیز دیگر اعضا کو نہایت خوبی کے ساتھ اپنے بھی کام کیلئے آادہ کرنا۔ نامردی۔ ضعف شانہ ضعف اعصاب  
 ضعف دماغ و جگر و معدہ۔ ذابیطی اور صلاح قلب کیلئے بمنزلہ نریاق ہے۔ طاقت جوانی پانے کیلئے کسی کے کمرے اور ہر  
 کے جہان کا دارن ہے لطف یہ کہ اسلئے ہمتال کیلئے کسی موسم کی قید نہ زیادہ یہ ہر ہر کی ضرورت قیمت یہ جن ۲۰ غدا سے ہر  
 قیمت کا رفاہ حیطہ پیدر وادہ کیجائی ہے

المشہر مرزا سجاد حسین عظیم الدار کا دواخانہ معین الصلاح نئی کوٹلی ڈکٹر میٹرٹ لکھنؤ

الکافم تاریخ امام موسی کاظم	ہیمل میں جلد اول دوم یا سوم	ہیمل میں جلد اول میں
عالیہ السلام۔ قیمت ۱۰	کی اگر ضرورت ہو اور دینی محاجرات	پہلا نمبر اور جلد دوم میں نمبر
ہدم الاساس۔ تحقیق ۱۰	کے دیکھنے کی خواہش ہو تو دفتر	میں نمبر و نمبر دفتر میں بالکل
حدیث قرطاس۔ ۱۰	طلب کیجئے	موصول ہر خریدار
تشریح الاحکام۔ شرح میرٹ دہم	جلد ۱۰	لعمہ
دومیت شریع الاسلام۔ ۱۰	غیر جلد ۱۰	چاچن تودہ دفتر کو اجڑا دیکھتے ہیں

جو حضرات دو خریدار فرما رہے ہیں ان کا چند سے دفتر میں بھیج دیئے انکو ہیمل جلد اول باقیمت حاضر کیا جائیگا

مینجر ہیمل میں ڈکٹر میٹرٹ لکھنؤ

# پیش کی توضیح اشاعت آپکا ذہنی فرض ہے

سائنس و ادب سہماں  
SARAJU G. MUSEUM LIBRARY  
Printed Book  
Cat. No. 1005

## ملو انجیات مینی نوجوانی کا بیہ

ہم اس عرق بھیننا ناز و خون کم کہ عرق طبیبانانی کا مایہ ناز ہو اور سہرا ہوتا رہیں سے ہی ہم نظریں کو اہل مکھن سے  
منفک کر دین کہ جتنے خواہیں اسکے جتنے جتنے ہیں اگر اس سے کوئی جھوٹ ہو تو فوراً مٹا دیں لی جائے اگر آپ کے حضار و خارج  
کا کام کل جس سے ہمت ہائے ہون اگر آپ کا دماغ قدرت چکر کھاتا ہو اگر دل بٹھا جائے ہو اگر قوت متکوار اکل سطل ہو گئی ہو اگر خستہ راج  
طلب سے پہلے ہو گئے ہوں اگر تو لیزن قلعی نہ ہو اگر غنڈہ ہر ہونی ہو اگر قوت جوانی جواب دہ کلی ہو بہا اوقات غلات حاصل ہونی ہو  
اگر صفت نازانی کا آپ غلبہ ہو اگر کام کر کے زلزلہ شک گیا ہو تو ملاء الحیات ان نام عرض میں کہ نہ کہ حکم رکھتا ہو بینیت  
عرض کرنا ہوں کہ اگر اس عرق کا بہرہ زرد و سرخ و سفید فراہم تو آپ کبھی نہ منفعہ نگاہ کے بال مفید ہو گئے اور آپ کی کسی قوت  
بہین کی ہوگی ان فوائد سمیت قیمت فی بوتل جواکب کو کافی ہوگی صفحہ پانچ پتہ  
نوٹ :- عرق عادہ قوت باہ کیو سیطہ نظر نہیں کہتا صفت ایک کے استعمال کے بعد باگ ہو کو سرنے و پینہ کر دینا ہے اگر آپ کو بخوبی  
کی تمکات ہے تو صفت تین استعمال کرنے سے نہایت آرام سے خندہ ہوگی

## وقار دوس ۹۵ صحتیلا لکھنؤ

باہتمام محمد خواجہ نظامی لکھنؤ لکھنؤ لکھنؤ لکھنؤ لکھنؤ

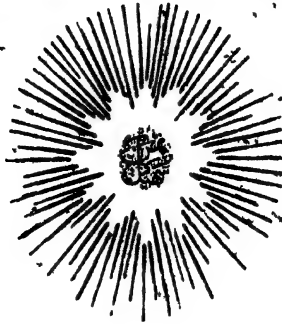
اور سید نواب علی اڈیٹر و پبلشر نے دفتر پریس میں کوٹریہ پلٹ لکھنؤ سے شائع کیا







بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
اے مولانا! ہمارے اہل قلم کو یہی ایمان خدا وند آفرین و خالق مدہجودہ و مہمان خدا وند کل سے بے گن



جلد ۲  
۸۷۷

# سلسلہ مجلد علیہ

۷۰۹۱۷۳

میں نے یہ کتاب لکھی

”ابو البرقعہ نے ظفر مہندی کی گہرے نصیر آبادی الجاہلی“

# تواہد سہیل مین

# اغرض مقاصد سہیل مین

- (۱) ہندوستان کے بہترین اہل مسلم کے علمی مضامین کی اشاعت۔
- (۲) معاندین اسلام خصوصاً فالین مذہب کے بجا اعتراضات اور حلوں کا دفع۔
- (۳) حقیقی حسن خلق اسلامی نشر۔
- (۴) علمی قومی اور مذہبی اور ان کی مسامحت پر جو مذہب سے متعلق ہونگے تبصرہ و نقد۔
- (۵) حضرات ائمہ مصوبین عظیم السلام کے علوم و سوانح کا نشر۔

## مشرین

اس کثیر الاشاعت رسالہ میں اشتہار بھیجتے وقت ذیل کا نرخ نامہ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر	ادبیات	ایک صفحہ	ایک صفحہ	ایک صفحہ
۱	۱	۱	۱	۱
۲	۲	۲	۲	۲
۳	۳	۳	۳	۳
۴	۴	۴	۴	۴
۵	۵	۵	۵	۵
۶	۶	۶	۶	۶

کوئی صاحب کی اجازت کی خواہش نہ فرمائیں یا کی گنجائش نہیں یا سب سے پہلے کی صفحات کا نرخ اس کے علاوہ ہے جو بذریعہ خط و کتابت طے ہوگیا ہے جس وقت کہ جس بل بھیجی آنا چاہیے۔

- (۱) یہ رسالہ ہر ماہ عربی کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوگا۔
- (۲) سہیل کی صفحات فی الحال ۲۰ صفحات سے کم ہوں گی۔
- (۳) سہیل جلد خریداروں کے نام بذریعہ ڈاک روانہ ہوگا۔
- (۴) اگر خریداروں کے پاس کیس جو نہ پہنچ سکے تو ہر ماہ عربی تک فریقین طبع نہ پہنچنے پر دوبارہ روانہ کیا جائیگا جو اس کے بعد ۲۰ کا کٹ وصول ہونے پر بھیجا جائیگا۔
- (۵) سہیل کی سالانہ قیمت فی الحال ۱۰ روپے شش ماہی کا ہوگی۔
- (۶) جملہ مراسلات ارسال زر خط و کتابت بنام الو البراعۃ مولوی سید ظفر محمدی گہر روڈ انٹرمیڈیٹ خاص سہیل مین و کٹورہ اسٹریٹ لکھنؤ بھیجئے۔
- (۷) مضمون نگار حضرات کے مضامین اگر محدود منازل سہیل سے متجاوز ہوں گے اور معیار علم پر ٹھیک اتریں گے تو تصدیق انسان شائع کئے جائیں گے۔
- (۸) سہیل کو چونکہ آئندہ اپنے کام میں جو دینی حمایت اور مذہبی دفاع پر منحصر ہے تو سب پیدا کرنا ہے لہذا وہ بغیر استعانت حاضر خدمت نہ ہوگا۔
- (۹) نمونہ کا پرچہ ۲۰ کا کٹ آنے پر بھیجا جائیگا۔ مفت حاضر خدمت نہ ہوگا۔

- (۱۰) خریداروں سے عرض ہو کہ خط و کتابت کہتے وقت مزید خریداری کا حوالہ ضرور دین ورنہ تعمیل نا ممکن۔
- (۱۱) جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ یا کٹ آنا چاہیے
- (۱۲) مسنابین موصولہ ضرور بالضرور طبع ہونگے اسکا ذمہ دار اذیر نہیں اور نہ وہ مضمون کے واپس کرنا کا ذمہ دار ہے

پبلشر سہیل مین و کٹورہ اسٹریٹ لکھنؤ

سہیل کی توسیع اشاعت مین دیکر ناظرین میں ہے

براہِ جلی کے چلنے پر زمین کھٹکے ہوئے ہے اور آسمان پر بھی کھٹکے ہوئے ہے۔  
 بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ سالہ خضر احماد حسن کی نسبت لکھا جا رہا ہے کہ اس کی توجہ خاطر افراد ہر قسم کی کسی کی توہین کیے بغیر کسی بھی  
 دل رازی کا خیال ہو تو اس کے دیکھنے کیلئے یہ شائع نہیں کیا گیا

## سہیل مین

محبت شہ مردان مجوز ہے پوری کہ دست غیر گرفت است پائے ماؤد

صفحہ نمبر

ماہِ ربیع الثانی دہمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ

جلد نمبر

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۲-۲	میر	۱	نثر شمار
۲۰-۲۰	.	۲	نشو و نما اللہ
۲۸-۲۸	ایک عقیق	۳	ایک سو سے کی ڈائری
۳۲-۳۲	.	۴	نیمہ حدیث فرما
۵۲-۵۲	میر	۵	قرع طبع
۵۵-۵۵	.	۶	تا رہا میر و قلم امیر
۵۹-۵۹	.	۷	ذاتِ حس
۶۳-۶۳	.	۸	مہرِ قاد و جیلانی
۶۱-۶۱	ایک عقیق	۹	دھو شکر
۶۵-۶۵	جناب میر و حسن زیدی کی	۱۰	جواب ہفتار
۶۶-۶۶	میر	۱۱	امدادِ بنام
۸۰-۸۰	.	۱۲	شک و حس
		۱۳	نظائرِ گلستان

## منثورۃ الدار

مفروض تھا، اور کئی ماہ کا، فکر ہے کہ اس نہر کے ساتھ ساتھ ایک بڑی قطریب قرض کی ادا ہوتی ہے یعنی اب میرے ذمہ سہیل حمادی الثانیہ اور خالہا جب نہر باقی رہ جائے گا۔ اس قرض کے غرض سے بھی بسکدوشی کی کوشش میں مصروف ہوں، مگر وقت یہ ہے کہ جب تک میری سہی اتھا کو پہنچے ایک دوسرا حصہ اپنی منزلیں طے کرنا ہوا سرستے گزر جاتا ہے، اور پھر بار قرض مجھے لگتا دوش بن جاتا ہے،

میرے نئے کاتب کی زمین گیری، خطری تساہل، اور دگمش دعادی آج کل میرے لیے بہت بکھ دھچپ ہیں، وہ ہمیشہ مجھ سے مضمون کے جلد کھنے کا وعدہ کرتے ہیں اور ہمیشہ بجائے ایک ہفتہ کے دو ہفتہ میں آتے ہیں، اور پھر اپنے ہمراہ مختلف اعتذارات کا ایک جم غفیر لے کر آتے ہیں، جس کے سنتے کے لیے نہ میرا سامعہ نقل نہ میرا دماغ، بہر حال میں سمجھ گیا کہ ان کا ایک ہفتہ ہمیشہ دو ہفتوں کا ہوتا ہے، جب ان سے کہا گیا ”دیر ہوتی ہے“ فوراً جواب ملا ”آئندہ ایسا نہ ہوگا“ بھلا ہو اس ”آئندہ“ کا جس کی حد فردا سے قیامت سے ملتی ہے۔

گزشتہ رسالہ میں ”قدح مدح“ کے سلسلہ کا حوالہ غلط ہو گیا بجائے ”نثوال“ ”رمضان“ جلد ۳ سے سلسلہ ملائیے۔

منا ہوں کہ ایک رسالہ نکلا ہے، جھٹکا، جس کا نام ”جن“ ہو گا اور اس میں صرف اسی نوع سے بحث کیا گیا اعدان کے دلچسپ حالات ہوں گے، غائب چیزوں کے منکر، اور جنت کو ایک وہی چیز خیال کرنے والے اس مخفی نوع کے کیونکر قائل ہوں گے؟

نہ معلوم اس رسالہ میں اس جن کا بھی تذکرہ ہو گا جس نے سعد بن حبابہؓ کو قتل کیا تھا

اس نے میری ایک تصویر لے کر جی میں لگاوائی، راد نقضہ لکھائی، ”خندہ زرد“ اور ”پیمہ چھپ کر گھومتی ہے۔“



## ”ایک مورخ کی ڈائری“

### منع عزاداری کا فلسفہ

قال الغزالی وغیرہ بحرم  
على الواعظ رواية مقتل الحسين  
والحسن وحكاياته وما جرى  
بين الصحابة والتشاجر والتخام  
فانه يهيئ على بغض الصحابة  
والطعن فيهم  
(صواعق محرقة، ج ۱، ص ۱۰۱)

غزالی وغیرہ علماء اہل سنت نے لکھا ہے کہ وہ غلط  
روایت مقتل حسین جی کا ذکر ہرام ہے اور ان حکایات  
کا ذکر بھی حرام ہے جو صحابہ کے درمیان جن محبت  
اور محبت کے کی حیثیت سے وقوع میں آئے، کیونکہ  
یہ بائیں بغض و عناد و محابہ کو پہچان میں لاتی ہیں اور  
ان کے لیے موقع طعن و تشنیع ان باتوں کے تذکرہ  
سے نکلتا ہے۔

یہ ہے وہ لم اور وہ فلسفہ جس پر ”منع عزاداری“  
کا اس قائل کیا گیا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس

### عزاداری کا فلسفہ

یہ معلوم ہے کہ گفتگو لوکل جہان کے اہل تشیع  
ماہ محرم و صفر کو عزاداری کے لیے مخصوص کرتے ہیں اور  
اس کے علاوہ بھی دوران سال میں مجالس غم اور مجالس  
سردی کی بنا کرتے رہتے ہیں، اس میں کیا ہوتا ہے؟  
وہی فضائل اہل بیت کا تذکرہ یا مصائب اہل بیت  
کا ذکر یہ فضائل یا مصائب محض اہل بیت ہی تک محدود  
نہیں ہوتے بلکہ اس تذکرہ میں اصول دین کی ہر نسل  
پر قرار دینی پڑ جاتی ہے اور توحید و نبوت و عدل  
و امامت و معاد کا ذکر بھی ضمنی یا تصریحی ہو کے رہتا ہے  
اور یہ ایک ایسا درس ہوتا ہے اور ایسی استفادہ  
کی صورت ہوتی ہے کہ سوا اس منزل کے طبعی  
میں ہر کا وجود ناممکن کیا بلکہ محال نظر آتا ہے۔

اس تذکرہ میں بہت سے اقتصادی مسائل کا حل  
بہت سے اخلاقی مطالب کی تفسیر اور بہت سی  
تاریخی ادبی تمدنی اور علمی واقعات کی تشریح و تفسیر  
ہو جا سکتی ہے اگر بلا مستیائیں نہ تو خود ہی کہی جاسکتی

## غزاداری کا فلسفہ

مصائب کا تذکرہ یہ وہ تذکرہ ہے جو خلق انسانی کے درست رکھنے کا ذمہ دار اور ظلم کے امتیاع کا حامی ہے قطع نظر اس کے کہ گریہ و بکا میں تو اب ہے یا نہیں۔

میں اس بحث میں بخون طول یا تلخ نظری اور انتقاسے کام لینا نہیں چاہتا کیونکہ میری منزل مراد جس کے لیے میں نے قلم اٹھایا ہے وہ کچھ اور ہے البتہ اتنا ضرور ہو گا کہ ہر مطلب ضروری پر نوٹ کرتا ہوں اور ہر نسل عزادار پر خط درستی کھینچتا ہو گا گے بڑھوں گا۔

فضائل اہلیت کا نشر جو محض یا محاسن میں ہوتا رہتا ہے اس کی بنا اہل تشیع کی قائم کی ہوئی نہیں بلکہ اس کا ذمہ دار بانی اسلام ہے جس نے اہل بیت کے فضائل کو خلا و قولا اتنا نشر کیا کہ حدیث کی تہی اور امی حسد کی آگ سے چورخ باظر نے گلاور ایسے کہ کتب تک تاریخی صفات اس سوزش روح فرسا کی خبر دیتے ہیں۔

اگر تم بھی کوئی ایسی زادہ اس ایسب ہر ہونش کا شمار ہے تو ہم سے اس کے اسلاف

## منع غزاداری کا فلسفہ

مصائب اس قابل تھے کہ ان سے ترک مواہات بچ جائے تو وہ کیوں اس سے بچائے جاتے ہیں اور کیوں حکما اہل سنت بروہن کو اچھون کی صورت میں پیش کر کے لیے بغور و شوق الذمہ بنتے ہیں اور اگلیا نہیں اور وہ اس قابل ہیں کہ ان سے محبت کی جائے تو اس تذکرہ کے روکنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی مگر معلوم ہے کہ ایسا نہیں اور حقیقتاً ان تمام مصائب اور الام کی ذمہ دار وہی جو خاندان بول رسول کی آنکھ بند ہوتے ہی پڑے وہ ان بزرگ ہستیوں کی گردن پر ہے جو آج ”مصائب کا گڑھے“ جاتے ہیں۔ امام غزالی نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فتویٰ جاری کیا ہے اور وہ اس مطلب کی تسک پہنچ گئے ہیں۔

اب یہاں پر دو صورتیں ابتر کی، تہو میں کے اعتبار سے پیدا ہوتی ہیں ایک گروہ تو وہ جسے من رسول اور اس کے اہل بیت داخل ہیں اور کھلنگ نظر آتے ہیں جو انہیں دامنوں سے تسک نہیں لگی خوشی ان لوگوں کی خوشی ہے اور انہیں ان لوگوں کا غم ہے کچھ ایسے لوگ ہیں جو تعداد زیادہ ہیں وہ



## عزاداری کا فلسفہ

## منع عزاداری کا فلسفہ

نتیجہ سمجھتے ہیں اور اس امر میں اس کو ہم اسی طرح  
مجبور رکھیں گے جس طرح ہم اتباع رسول میں نشر  
فعاقل اہل بیت کے لیے مجبور ہیں، انہ صرف اتباع  
رسول بلکہ اس میں ایک کوشش، بلکہ اتنا فلسفہ  
تو لگا بھی ہے، جو ہمیں کسی طرح خاموش نہیں رہنے  
دیتی۔ مجھے تو تجھ ان کو تاہ عقولان بہتہ ہو عقل  
میلاد اعراض اور ذکر ائمہ دین کے لیے جمع کرتے  
ہیں اور اس پر انہیں کوئی اعتراض نہیں ہوتا اتباع  
کی حیثیت ایک ہے اگرچہ نوعیت مختلف ہے وہاں  
عرس وغیرہ کا اتباع احباب فدوی کے لیے جو احباب  
ذوق انک انت المحضیر الکدیم  
کی صف میں جگہ پاتے ہیں، ایک جوان و صوفیہ  
اگر اسے کرتا ہے اور جہان حال و قال کی صحبت کا  
سرور کچھ بقدر دستوری ہو تب یہ کہینت محل کی ایک  
میں وہ اتنا زیادتی نہیں رکھتا کہ مان اور نہیں انفع  
سے ممتاز نظر آئیں، بلکہ اس مجمع میں مستفاد رک  
کا وہ جو ہم جو تہائے کہ غیر طلب انگہ دے ہو یوں کی  
وہ ترقی ہے تم کو کب درمی "حسن سے نمبر کر سکتے ہیں  
دست شوق میں آجاتی ہے اور شب بیدار سے مل

امیر اور اس کی اطاعت کے دلدار ہیں اور انہیں  
اس نسل کی خوشی نظر ہے اور اس کے افعال کی  
نکاح پون میں حسن میں اگر اس سے رسول کا قدرد  
منزلت کرے یا اہل بیت کو کوئی مدرسہ پیچھے نہ رکھے  
نزدیک کئی نقصان کی بات نہیں، کیونکہ وہ مولانا  
میں تھے اور ان کے دل میں رسول کا نقش تبلیغ  
نہ ابھرا تھا۔ اب ان کے تائبین جن کی کثرت <sup>اور</sup> کثرت  
سے بھی زیادہ ہے وہ اسی گروہ کا اتباع قابل فخر  
سمجھتے ہیں کیونکہ یہ طبقہ امیر پرست رہا اور اس کے  
اسلاف شامی خزانوں کے ممنون احسان رہے  
اور اس میں وہ محبت و دنیا پرستی کا عیوض کے دیکھتے  
ہوئے آگئی اور ان کی تحقیق یک قلم تقلید آباؤ پر  
نثار ہو گئی۔

اور جیسے جیسے نسل بڑھتی گئی وہ مداوت و بغض  
جو اہل بیت سے بار رسول سے تھا ستم کم ہوتا گیا۔  
امیر اور ہاشم میں وہی عقیدہ رسول اور اہل بیت  
میں ہوا، اگرچہ ابو سفیان کی مدد و جت کا پلہ اس لیے  
کہ یہ نسل ناوہی طبقہ میں آچکی تھی، امیر اور ہاشم سے  
زیادہ محکم اور صرف اس ابو سفیان کی وجہ سے

## عزاداری کا فلسفہ

## منع عزاداری کا فلسفہ

میں اس طرح سے عرشِ جلال کے تارے توڑے جاتے ہیں۔ - درحقیقت عرس کو عرس ہی بے کتنے ہیں کہ اس میں عروس عروس کا لطف حاصل ہوتا ہے پہلے اجتماع بعد التذلل و نواہی کیلئے نہیں ہوتا بلکہ اس میں وہ روحانی غذا تقسیم ہوتی ہوتی ہے اور ایسی ملکوتی فضا ہوتی ہے کہ جس سے روح بالیدہ، اور نفس کا عالم لاہوت کی یہ کرنا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

عزاداری کی ترکیب جن حضروں سے ہوتی ہے وہ حسب ذیل ہیں ان میں سے چند محسوس ہیں اور چند درکِ عقل و وجدان مثلاً تغیریت، غم، گریہ و بکا، آہ و نالہ، شور و شین، خاک اڑانا، ترک لذات، اجتماع، علم، باجا، تفریہ، کولہ، تابوت وغیرہ وغیرہ۔

تغیریت، یہ وہ چیز ہے جس کو شرع نے سب ضروری سمجھا ہے اور یہی وہ شے ہے جو شدتِ مخلو و ایالات کو مستحکم و مضبوط بناتی ہے یہ وہی شے ہے جو رسول کی وفات کے بعد ضحیٰ نے ادا کی اور غیر ضحیٰ نے حیات میں پس ماندگان بید

کو ساری اڑائیاں لڑنی پڑیں، یہ نفس و معنا و ہولنا میں بھی رہا اور ایسی خاندان کی زندگیاں عروین جنھوں نے رسول سے زمانہ کرنے پرستین بھی کیں، رسول اور اس کے خاندان کی دشمن ہوتی گئیں یہاں تک کہ کچھ عجزہ جہانے کے واقعات اور قہر عجزہ کو دے کا ارادہ یہ سب اپنی اپنی جگہ کتب تاریخ میں درج ہے۔

ابو سفیان اس کے بعد صلہ یہ بزمِ فتنہ و فساد کا صدر نشین ہوتا ہے اور وہ برادرِ رسولی سے یہی ہی جنگ کرتا ہے جیسی اس کے باپ نے رسول سے کی تھی، امیر المومنین کی وفات ہونے ہی مٹا، نبض و عناد امام حسن کی طرف منتقل ہوتا ہے اور ایسی نقطہ نظر اور آبائی عداوت، وجود امام حسن کو دیکھ نہیں سکتی پہنچ نہ ہو دیا جاتا ہے اور جب موت حسن کی خبر پہنچتی ہے تو سجدہ بشکر کیا جاتا ہے اور معاویہ کو خوشی ہوتی ہے کہ میری بلند ہوتی ہیں۔ - امروہ المذہب ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ رسول کی اس جگہ احوال پر جو ایک خوش ہونے پر لگا ہوا تھا ان کے متابع ایسی موت پر کسی دوسرے گروہ کی

## عزاواری کا فلسفہ

## منع عزاواری کا فلسفہ

واحد سے یہ رسم برتی، دیکھو مشکوٰۃ باب وفات النبی  
اشتمت اللغات جلد ۴ ص ۲۱۱ وغیرہ وغیرہ۔

غم۔ یہ وہ خوش ہے جس کا تعلق وجدان سے ہے  
اور دشمن و دوست کے درمیان ایک ایسی مٹات  
ہے جو دوست سے دشمن کو ممتاز کر دیتی ہے یہ  
درحقیقت مخصوص انھیں لوگوں کا حصہ ہے جسکی  
طینت والے اہلیت سے ہے جو سچے اور حقیقی  
اسلام کے گرویدہ، اور جو رسول اور آل رسول  
کی عزت و حرمت و منزلت و شرف کو سمجھتے ہیں  
۔ نہ وہ لوگ جو ہمیشہ رسول و آل رسول کے دشمن  
رہے اور ان کے اسلام کی عمریں ان کے نفیض  
و عداوت میں بسر ہوئیں۔

شور و شین و گریہ و بکا۔ اس کے متعلق محرم  
نمبر سہیل جلد ۲۲ ص ۲۲ میں تفصیل دیکھو کہ یہ غم کے  
وقت ایک فطری شے ہے جس سے انسان مجبور  
ہے اور یہ محاب کرام و رسول خدا و اذن بانان  
اسلام کا پرشیعہ رہا اور آج بھی فطرت انسانی  
غم میں غم اور سرور میں سرور کرنے کے لیے تیار ہی  
اور کوئی طاقت اسے بدل نہیں سکتی۔

گم و زاری دیکھ سکتے ہیں، اگر اس غم کے خفا کی  
لوہش نہیں کرتے تو اپنے اسلام کے نظام کو بچا دینا  
کیونکر کریں گیونکہ ایک گروہ ان کا تذکرہ بلا کرتا  
رہتا ہے اور جس طرح اوراق تاریخ ان باتوں کو  
لیے ہوئے ہیں اسی طرح اہل تشیع کی ہر فرد دنیا  
و دل کو ورق تاریخ بنائے ہوئے ہے، اگرچہ  
ایسی صورت میں ان نظام کا نیست و نابود ہونا  
محال ہے مگر تقاضاے آبا پرستی یہی ہے کہ ایسی  
کوشش کی جائے کہ عزاواری فنا ہو تاکہ نظام کی باؤ  
تازہ نہ ہونے پائے۔

اب معاویہ مرتاہے تو اس کا شراب خوار  
اور فاسق بیابان ریخت نشین ہوتا ہے اور وہ نظام  
کی زناخت جگر رسول پر کرتا ہے اور اس قتل پر  
خوشی کے شادیاں بجاے جاتے ہیں فرزند صل  
کے قتل کی خوشی میں نذر کے روزے رکھے جاتے  
ہیں، ادوایک دوسرے کو سہار کبا و دیتا ہے۔  
کیا ایسے فاسقوں کے اتباع آج عزاواری کو  
دیکھ سکتے ہیں! اس کو جائز قرار دے سکتے ہیں  
لاوالہ اندام غزالی نے بہت خود بخود کعبہ

## عزاواری کا فلسفہ

خاک اڑانا۔ یہ رسول کی تاسی ہے کہ آپ سر پر خاک ڈالے ہوئے خون شہید سے چہرہ کو رنگے ہوئے خواب ام سلمہ و ابن عباس بن تشریف لائے اور قتل حسینؑ سے جو تاثر ہوا اس ظاہر فرمایا دیکھو مشکوٰۃ باب مناقب اور صالح بن حجر مکی ودلائل المنویۃ بہیقی۔

اگر ضروری ہے کہ مین اس خاک اڑانے ماتم کرنے اور تھ پیٹنے کا ثبوت ہی دونوں کے لیے بھی مین و دونوں صنفوں یعنی صنف نازک اور صنف کرخت عورت، مرد و دونوں کی ایک لیک مثال پیش کروں گا تاکہ مطلب کے وضوح میں کئی وقت واقع ہو اور یہ معلوم ہو جائے کہ اہل تشیع یہ باتیں اس لیے کرتے ہیں جس کا غم اہل حق پر ہوتا ہے، اور پھر اگر حقیقت بین نگاہوں سے دیکھا جائے تو جو کچھ بھی کیا جاتا ہے وہ میرا عقل میں کم ہے اور بے حد سبب کیونکہ غم کی گرائی اد اس کی عظمت اور اک سے کمین زیادہ ہے۔

اسما و بنت عباسؑ کا جو غم محرابی بکریں یا ان کی بیٹی اور عائشہؓ کا گریہ قابل فراموشی نہیں۔

## منع عزاواری کا فلسفہ

یہ فتویٰ دیا ہے کہ نہ ذکر عزا ہو گا نہ منظام سے پرہیز اٹھے گا اور نہ لعنت کی بوجھار ان تک جاگی۔ اور یہی وجہ ہے کہ ”لعنت بریزید“ کی بحث کو علماء اہل سنت نے بہت طویل کر کے لکھا ہے اور ابن جریرؒ وغیرہ نے عدم جواز لعنت پر زور دیا ہے اور اس بحث میں دلائل و استدلال بالکل بل بوتے پر ”سلف الاسلام“ شیطان رحیم کو بھی لعنت کے بلا خیر گرداب سے رہائی دلا دی اگرچہ قرآنی آیت چلاتی رہی۔ و ان علیک لعنتی الی یوم الدین سنت نبویہ کا سلسلہ اگرچہ رسول کے مرتے ہی قائم ہو گیا تھا مگر پھر بھی وہ عہد ابو بکر و عمرؓ میں تنی نمایاں حیثیت نہ تھا تھا جتنا کہ عہد عثمان بن، یہ کیوں؟ اس لیے کہ عثمان اموی تھے اور وہی عداوت رسول ان میں موجود تھی جو ایک اموی مین ہونی چاہیے یعنی غنائی اور فاطمی کا تفرقہ میان سے نمایاں حیثیت اختیار کرنا اور پھر قوساویہ شاہی شروح ہی ہو جاتی ہے اور وہ تمام منظام جو ممکن ہو سکتے تھے اہل بیت اور ان کے متبعین پر توڑے جاتے ہیں۔

## عزاداری کا فلسفہ

مصیبت کے وقت علمائے اہل تشیع کا گریہ و بکا

قال القاضی ابو الطیب الطبری  
ورحلت قاصداً الى ابی بکر  
وهو حی فمات قبل ان القاه  
قال حمزة وسمعتہ یقول لما  
وردنی محمد بن ایوب  
الرازی بکیس وصرخت  
ومزقت القميص وضعت  
التراب علی راسی الخ  
(تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ ص ۱۵۱)

قاضی ابو الطیب طبری بیان کرتے ہیں کہ میں نے  
ابو بکر سے ملنے کے لیے کوچ کیا مگر قبل اس کے کہ لوں  
مر گیا۔ حمزہ نے بیان کیا کہ انھوں نے ان کو کہتے ہوئے  
سنا کہ جب محمد بن ایوب کی خبر وفات مجھ تک پہنچی تو  
میں رو یا، جلایا اور اپنی قمیص شدت غم میں پھاڑ ڈالا  
اور سر پر خاک ڈالی۔

محمد بن ایوب رازی کی موت فرزند علی

## منع عزاداری کا فلسفہ

جو لوگ کہ عذاب برقی اور سماجی ہیں اپنی کا دعویٰ  
کرتے ہیں وہ ذرا اس واقعہ پر نظر کریں جو ایک صحابی  
رسول کے ساتھ کیا گیا صرف اس وجہ سے کہ وہ شیخ تھا  
اور متبع علی بن ابی طالب جزائغہ ابن قتیبہ نے  
اپنی کتاب الامامة و سیاست میں مفسر پر لکھا ہے  
اصل عبادت بخوف طول چھوڑنا ہوں اور ترجمہ پر لکھا  
کہ تاہوں اس سے ظاہر ہو گا کہ بغض و عداوت  
کی دھماکا نہ تک پہنچی تھی۔

جب عثمان نے خلاف شریعت عمل کرنا شروع  
کیا تو صحابہ رسول نے جمع ہو کر ایک تحریر لکھی جس میں  
ان کا وزن کا تذکرہ تھا اور ان کا مطالبہ تھا جو خلاف  
شرع عثمان سے ظہور پذیر ہو جن یقیناً یہ تحریر ریدس  
آؤ بیوں نے قلع کے لکھی تھی اس میں عمار بن یاسر  
اور مقداد بن اسود بھی تھے یہ سب اس تحریر  
کو عثمان کے دینے کے لیے گئے مگر راستے میں سب  
ڈر کے مارے الگ چلے گئے اور صرف حضرت  
عمار یا سراسر تحریر کو لیکے عثمان کے پاس پہنچے۔  
اس وقت عثمان کے گرد پیش بنی امیر کا جو جم تھا  
وہ تحریر عثمان کو دی گئی۔ عثمان نے پڑھی اور کہا

## عزا داری کا فلسفہ

## منع عزا داری کا فلسفہ

جگر گوشہ بتول کی موت نہ تھی اور نہ وہ ایسے بھٹا  
 و آلام اٹھا کے مرے تھے جن کو سید الشہداء نے برداشت  
 کیا مگر یہ فوت پہنچی کہ گریہ و بکا کی حالت میں فوت  
 غم سے مجبور ہو کر قیص پھاڑ ڈالی گئی، خود دشمن  
 کیا گیا اور سر پر خاک اڑائی گئی۔ اب کون کہے  
 کہ جو شدت غم میں تم نے ایک معمولی سستی کے لیے  
 کیا وہی ہم فرزند رسول کی سچی عظیم ہستی کے لیے  
 کرتے ہیں مگر تمہاری آنکھوں میں تمہارا حب نہیں  
 ہنر معلوم ہوتا ہے اور ہمارا ہنر عیب -

یہ ہیں قیص عثمان، انگشت بریہ عثمان اور  
 نر انگشت منقطع عثمان پر شام میں مدون ماتم رہا  
 جس کو ققیلا سہیل محرم نمبر جلد ۲ میں لکھا جا چکا  
 ہے مگر اس میں کور باطنوں کو کوئی عیب نظر نہیں آتا۔  
 یہ ہیں عمر ابوبکر کا گریہ اور ان پر مالک بن نبت زید کا  
 نوحہ و ماتم سب کچھ لکھا جا چکا گروں کے اذھان کے  
 کچھ سمجھائی نہیں دیتا۔ خود رسول کی میت چھپی  
 انداز سے گریہ و عزا کی گئی ابد جس طرح دست  
 نازک سے رخصتا نازک کی تواضع کی گئی وہ نوحہ و  
 ماتم کا ہیکہ تھا بلکہ غائب اس شعر کا ایک مجسمہ تھا

تمہارے ساتھ اور کون تھا کون لوگوں نے یہ تحریر  
 لکھی کہا صحاب بنی تھے۔ کہا ان کا نام بتاؤ کہا  
 یہ تو میں نہیں کروں گا عثمان نے کہا اللہ اکبر اب  
 تمہیں یہ جرات ہو گئی ہے "مروان نے کہا اے  
 امیر المومنین اس فلام حبشی (عاز) نے آپ پر  
 بڑی جرات کی آپ اسے قتل کر ڈالیے عثمان  
 نے کہا اچھا مار دجنا بچہ لوگوں نے زد و کوب شروع  
 کی اور یہاں تک مارا کہ حضرت عمار کا ہیٹ پھٹ  
 گیا اور ان کو غش آگیا آخر اسی حالت میں کھڑے ہوئے  
 کے باہر پھینک دیا۔"

آپ نے اس اموی بغض کو دیکھا جو اپنے بھائی  
 و اسن رسول سے تھا اور جو متمسکین اہل بیت سے  
 تھا اسی سے قیاس اس عداوت کا بھی کیجئے جو آل  
 رسول سے رہی ہوگی۔

پھر اگر ان مخالفانہ مذکورہ کو حرام نہ کر دیا جائے  
 تو کیا صورت ان سے بچنے کی ہو سکتی ہے۔

اچھا اب قائدان رسول شاد و آگیا اور وہ کاٹا  
 جو کھٹکتا تھا وہ اتباع امیر و قائدان امیر کے  
 دلون سے نکل گیا مگر پھر بھی اہل بیت سے متعلق

## عزاداری کا فلسفہ

## منع عزاداری کا فلسفہ

لیفٹ کو خمال کے روح جوائی لڑہ برانام  
نظر آتی ہے ۵

کے ہے قتل لگاٹ بین ترارودینا  
تری طرح کوئی تیغ مجھ کو آب توے

چنا پنہ خود حضرت عائشہ نے اپنے غلام  
بننے کی تصریح ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

وقت التدم مع النساء واضربو  
بین ہماہ عورتوں کے ساتھ بیٹنے اور رونے لگی یہ عباد  
طبری مطلقاً اور بیت ہشام مطبوعہ مصر ص ۳۱ پر ہے

اس کے علاوہ بھی اس مطلب کی تصریح  
تاریخ روض الانف مطبوعہ مصر ص ۳۱ پر یوں ہے۔

قالت عائشة انه صلعم قبض  
فی حجری فوضعت راسه علی الوسائد

وقت التدم مع النساء لا لتمام  
ضرب الخد بالید ولم یدخل هذا

فی التصریم لان التصریم انما وقع  
علی المصراخ والنوح ولعن الخارقة

والخالقة ولم یذکر اللدم  
لکنه وان لم یذکر

طبقہ باقی تھا جو اگرچہ کم تھا مگر نشر فضیلت اہل بیت  
اور عزائے حسین اس کا شیوہ تھا۔ اب پھر ہی  
مصیبت سے دشمنان رسول کو سابقہ پڑا جو بیت  
کے وجود الہیت میں متصور تھی لہذا اس کی ترکیب  
صرف یہی تھی کہ یہ لوگ بھی فدا کر دیئے جائیں۔  
تاکہ نشر فضیلت اور اظہار نظام کے تمام باب ستر  
نظر آئیں چنانچہ ان باتوں کو ان ابی الحدید تخری  
اور دیگر مورخین نے تصریحاً لکھا ہے جس کا ترجمہ  
نذر ناظرین ہے۔ وہ لکھتا ہے :-

ابو الحسن علی بن محمد بن یوسف مدائنی نے کتاب  
احداث میں لکھا ہے کہ معاویہ نے ایک غریب  
اس سنہ کے حسین اہل سنت کی نوٹری اپنے  
عمال اور حکام کو لکھی جس میں یہ حکم تھا کہ تم لوگ  
اس سے تبرا کرو جو شخص فضیلت اہل بیت یا فضیلت  
علی بن ابیطالب کا ایک حرف بیان کرے چنانچہ  
خطابہ ہر مقام پر پڑھ جانے لگے اور امیر المومنین کا  
سب و شتم علی الاعلان شروع کر دیا گیا اور لوگ  
برابر قتل کیے جانے لگے۔ سب سے زیادہ بلا  
اہل کوفہ پر تھی کیونکہ یہاں اہل تشیع کی آبادی بہت

## عزاداری کا فلسفہ

## منع عزاداری کا فلسفہ

فانہ مکروہ فی حال المصۃ  
وترکہ احمد الاعلیٰ احمد

صلی اللہ علیہ وسلم

فرمانی ہیں کہ رسول کا انتقال میری آنکھوں میں  
ہوا اور میں نے انکا سرگودے اٹا کر تکبیر پڑھ دی پھر  
بعد میں اور عورتوں کے ہمراہ اٹھ کر اپنا منہ پیٹ لیا

اس کے بعد مورخ اپنی طرف سے لکھتا ہے  
کہ غم میں منہ وغیرہ بیٹا یا جسم کے کسی حصہ پر ہاتھ مارنا  
حرام نہیں جو حیر حرام ہے وہ چیخ و جیج کے رونے جیسی ہے  
جاؤ گے منہ سے آواز نہ لکھئے اسے جان اللہ کیا نظر

کا کلام محبت عائشہ میں گھونٹا جاتا ہے اور کہتے  
پھاڑنے والیوں پر لعنت کی گئی اور سر منڈانے والیوں  
پر (یعنی عورت پر لعنت ہے اگر غم میں کہتے پھاڑتے

اور اگر مرد اب اس کے تو اس پر لعنت تو جہ نہ ہوگی اس  
استثنا لفظی سے جن عالم صاحب نے محمد بن یوسف کے  
غم میں اپنا منہ پھاڑا تھا وہ خوب لعنت سے بچے  
کیونکہ انکا شمار صنف نازک میں نہیں)

اب رہ گیا اجتماع محافل و مجالس میں  
کھلا موافقی فلسفہ ہے جو نماز جماعت نماز جمعہ

زیادہ تھی اور اس پر عامل زبیر ابن سمیہ سا  
(حرام زادہ) تھا اور چونکہ زیاد اہل تشیع کی ہر طرف  
سے وقف تھا کیونکہ امیر المومنین کے عہد میں  
رہ چکا تھا لہذا اہل تشیع جن جن کو قتل کیے جانے  
لگے، بہت سے ایسے تھے جن کے ہاتھ پاؤں  
کاٹ ڈالے گئے اور بہت سے ایسے تھے جن کو  
پھانسی دیدی گئی بہت سے ایسے تھے جن کی  
ہاتھیں بچھرائی گئیں بہت سے ایسے تھے جو  
جلاوطن کیے گئے یا تنگ کر ایک بھی باقی نہ رہا  
(ناظرین غور کریں کہ توبہ کی تجدید کب شروع ہوتی  
ہے اور آیا نفس مومن کے بچانے کے لیے اس سے  
بہتر کوئی سپر اس ناہنجار اور کفر خیز زمانے میں  
ہو سکتی تھی، پھر ایک دوسرا حکمانہ بھی لیا گیا  
یہ حکم تھا کہ دیکھو اگر کسی کو طائی یا اہلبیت سے محبت  
ہو اس کا نام دیوان سے کاٹ دو اور اس کا رزق  
بند کرو و ایک اور حکمانہ تھا جس میں یہ تحریر تھا کہ  
جو لوگ خاندان رسول سے محبت کرتے ہوں ان  
گھروں کو کھدواؤ۔ چنانچہ غزوہ حکم ہونے لگا  
اور زیادہ تر بلا عراق، خصوصاً کوثر پر نازل ہو گیا



## عزاداری کا فلسفہ

## منع عزاداری کا فلسفہ

مجہد اللہ کے اجتماع کا ہے یعنی مومنین کی آپس  
ملاقاتیں اور ایک دوسرے کا اتحاد وغیرہ۔

باجا۔ اگرچہ ہمارے علمائے اس کو جائز نہیں  
رکھا اور عوام اس کو کیا کرتے ہیں مگر پھر بھی ہمت

سمجھانے کے لیے یہ بتانے چاہیں کہ یہ دیا ہی ہے  
جیسے اذان سے پہلے حضرت عمر کا فرانہ حادث کے

مطابق ناقوس بجائے لوگوں کو نماز کے لیے بلایا کرتے  
تھے اب شاید تم سمجھ گئے ہو کہ باجا جلوس عزادار

کیون ہوتا ہے صرف اس سے اعلام مقصود ہوتا  
اور کچھ نہیں جس طرح حضرت عمر کیا کرتے تھے جب نماز

کے لیے یہ بات برسی نہ ہوئی جو اصل فرج علیا  
ہے تو عزاداری تو فرع فرع اسلام ہے اس لیے

کہو مگر برسی ہو سکتی ہے ناقوس کی روایت تمہیں  
مشکوٰۃ شریف میں ملے گی۔ اب رہ گیا دلدل تفریق

اس کی تصریح تمہیں سہیل محرم نمبر میں ملے گی  
دیکھو میں آؤختہ پڑھنا نہیں چاہتا صرف اتنا کہ

کہ جیسے مسجد خاندہ کعبہ ہے ویسے ہی تفریق فعل منبر  
مقدس ہے اور جیسے حضرت عائشہ کا پر دار گھوڑا

تھا جو حضرت سلیمان کے گھوڑے سے ملتا جلتا تھا

یہاں تک کہ کوئی شیعہ اگر کسی دوست کے گھر میں جاتا  
تھا تو وہ اس کے خادم وغیرہ سے ڈرتا تھا اور کہتی

بات دازی نہیں کر سکتا تھا جب تک کہ حلف و  
قسم سے ایک وثوق نہ حاصل ہو جائے یہی

حالت برابر ستر ہی یہاں تک کہ امام حسن کا  
انتقال ہو گیا اور اب اہل تشیع پر بلا اور

فساد کا دروازہ بالکل دا تھا اور ہر شخص جو بھی کسی  
نہ کسی طرح باقی رہ گیا تھا وہ خائف و ہراسان نظر آتا

تھا، پھر یہ بلا قتل حسین علیہ السلام کے بعد اور تیز  
ہو گئی یہاں تک کہ عبد الملک بن مروان تخت حکومت

پر بیٹھا اور اس نے اہل تشیع پر حجاج بن یوسف  
کو معین کر کے نظام کی ڈھما کر دی، یہاں تک کہ بغض

علی اور عداوت اہل بیت تقرب شاہی کا ذریعہ  
قرار دی گئی چنانچہ امی کے دادا نے ایک دفعہ

حجاج سے کہہ کہ میں تیری عاتیتوں کا محتاج ہوں  
اور فقیر ہوں، چونکہ یہ بغض علی سے منسلک ہوا لہذا

ایک مقام کا دلی کر دیا گیا۔ یوہن عباسیوں  
نے، اموی گروہ کے بعد نظام شروع کیے اور

متوکل نے تو ظلم کو انتہا تک پہنچا دیا۔

## غزاداری کا فلسفہ

## منع عزاداری کا فلسفہ

ویسے ہی بلا تشبیہ و لدل ہے جو ایک مظلوم کی  
یا کو تازہ کرتا ہے اور بس 'یوہین' اور 'چیزون' کو  
بھی سمجھو ایک بات اور رہ گئی روشنی اور تسمیہ  
اس کو یون کچھ کہ خانہ میت میں چراغ جلا نا غرا  
مستحب ہے اب اگر اس رسم کے اعتبار سے عرفان  
میں روشنی ہو تو کوئی عقلی استبعاد تو نہیں یوہین  
شیع مزار کو سمجھو اس کے علاوہ ایک بات تمہیں  
اور معلوم رہے وہ یہ کہ شیرینی کی تقسیم یا روشنی کی  
عشرت یہ صوفیاں لوگوں کے لیے رواج دی گئی  
جو ذکر خاص اہمیت سے انہیں چاہتے تھے اور نظام  
امویہ کو منکر چراغ پا ہوتے تھے لہذا یون سے  
الک جانیاں لوگوں کو یہ دنیا کی چاشنی شریک کر کے  
بلا گیا کہ دنیا پرست شاید اسی ذریعہ سے کلت  
حق سن لیں اور راہ راست پر آجائیں۔

کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا کہ ایک روشن  
اور سرایہ دار تفریح خانہ میں دنیا پرست افراد  
کتنے ہوتے ہیں اور ایک تاریک و غافل غراخانہ  
میں کس قدر کم افراد ہوتے ہیں۔

اس سے اسلاف اہل شیعہ کا جھگڑنا

اب جبکہ عباسی و اموی نسل فنا ہو چکی ہے اور  
دورانہ نہیں باقی رہا کہ ایسے مظالم کبے جائیں جو  
قلوب اور ان زباؤں کو فنا کروں جن سے نشر  
فضائل ہوتا تھا تو کم از کم اتنا ہی سہی کہ منع  
عزاداری میں ایک کوشش منع ہی کیجائے  
تاکہ سلب الق النعل بالنعل، اسلاف  
سے اخلاف کا رشتہ منقطع نہ ہونے پائے۔  
یہ تمام واقعات اور ان کے علاوہ ہزاروں  
اور ان سب کا تذکرہ مجالس میں ہوتا رہتا ہے  
لہذا اگر غزالی کا فتویٰ اس کے عدم جواز کے  
متعلق ہو یا نگار خانہ چین سے کوئی آواز بچے  
تو سبحانہ ہوگی۔

یہین سے کفر شیعہ کا بھی فتویٰ نکلا ہے۔ مگر  
اس فاسق کے لیے جس کے لیے انداد و نعمت کی  
ترکبین سوچی جاتی ہیں اور جس نے اپنے ہمت  
میں یہ ظاہر کروا دیا ہے کہ کربلا کا واقعہ بدو احمد  
وغیرہ کا ہتھام تھا اور جس نے یہ کہہ کر اکتا کر  
معاذ اللہ جھوٹا ہے نہ ملک اس پر اور نہ ملک  
تاتلی ہوا اس کے لیے کوئی فتویٰ نہیں

## عزاداری کا فلسفہ

## منع عزاداری کا فلسفہ

یہ باتیں راج گین یہ بھی مطلب تھا کہ صاحبان عقل کو تمہاری دنیا پرستی اس روشنی میں بھی طرح نظر آے۔

لغبت حاشم بالملك فلا  
ملك جاء ولا وحى نزل

نہ اس کے اتباع کے لیے، چنانچہ یزید کا یہ شعر بہت مشہور ہے

یہ اعتراض نہیں وارد ہو سکتا کہ پھر کتنے غنی

جن گون نے ہمام محبت بنی امیہ بنی کے مقابل میں پی رکھا ہے ان کے نزدیک وحی و حقیقت یوم

سنتے ہیں اور دین حق قبول کرتے ہیں مسلخ کا فلسفہ اور تبلیغ کا احساس اس پر نہیں کہ فی صدی ناناوی

ماشور یوم غم نہیں ہو سکتا اور نہ قتل حسین کوئی وقت رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ فضیہ الطاہرین

افراد پر اس کی تبلیغ کا رگڑ ہو ورنہ پیغمبر الہی کی تبلیغ تبلیغ نہیں رہتی اور ما امن معہ

عبد القادر جیلانی جن کی وقت پیغمبر کے کہیں زیادہ ہے، نے لکھ دیا ہے کہ یوم عاشورا

الاقلیل (روح پر غور ہے ہی لوگ ایمان لائے) یہ ہانگ دہل اس کی رد کرتا ہے

یوم فرم و سرور یوم عاشور روز شادی و سرت ہے کیون نہ ہو

اور فرقوں کے مقابلہ میں ہائے فرقہ کا امتیاز تبلیغی نظر نواز کرنے کے قابل نہیں کہیں تبلیغ میں اربوبہم

بمذبان تسبیح و درود لگاؤ و خسر امین حسین تسبیح کے دار و اثر

کے زیر و بم اور طبلہ کی تھاپ فدیہ بے قلع فرار و یگانگی ہے تو کہیں مصنوعی ادب یا راتہ کے قبور پر جی فل سماع

عرسہ کا سورج قتل حسین پر ہو اس کی یادگار آج تک اسوی برسوں کے ولین بن قائم ہے

وقص و میلہ از وہام بنائے جاتے ہیں اگر کہ یہ کام کش ذرا مع اصل مقصود کے سوانے یاد کھانے کے لیے

چنانچہ بشر جب عرسہ کے پاس بید قتل سید الشہداء آیا تو اس نے پوچھا کیا ہوا اکا و ہا بات جو ہر نفس

ہوتے ہیں جو غنا و قص کے ادھر پوشیدہ ہیں ہیں بلا تشبیہ مجلس عزامین شریزی درویشی کو کجھیر

کرے گی یعنی قتل حسین، کہا تو اس کا اعلان کر دیا

وہی ہی ہے جیسے وارو سے تلخ ہیں شکر کا نیزش۔

یہ تھے وہ تھوڑے دن جو علامہ فلسفہ عزاداری پر لکھے گئے اگرچہ ابھی اس میں بہت کچھ لکھنے کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ یہی مطلب کی طرف رجوع کی جاتی ہے اور صاحبان اہانت سے اہانت کی کوشش کی جاتی ہے۔ قبل ازیں کہ میں لکھتا تھا اس امر کو ظاہر کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کلمات ذیل کا لحاظ قبل مضمون کر لیا جائے اور وہ یہ ہیں:-

(۱) کوئی ایسی فرد جو اسلامی خصوصیات چھوڑے ہوئے ہو، اصول و فروع اسلام کی تشویش کرنی ہو اور رسول کے کلمے کو احکام کی نگذیب کرتی ہو اس کو ہم محض ٹرکی ٹوپی پہننے کی وجہ سے مسلمان نہیں سمجھ سکتے خواہ وہ کوئی فرد ہو یا فرقہ یا سلطنت۔

(۲) اگر کوئی عبادت خانہ خدا کی عبادت کے لیے بنایا گیا ہو اور لوگ اس کو میخانہ بتوں اور بتوں کے ذمہ دار بانی مسجد سمجھتی نہیں ہو سکتا۔

(۳) حج کے اجتماع میں جو ایک خدائی حکم ہے اور جس میں مرد و عورت کا اجتماع اس حد پر ہوتا ہے کہ جو تصور سے باہر ہے یہ خدائی حکم ہے اور رہے گا اگر کوئی انجس طہنت اور گندہ ظرف اس کو وصل جانی اور اس احسان کا ذریعہ سمجھے تو اس کا ذمہ دار خدائی فرمان نہ ہو گا بلکہ اس شخص کی مکینہ مٹتی ہوگی۔

ان عبارات کے لکھنے کے بعد اب یہ عرض کروں گا کہ اس وقت ایک رسالہ میرے پیش نظر ہے جس کا درست پیش اثر اپنے کو بڑے سے بڑا علامہ، بڑے سے بڑا متبحر اور بڑے سے بڑا دانشور اور بڑے سے بڑا صاحب دینا ہوتی، جس کا مسلک و مافقی اور جس کا شرب جلب جاہ و ثروت کے سوا کچھ نہیں، اس نے ایک مضمون، اپنے زعم باطل میں، اس لیے لکھا ہے کہ عزاداری کو ذریعہ ہو جس فحشانی اور وسیلہ غرض بھی قرار دے۔

چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

”کھڑے باطلی مومنی سے لگاؤ ہے اور جان عالم نے ٹھرون کے ایجاد سے محمد شاہ رنگیلے کے خیال کو جعفر زکین بنادیا اس کا بھی معترف ہوں“

کیونکہ یہ لفظ ایک بدیہی بات ہے کہ۔ الجنس میل الی الجنس جس جنس کی طرف مائل ہوتی ہے اور اس میں بھی نظروں کی ضرورت نہیں کہ سبیل شوق یوحہ الی اصلہ

ہر چیز اپنے اصل کی طرف پٹتی ہے شاہانہ دماغ اور ہونے میں اور غیرانہ جذبات اور اگر ایک عالم کو علمی حقا سے کچھ بھی پہلی تو ایک جاہل کی تمام تر دکھان میں جیڑوں میں نظر آئیں گی جنکو جس عالمی لحاظ و تنقید سے دیکھے گی اگر کسی کو ایسا آغوش تربیت ملا ہو جو آب و ہوا سے نمٹے عام میں کشادہ ہو ہو اور جس کا ساند رنگ زندگی عوام کی سچاہ انتفاع کا محتاج رہا ہو جس کا زبردست غیر ذوق و غیر طبع دار ہو یعنی رہا ہو اور جس کا اردو و پودہ غنا کی نمٹے و زور نمٹے و حریت شرمسار سے بنایا گیا ہو تو ہمارے نزدیک وہ اس طرح فطرتاً اور بالطبع ہر حیثیت سے مجبور ہے کہ یاد اسلاف میں۔ المشوۃ تتبع عن الشجرۃ کا خیال رکھتے ہوئے موسیقی اور صرف موسیقی کی طرف مائل ہو۔

”شاہ نجف میں یوم غم، فقہوں کی روشنی میں اس طرح پر تکلف و عوین ہو رہی ہیں جس طرح شاہ کی ساگو منائی جا رہی ہو۔“

گروہ ”روشنی“ کا فلسفہ اس سے پہلے لکھا جا چکا ہے، مگر بیان اتنا اور گھنڈوں کے جب قرآن، شعرا و حامل قرآن شاعر سمجھا گیا، جب آیات نتیجہ جنوں اور رسول جنوں سمجھا گیا، اور جب الفاظ کلام الہی نتیجہ انسانی اور پیغمبر کا بن، آپ کے اسلاف کے نزدیک سمجھا گیا تو ترج اگر آپ یوم غم کو یوم سرور سمجھے تو کوئی نئی بات نہیں کی یہ تو اپنی اپنی سمجھ ہے اس سے حقیقت کی شاعین مضل نہیں ہو سکتیں، حضرت محمد رسول کو کاہن موشا و غیرہ کہا کیے آخر یہ مدت کچھ بچے اور اسلام لائے وہ حبیب اسلام بھی رہا ہو، یوہین آپ بھی کسی نہ کسی دن سمجھ لیں گے آج نہ سہی حشر میں ہی۔

”میں جس حصہ ملک کا رہتا ہوں والاہون وہاں محرم کا وجود کوئی معنی نہیں رکھتا نہ وہاں مجالس شہ کا قیام ہو تا ہے نہ ہرم عزاء راستہ کی جاتی ہے“

تو کہہ لیا ہو، یوہین نے کب فرزند رسول کا ماتم کیا، اصحاب پرستوں نے کس جگہ باہر مودت دیا، تو مسلمانوں نے کس دن اجرت امر و نہی ادا کی اگر یوہین یہ کہے کہ میں اس محلہ کا رہنے والا ہوں

عن دیکھنے خاص پہلی حال اسلام حشرین خطاب دشمنانے کا منی ہوا ہے۔

جہان تو حید کا وجود کوئی معنی نہیں رکھتا اور جہاں بزم عبادت الہی اُترتا نہیں ہوتی تو اس سے وحدانیت کا کیا بگڑے گا۔

”یہ امر انہماک ہے کہ سوز خوانی کا رواج یہاں سے تقریباً اٹھ گیا ہے بنی تہادہ چیز ہو ایک صاحب ذوق کو ان محافل کی شرکت کے لیے مجبور کر سکتی تھی وہی مغفود ہو گئی۔“

یہ پھر وہی جذبہ ہے جو آغوشِ اسلام پر چھوٹ ڈال رہا ہے، اور نگاہِ رقاع غم کی مھنوں میں سرور کی کیفیات ڈھونڈ رہی ہے اور قسین پاتی، سوز خوانی کے رواج کا اٹھ جانا خصوصاً ایسی صورت جس میں ترجیع کے سوا کچھ نہ ہو، اچھا اور بہت اچھا ہو، کیونکہ یہ وہاں خلوصِ عزائم کا ایک بدنام و خفاہ اس چیز کو صاحبانِ ذوق، برعکس نند نام زنگی کا فوراً اپنے ولی اللہ کی قبروں پر ڈھونڈیں جہاں متاعِ حشر بہت سستی ہے۔

”مرثیہ میں محنتِ روایات اور جذباتِ حاسن کے اعتبار سے سارا مرثیہ غیر مصوم طریقہ کی حیثیت رکھتا ہے۔“

یہ فرمان تو ”تقریباً نامحسوس“ سے زیادہ وقع نہیں، مجھے تعجب ہے کہ آپ اپنے کو ایسا سمجھتے کہ ٹھیکوں اور دادراری متعبد کرنے کرتے آپ اب محنت و عدم محنت روایات پر بھی انتقاد فرماتے گئے، بھلا آپ کو ان چیزوں سے ربط ایک جاہل بحث ہستی جس کے کان میں آغوشِ مادر سے لے کر آغوشِ کھنکھ سوانحہ کی آوازوں کے اور کچھ نہ ہو وہ محنتِ روایات کو کیا جانے گی، رہ گئے جذباتِ حاسن اس کو وہ گروہ نہیں سمجھ سکتا جس کے قلوب میں اُحد و خندق و خیر میں جذباتِ حشر پر قلم مادی اٹھا چکے ہیں اور رسول سے ”فرار“ کا ”ڈھونسا“ حاصل کر چکے ہیں۔

”شہادتِ حسین پر جس انداز سے انظارِ عالم کیا جاتا ہے وہ اہلیت سے تو کسی طرح غریب نہیں کیا جاسکتا، ممکن ہے کہ جانِ عالم کے ثیابِ راج جاتے ہوئے ان کے پس انداز کا اس طرح کا شور مچا دیا ہو۔“

اس مطلب کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کے ہاتھ میں دامنِ اہلیت ہو ایک حامی، واقعاتِ ہائیکہ

تفسیر سے جاہل، اور تفسیرات سے بے خبر اسے کہا جھے، یہ اس طرح کا شور و شین نہیں جو کسی نے غلط فہم کیا تھا اور ایسا کہ اس مرسول کو قارئین قصصہ کی ضرورت ہوئی، دیکھو مشکوٰۃ، اور نہ یہ اس طرح کا شور و شین ہے جو کسی کے ٹکڑے مٹی بن ڈوب کر محمد بن ابی بکر کی یاد میں نکلا تھا، بلکہ یہ اس طرح کا شور و شین ہے جو حسین بن علیؑ اور آباۓ پیغمبرؐ شریک تھے۔ اور کہ ہلا کا مہر لکھ انبیاء کی یہ صوفیوں سے گونج رہا تھا۔

”یہ پڑھئے گا اذ اندہ ممکن ہے کہ کالکادین، بندادین کے نقطہ نظر سے کوئی خاص فن کی چیز ہو لیکن میں نے تو یہاں سے حرکات شجاعت کے اک قسم کی ناسبت ہی ان بن پائی۔“

وہ ”جہم دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے“ ناظرین آغوش کے اثر اور تربیت کے تاثرات کی وجہ سے کہ کسی جگہ گانے بجانے کی رعایت سے الفاظ گمراہ نہیں ہونے پاتے، اور اسلاف کی یاد میں غریب ملائم وادعادتندی دے رہا ہے۔ اس کو سوز خوانی میں غنا، ذاکری میں قوس، اور انداز بیان میں نکتہ ای نظر آتی ہے۔

گمان کو کون سمجھائے کہ ذاکری کی جگہ میر ہے اور یہ وہ مقام ہے کہ بڑے بڑوں کی ہوا اب جگہ مٹھ جاتی ہے امیر سادہ کا وقفہ باکر دو تھیں کچھ نئے، کچھ زید ویم، اور کچھ ایسے سُر ملین گے جو تم ایسے صاحب ذوق کے لیے کافی سرمایہ کھپا اپنے من رکھتے ہوں گے تھیں ان کا یہ خطبہ یاد ہے یا نہیں الحمد للہ الذی جعل خروج الرياح لنا راحة اگر نہ یاد ہو تو تاریخین کو پھر اگر خرم اجازت دے تو ہم سے گفتگو کرو۔ اسی ہمایوں ڈوبو باجو حضرت عمرؓ کا بھی خطبہ دیکھو معاشرت عرب تھیں ان لوگوں کی شناسافت کرنی چاہیے جو میر ایسے مقام پر جا کے کچھ بول تو لینے ہیں تھا سے اسلاف و قبو میں من تو یہ بھی نہ تھا اور ایسی ناسبت تھی کہ مروون کے سامنے زبان کی جھنجھٹ جملہ خوانی پر صدقہ ہو جاتی تھی پہنچا پھر عثمان بن عفان کو ایک روز کچھ بولنے کا حقوق ہوا آپ میر پتر شریف لے گئے اور بت دیکھک غاموش بیٹھے رہے ان کی شرمین، نگاہیں، سرنگون گون اور خرمندہ ادائیں نہ معلوم کیا کیا کچھ مجھ سے

علا رتبہ اہمائی اور درگ کتب میں یہ واقعہ مرقوم ہے کہ امیر سادہ نے خطبہ کی ابتدا ”حرطہ“ سے فرمائی اور پھر شرمندگی ملانے کے لیے پیچھے ہٹا۔

کہ گئیں گران کی زبان تھرک نہ ہو کی فرمایا تو اتنا فرمایا کہ ”سنو جی ایو کو اور عمر پر خطبہ پڑھنے کے لیے جیت پہلے سے تیار ہونے تھے اور تین امام عادل کی زیادہ ضرورت ہے نہ امام خطیب کی اور بس“ یہ فرما کر مسر کے نیچے تھے چنانچہ ابو عثمان جاحظ نے اس واقعہ کو کتاب بیان دین بن کھامہ۔ وصعد عثمان بن عفان المنبر فارغ علیہ فقال ان ابا بکر وعمر کانا بعد ان لہذا المقام مقالا وانتم الی امام عادل احوج منکم الی امام خطیب ص ۱۲۹ مطبوعہ مصر۔ یہ بھلا ایسے لوگ جن کے نبیوں میں ایسے رہے ہوں وہ ہمارے یہاں کے ذکر و روئے کی تنقید کرنے بیٹھے ہیں ہمیں کوہ بھی نہیں معلوم کہ فن خطابت کیا ہے اور طرز اسے مطلب کس چڑیا کا نام ہے۔ ابن خرداد نے افغانی خلفا اور اولاد خلفا کا جو تذکرہ کیا ہے اور حسین خناسے میراثی ثابت کی ہے اس کے اعتبار سے ممکن ہے کہ کاکادین اور بنزادین کسی ایسی شجرہ میں مل جاتے ہوں ورنہ جن لوگوں کے یہاں اسلامی حیثیت سے غنا حرام ہو وہاں اس کا کیا تذکرہ وہی لوگ اس کی قدر کر سکتے ہیں جن کے جہود اور ملت جہود میں نقص و سرود و فتنہ وغیرہ ظاہر نہ سہی باطناً داخل ہو۔

”نسائی طبقہ میں جو شہستان ماتم قائم کی جاتی ہے وہ بیشک ایک لطیف پہلو بھی رکھتی ہے کیونکہ اہل نوین میں کسی عورت کا نقل ماتم بنانا کم قیامت نہیں ہے چہ جائیکہ ایک خاص سوگوار گن سے اشعار پڑھنا اور پھر ساری محفل کا نازک ہاتھوں سے نازک سینوں پر خانہ بر انداز قسم کی فرہین لگاتے لگاتے ایک آنکھوں سے طلب انداز سے گرجانا حقیقت یہ ہے کہ ایک انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ایسی صورت میں شہادت کو زیادہ وزنی قرار دے یا اس خون بہا کو۔“

ہم اس غیر مذہب تا دیر مراد کو اب صرف اسی انداز پر دینا چاہتے ہیں جو تاریخی حیثیت رکھتا ہو تاکہ ہمارا مخاطب کوئی سبب صحیح سے سکے۔ درحقیقت شہستان ماتم کا قیام اور کسی عورت کا نقل ماتم بنانا موخر ہے اور بلا کاوش قیامت تخریب اور غضب کا قیامت تخریب خصوصاً اس وقت جب کسی خلیفہ کی میت بیٹی اور نازک قدم بیٹی کے ساتھ پڑی ہو اور فوجہ کرنے والیاں اپنے حلقہ میں کسی شیعہ نرم ماتم کو لیے ہوئے فروع شہستان غنا



کی ذمہ دار ہوں، ایسے وقت میں سببوں کی سر جو چاک گریبان سے اپنا چہرہ نکالے ہوئے جھانک ہی ہو اور جس پر آنسوؤں کے ستارے گر کر مینا باری میں مشغول ہوں اور غل ماتم کے وہ بار جو مناسب بالمشابہ کی حیثیت رکھتے ہوں، جن کی مانتی لرزش ایک شاعر کے دماغ میں اسی طرح مستور ہو سکتی ہے جیسے کسی بچے ہوئے دریا پر موج کی مضاعف رفتار سے ہلکی ہلکی لہریں جو سینہ بھر پر زور پوٹی کا کام دیتی ہوئی ہو، بحر تک آتے آتے اپنے کو خود اپنی رفتار پر تصدیق کر کے فنا ہو جاتی ہیں۔

ایسے وقت میں کسی شریکین آنکھ سے اگر کوئی سیاہ پوش آنسو گر جائے تو سوا اس کے کیا کہا جاسکتا ہے۔  
 نہیں معلوم کس کس کا لہو پانی ہوا ہو گا قیامت ہے سرشک آلودہ ہونا تیری شکر گاہ  
 مگر کچھ ایسی بھی ہستیاں ہوتی ہیں جن کے پہلو میں بجائے دل کے کوہِ بوس کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے جو عورت کے غل ماتم بننے کو سر و چراغان سے زیادہ وقیع نہیں سمجھتے اور نہ شبتان ماتم کی محنت سبزی کی تاثيرات کے نقوش ان کے دل پر ابھرتے ہیں، بلکہ بجائے اس کے کہ وہ آئینہ خانہ جمال، یا مالک وہ حسن میں جلے، انسانی ہمدردی سے کام لیں، اور چشم گریان کی سامری انداز کرشون سے متاثر ہوں، اپنے ظالم کوڑے سے دادِ عدل و انصاف دیتے ہیں، اور کوڑا اس غم میں جال برصافہ عدا بنکر گر پڑے، یہ نیک پاشی جو احمق کوئی اس نازنین کے دل سے پوچھے جس کا پندار حسن اس طرح مجروح کر دیا گیا ہو۔ دیکھو حالِ موت ابو بکر عتد فرید صلیا، طبری ص ۵۷

یوم الدار کے واقعہ سے کون ناواقف ہے عثمان کا قتل اور اصحابِ نبی کے ہاتھوں، پھر اس قتل پر مدد عورت جو غل ماتم بنی اس کی مینا بیان، اور سینہ زنی کتب قوم میں مرقوم ہے، اصحابِ نبی کا ظلم وہ جا ہو یا بجا اس کا بھی ذکر ہے۔ ایسے وقت میں اگر اس خوبی منظر سے متاثر ہو کر اور غم جاتقر سے متغلب ہو کر کوئی عورت ماتم کرنے کرتے ”آغوش طلب انداز“ سے زمین بد آر ہے اور ایک ایسی دردناک آواز سے فریاد کرے جس پر نہایت نہ صرف نہایت، بلکہ حسن بہر گیر نہ صرف حسن بہر گیر بلکہ درد و غم نے بھی اس میں وہ جذب بھر دیا ہو کہ اسی تو بہا ایسے وقت میں کیا اصحاب کو یہی چاہیے تھا کہ وہ معاذ اللہ اپنے ہاتھوں کو ”کبیرۃ العجايز“ سے

کر کے بالیدگی نوح کا سامان فریم کرین لاوالنڈ — درحقیقت ایسے وقت میں ایک انسان اس بات کے سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ وہ اس شہادت کو زیادہ دینی سمجھے یا اس ”لطف گران“ کو جو اس لطیف سے پیدا ہوا۔

مرضی بن یونس کی ہمدہ چاکون کے جلوے کچھ ایسے نظر آتے ہیں کہ چشم ناز اگر خیر و حیا ہو تو عجیباً ”اتفاق سے“ ایک ضعیف عورت جس کے ہاتھ میں چھوٹی سی سیج بھی تھی سرے پاس سے گزری اور میری چشم نگران کو دیکھ کر بولی ”میاں آج کے دن تو اوپر نہ دیکھو“

کون کس عزا داری کے اثر کو دیکھا کہ وہ کس شریفانہ کیرکڑ کی ذمہ دار ہو جایا کرتی ہے اس عورت کا یہ کہنا کہ ”آج کے دن تو“ اس خصوصیت کے یہ معنی تھے کہ یہ یوم غم دہ یوم غم ہے کہ جو اس کا ذمہ دار ہے کہ ایسی خراب اخلاق باتوں کا امتیصال کر دے نہ یہ کہ وہ آج کے دن ایسے لوگوں کو اپنے سامنے دیکھے جن کی امویت انھیں عظمت غم کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتی درحقیقت غم سیدائشہ کی عظمت جن لوگوں کے دلوں میں ہے وہ کم از کم ایام عزائم تو یقیناً عصبیانی رستوں سے ہٹ کے چلتے ہیں اور یہ اس غم کا فیض جلی ہے کہ راہ ہدایت اب تک اس ہادی سے وابستہ نظر آتی ہے، مگر اس کو وہ طبقہ نہیں سمجھ سکتا جس نے راہ ہدایت کے چراغ گل کر کے راہ خوایت پر چراغان کیا ہو۔

## ”دوسرا رخ“

ہمارے معترض کو جن باتوں پر خفیہ اعتراضات ہیں درحقیقت اس نے ان باتوں کو نظر ثقیق سے نہیں دیکھا اور نہ ان اعتراضات کے منشا پر اس نے غور کیا ورنہ اسے کبھی یہ جرات نہ ہوتی کہ یہ منشاے اعتراض خود اس کی ذات ہے اور اس کا ادارہ اسلام اور اس کی آبرو و باعزت اسلامیت، گو کہ میں جہلاً اس بات کو بیان کر آیا ہوں کہ اگر کوئی فریضہ الہی یا فریضہ انسانی، یا فریضہ جذبہ کو بجا صرف کرے، تو یہ صرف بجا کرنے والے کا تصور ہو گا نہ فریضہ یا آفر فریضہ کا مثلاً اسلام میں بیت کی شان جو رکھی گئی تھی وہ عورت اور مرد دونوں کے لیے تھی رسول نے جب عورتوں سے بیت کی توصیف

اس لیے کہ ہاتھ سے ہاتھ نہ ہو، ایک طرف میں پانی بھرا دیا اور اس میں اپنا ہاتھ ڈال دیا اور صوفی کو حکم دیا کہ اسی طرف میں آکر وہ اپنے ہاتھ ڈالیں چنانچہ مجمع نما نے بھی کیا اور یوں بیعت کی گئی۔ اب اگر کوئی شخص ہرست اور محکوم شمس المادہ بیعت لے، اور جس طرح سے مردوں سے بیعت کی جاتی ہے وہی انداز عورتوں سے بیعت کا قرار دے اور ہاتھوں کے سوا اور طریق سے عہد تجدید متنا کما خیال کرے اور اس کو طلع اندوڑی کا ذریعہ قرار دے تو اس سے رسم اسلامی ہرگز قابل اعتراض نہیں ہو سکتی بلکہ ان کی یہ خصائل کا ذمہ دار اس شخص کا نفس اور اس کا کبر کر ہے۔

یہ ہیں اگر عزا داری کے رسوم میں کچھ زائرہ نگاہیں نیچے ہوں، تاکہ وہ نگاہ پر گزرتے ہوئے عبا عزیزی کی زیارت کریں تو اصل میں ان کا قصور ہے جو قل للمومنین ان یغضوا ابصارہم کے برخلاف سمجھا رہے ہیں یا ان کا قصور ہے جو۔ قل للمومنات ان یغضضن ابصارہن کے برخلاف اپنی نگاہوں سے بغیر کی کام لیتی ہیں، عزا داری اور مجلس عزا داری کا کیا قصور ہے۔

اگر اب بھی یہ مطلب واضح نہ ہوا تو میں یہ کہوں گا کہ فرض کرو فرضیہ حج اور اس کا اجتماع ایک اپنی حکم اور اپنی فرضیہ ہے۔ اب اگر کوئی برابن اور ہو یا ہرست خدائی عظمت کا خیال نہ کرے اور اس اجتماع کو ذریعہ وصل وصال سمجھے تو اس سے نفس فرضیہ یا حکم فرضیہ کو کیا گزند پہنچ سکتی ہے مثال کے طور پر چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

## فرضیہ حج ذریعہ وصال تھا

### محمد بن اشعث کے ٹکی کی کرشمہ سازیلان

بنت محمد بن اشعث نے حج کیا ان کے ہمراہ ان کی ماں بھی تھیں عمر بن ربیعہ یعنی ابو الخطاب عزا کا پیشہ ور عاشق بھی وہاں موجود تھا کہ یہ کیا مہم جس کی شامیں بے گناہانہ غالب کس شوکاہ فیض پڑھا کئی قصین :-

دا کر دے ہیں شوق نے بند نقاب حسن غیر از نگاہ اب کوئی حائل سمیسن رہا  
عمر بن ربیعہ شاعر بھی تھا ظریف بھی، ماضی مزاج بھی تھا حسن پرست بھی بنت محمد بن اشعث  
نے جب اس کا قیام بھی وہاں سنا تو اس کو یو ایسا جواب دیا تو اس سے اس کے شر پڑنے کی  
فرمائش کی گئی چنانچہ اس نے اپنا پورا قصیدہ جس کا شعر اول یہ ہے پڑھا :-

تشط غدا د اد جیر انسا      وللا دار بعد غدا بعد

جب یہ قصیدہ سنا جا رہا تھا تو اس وقت عمر بن ربیعہ اور بنت محمد بن اشعث کے درمیان ایک کھلم  
پڑا ہوا تھا یہاں تک کہ اشعار نے رفتہ رفتہ جذبات حسن پر اثر کرنا شروع کیا اور یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ سادہ  
سامری شراؤ لگوں نے طو کے برق بجلی کا منظر پیش کیا البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ بنت محمد بن اشعث کچھ اسی ساثر  
ہوئی اور حسن خود غما تھا لیکن یہ سن کر کہ برق جلال پر دے پر گری اور آتش کی پوری شہنوی ”شب وصل“  
عمر بن ربیعہ کے سامنے آتی تھی

حضور ہی نگاہوں کو دیدار سے تھی      اٹھا تھا وہ پردہ کہ جو در میان تھا

اب کیا تھا جذبات عشق و حسن بن غضب کا تضاد مچا اور عمر بن ربیعہ نے تیارہ حسن باغچہ ہونے  
اس کی مان کو دین کہ اسے روحانی اور درباری کا پیش کش سکے اور قبول کرے مگر اس کی مان نے اٹھایا  
مختصر یہ کہ عمر بن ربیعہ کی لگائی ہوئی آگ کچھ ایسی نہ تھی کہ اس مجسمہ حسن کے برق جلال سے مقابل نہ ہو سکتی  
اس کے دل میں بھی وہی تھا جو ایک جوان عورت کا جذبہ بعد تحریک جذبات ہو سکتا ہے آخر عمر بن ربیعہ  
میں بلا لایا گیا اور اس شخص کو جس نے عمر کے آنے کی خبر سنت محمد بن اشعث تک پہنچائی ایک سو اتر فیان انھا  
وہی گئیں کہ وہ یہ شخص بشر و مل و بشر و مال تھا (اخانی حالات عمر بن ربیعہ ص ۳۳ مطبوعہ مصر)

کیا کوئی مائل ان واقعات کو دیکھ کر کہیں کو میں نے بھلا لکھا ہے نہ منعلا فریضہ راج پر احترام کو  
عبداللہ رحمہ اللہ بھی نہیں، افریقہ راج اپنے اسی خلوص و طہارت پر باقی ہے جو اس کے لیے زیبا ہے جو کچھ  
گندگی آئی وہ ان دونوں کے اخلاق و رویہ میں ہے نہ وہاں یہ تھا وہ اسلامی گروہ جس کے افراد  
آج تک میں نے نہیں دیکھے ہیں اور یہ تھا انکا انشوش تربیت جس کے موئی کی تاب فرشتی و جگہ تباہی ہے

## ایک سری مثال

عائشہ بنت طلحہ کی برق پاشیان

حج کا موسم اور عرب کا مشہور شاعر

من قاشس فروش دل صد پارہ خویشم      نلتے برد اذ دل گذر دہر کہ زبیشم  
 عمر بن ربیعہ طواف بیت مین مشغول ہے کہ اس کی نگاہ دفن جمال جہان آرا سے عائشہ پر پڑی ہے  
 کہا تھا کعبہ دل صنجانہ بنا اور آرزوؤں کے ہجوم نے سوید اے قلب کا حجر الاسودِ حرم کی طح اسلام شمع  
 کر دیا، اب طواف کیا اور حج کی حرمت کیسی طاق ابرو کی اہمیت طاقِ حرم سے کہیں زیادہ مٹی لاد  
 نگاہ کا طواف طواف بیت سے کہیں عظیم احسن جہان سوز کی برق جو چمکی تو سمجھت ہو کے رہ گیا، عائشہ نے  
 بھی اپنے اثر کا رفر کو محسوس کیا، اور ایک عورت کو اس کے پاس بھیجا اس نے عمر بن ربیعہ سے یہ  
 کہا کہ عائشہ کہتی ہیں کہ ذرا ہمہ گیری جمال کی فکرانی کا خیال رہے، شاعری میں میری ذات کے لیے کچھ لفظ  
 فول نہ کیا، عمر نے کہا کہ دنیا کہ اس نے سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ میں تو ہمیشہ اچھا ہی اچھا کہتا ہوں  
 اور کبھی برا نہیں کہتا اس نے وہ قصیدہ کہا جس میں عائشہ کا مقابلہ آہو سے کیا ہے اور غزالِ حرم کو غزال  
 دشت سے تشبیہ دی ہے اور جس کا شعر اول یہ ہے

لعائشۃ ابنة التیمی عندی      حمی فی القلب ما یرعی حماہا

جب ان اشعارِ تلمیح طلب کی خبر جہان انہم کو پہنچی تو ایک غل برہا ہوا اور ابو بکر اور طلحہ کی اولاد عمر بن  
 ربیعہ کے پاس آئی اور اس نے واقعات حاضر و بیان کیے اور اس فتنہ کا ذکر کیا جو عنقریب بلند ہو  
 والا تھا، عمر بن ربیعہ نے عہد کیا کہ اب وہ کچھ عائشہ کے بارے میں نہ کہے گا۔ عائشہ بنت طلحہ بنت عبد اللہ  
 دکل دہر عورت تھی اور حق یہ ہے کہ اس وقت عرب میں اس کے حسن کا نظیر نہ تھا۔ یہ تھا وہ حج کا شرف  
 جو ایسی شخص کے اولاد میں نظر آ رہا تھا جس کا شمار مشرہ بمشرہ میں ہے۔

گو کہ قبلہ تم میں اس بات پر بحث کچھ شور و غوغا مچا اور لوگوں نے عمر بن ربیعہ سے توبہ ظاہری کی مگر وہ

ہمیشہ عائشہ کی محبت اپنے دل میں لیے رہا اور موقع ج میں اگر ہمیشہ کچھ نہ کچھ اشعار اس کے لیے کہتا رہا۔ خوفِ طولِ دن تمام واقعات کو ترک کرتا ہوں جن صاحب کا دل چاہے تاریخِ افغانی جلد ۲ کے صفحہ ۸۷ کو ملاحظہ کر لیں بہت کچھ نظر آئے گا۔

اتنا اور کمردن کہ انھیں عائشہ بنت طلحہ نے چند ہزار اشرفین پر اپنا جسم برہنہ ایک طالبِ دید کو دکھا کر برقِ گرائی نہی یہ خود کو کٹے پر تھیں اور صیدِ جمال ”زیر سایہ دیوار اپنا مزار آرزو بنا رہا تھا“ اس واقعہ کو بھی صاحبِ افغانی نے لکھا ہے۔

کیا ان برہنہ واقعات سے فوقِ طریفین کے سوا فریغہ جج یا دو اسم جج پر کوئی آنچ آتی ہے ہر قائل ایک سفیر کے سوا کوئی اور چو نہیں سکتا۔

مجھے تو عجیب ان لوگوں سے ہے جو پردہِ شرح کے مخالف ہونے کے باوجود اس طرح کے نوحہ مزاحمت کرتے رہتے ہیں۔ یہ اس وقت کا بیان ہے کہ ہنوز مجد اللہ پردہ باقی ہے اور اس بغاوتِ اہلِ فسق و فجور کی وہ جہاں تین ہیں کہ وہ مصعب کی طرح اپنا ”مزار زیر سایہ دیوار“ عائشہ بناتے رہتے ہیں، اور نگاہِ تجسس سے پردہِ دہری کی کوشش کرتے رہتے ہیں نہ معلوم اس وقت کیا کیا ہو گا جب جن بہنے نقابِ جاہلکا اور قوتِ فعل و انفعالات اور جذب و انجذاب کے تصادم میں کوئی ماضی نہ رہے گا۔

”تو بدون لاچہم کردی کہ درونِ خانہ آئی“

”زری (ضریح) کا جلوس کیا تھا اس کا بیان اتنا ہی مہل ہو گا جتنا اس کا اہتاب، چند ہاتھی، چند اونٹ، چند بھنڈیاں، متعدد بیٹے، دو چار تعزے، اور ایک گھوڑا سحرِ خون ساز و دیراق کے یہ تھی زری اور اس کی جگہ کائنات“

ضریح کو زری کہنا یہ تو اس خریف کا نتیجہ ہے جس کی عادتِ قرآنی تحریف نے ڈالی، رہ گیا اہتاب جلوس کا اہمال، یہ وہی کور باطن کہہ سکتا ہے جو غم اور سازِ غم سے نابلد ہو اور اپنی تاریخوں سے جاہل، ورنہ جس چیز کو وہ مہل کہہ رہا ہے اس کی مثال اسے اس کے اسلاف کے تاریخوں میں مل سکتی ہو۔ ایک جیسے نیست تا گرد و شہید ورنہ بسیار اند و در دنیا نہ

آج ہمارا گروہ جس بات پر نا لگ رہا ہے اس سے قبل زید مجنون رحمہ اللہ اس پر ماتم کر چکے ہیں،  
 یہ ظاہر ہے کہ زید ساماقل صفحہ دہر پر نہ تھا مگر ان کا جنون صرف ان بغلام کی اعتبار سے تھا جو ان کا  
 اور عباسی گروہ آل رسول اور متسکین آل رسول پر کر رہے تھے صرف قیام خرا کے لیے ان کو  
 مجنون بنا دیا اور انھوں نے عقلندی اسی میں دیکھی، کیونکہ دشمن رسول قبر حبشی کا نشان تک مٹانے کی  
 کوشش کر رہا تھا، اگر ایسا ہو جاتا تو ظاہر ہے کہ ایک صدی کے بعد وہ تمام مظالم جو اموی اور عباسی خاندان  
 نے فرزند رسول پر کر رکھے تھے سب کے سب پردہ قنابین مخفی ہو جاتے، مگر وہ غم جس کے حیات کی ذرہ وار  
 قدرت ہوا اسے کون مٹا سکتا ہے۔

یہی جلوس غم جس پر تھیں اعتراض ہے اور جس کی مجتہدین پر تھیں مضحکہ کا موقع تھا ہے اس کے  
 اک ذرا حالات متوال میں بھی دیکھ لو پھر تمھارا اب اعتراض شاید ہی جاوے۔

### واقعات زید مجنون رحمہ اللہ

فینما ہو جالس اذ سمع صراخا	زید مجنون بیٹھے تھے کہ غل و خور، گرمی و کھانا آ رہا تھا
عاليًا ونوحًا شجيا وبكاء عظيما ونساء بكاترة	نالہ فریاد، بکی اور تڑپنا کان بن آئین اور ہزاروں
منشرات الشعور ومشققات الجيوب	عمیقوں کو دیکھا کہ جن کے بال کھربے ہوئے تھے اور
سودات الوجوه ورجالًا بكثرية يندبوا	گرمیاں چاک تھے ہر سہاہ تھے اور لاتعداد مردوں
بالويل والثبور والناس كافة في	کو بھی دیکھا کہ جھنجھک کر روتے ہیں اور لوگ نہایت غمناک
الاضطراب واذا بجنازة محمولة على اعناق	دہریشان تھے، اٹھان ایک جنازہ لوگوں کے کاٹھنوں
الرجال وقد نشرت لها الاعلام والرايات	پردہ کھائی دیا۔ اس کے جلوس میں علم میں پھری
والناس من حولها افراجا قد انسدت	ہر اسے تھے اور مجتہدین کی بکثرت میں فوج لوگ گروہ
الطرق من الرجال والنساء فقال زید	پیش تھے اور اتنی کثرت عمیقوں اور مردوں کی تھی
ظننت ان المتوكل قد مات فتقدمت	کہ راستے بند ہو گئے تھے۔ زید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں سمجھا

الی رجل منهم وقلت له من یكون هذا  
المیت فقال هذه جارية التوکل وهي  
جارية سوداء حبشية وكان اسمها  
وعیانة وكان یحبها جداً ثم انهم  
علموا انها شانا عظاما ودفنوها فی قبر  
جدید و فرشوا فیہ الورد والسك  
والضبر والرايا حین وبنوا علی قبرها  
قبعة عالیة فلما نظر زید فی ذلك ازداد  
اشجانه وجعل یلطم وجهه یمزق  
اطماره یمشی التراب علی بلسه وهو  
یقول وایلاه واسفا علیک یلحسین

متوکل مرگیا بین بڑھا اور میں نے بڑھ کے پوچھا کہ کون  
مرا یہ کس کا جنازہ ہے کہا کہ یہ متوکل کی ایک لڑکی کا  
جنازہ ہے جو حبشیہ تھی اور جس کا نام ”ریحانہ“ تھا اسکو  
متوکل بہت عزیز رکھتا تھا۔ اس کے بعد اسکو ایک  
قبر میں دفن کیا اور اس میں مشک و عنبر اور پھول پھینکا  
گئے اور قبر پر ایک قبہ بنا لیا جب زید کی دھلاں باتوں  
پر بڑی توریخ و غم کی کوئی انتہا نہ تھی منہ پٹینے لگے  
پکڑے پھاڑنے لگے خاک اڑانے لگے اور کہتے تھے  
افسوس اے حسین آپ کی قبر ٹھنڈی جاتی جاے اور  
آپ کا نام مٹایا جاے اور ایک حبشہ لڑکی کی  
یہ تو قیر کی جاے۔

دیکھئے سیاہ عالم بھی تھے جھنڈیاں بھی تھیں حور توں اور مردوں کا ازدحام بھی تھا، گریہ کیا بھی، شوق  
مشین بھی تھا، پکڑے بھی پٹتے ہوئے تھے قبر بھی بنی، قبہ بھی بنا، یہ تمام باتیں آج تک قابل اعتراض  
نہ ہوں صرف قابل اعتراض کیا ہے عزاداری حسین اور بکا و گریہ = اس کا نام ہے تعصب اور یہ بھی  
بکا نہ پرستی۔

معاویہ کیا اُمیہ سے لیکے پورے اموی دور پر نظر کرو اور پھر عباسی دور کو نظر غور سے دیکھو۔  
تو متوکل کے عہد تک تھیں ہی عداوتیں خاندان رسول سے نظر آئیں گی جیسا کہ ایک شمع بھی بین بیان  
نہیں کر سکتا۔ جب یہ ظالم دور گزرے تو آج رئیسِ اُتھر اور اس کے ہنوا اٹھتے ہیں ان  
وہ ان مظالم کو چھپانے کی کوشش میں، جو کبھی چھپ نہیں سکتے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں مگر ایک  
صدائے بے ہنگام ہے جو قدرت کے بحیر العقول کرشموں سے ٹکراتی ہے اور صدائے بازگشت بنکر ان کی  
طرف مٹتی ہے اس سے زیادہ نہ آج تک کوئی اس کا اثر ہوا اور نہ انشا اللہ ہوگا۔



منا آپ نے ممتاز محل جس کی قبر آج طرح گاہ خاص و عام اور جس کا حسن شاہجہان کا مسموود تھا وہ مرقی ہے اور بادشاہ مع درباریوں اور حشم و خدام کے لوگ مناتا ہے روتا ہے عزاکے آثار میں طاری ہوتے ہیں، اور سالانہ یادگار اسی غم کی شاہجہان کی زندگی تک منائی جاتی ہے مگر دل کے اندر کو کوئی موقع اعتراض نہیں ملتا، البتہ فرزند رسول کے لیے جو کچھ ہوتا ہے وہ سب بدعت نظر آتی ہے، سبحان اللہ، جو دہائی اور جیاراتی کی نسل جو چاہے کرے قابل گرفت نہیں، مگر فرزندِ مظلوم اگر اہل تشیع کریں تو قابل گرفت ہے۔

گیا ہے عرشِ معلیٰ پر شورِ نالوں کا خدا بھلا کرے آزار دینے والوں کا



**اثبات الحجاب** | رسالہ کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے، بسلسلہ دار التبلیغ امر وہہ شائع کیا گیا جو اس سی شکوہ کا سہرا مولوی سید محمد مجتبیٰ صاحب نوکانوی کے سر ہے، ایسے تاریک محیط میں جیکہ احکام شرعیہ و انوارِ حق کے فنا کرنے کی کوششیں برابری ہیں، امید تو ہے کہ یہ رسالہ شیعہ ہدایت کا کام دے۔ ممدوح نے وجہ حجاب عقل و سنت و کتاب سے ثابت فرمایا ہے، خوب ہے اور بہت خوب ہے، حجم رسالہ تین جزیں ہے اور قیمت صرف پانچ آنے، دفتر شیعہ دار التبلیغ امر وہہ سے طلب کیا جائے۔

**وفات عثمان** | یہ ایک رسالہ ہے جس کا حجم ۴۸ صفحات کا ہے سین جناب مولوی مرزا یوسف حسین صاحب صدر الافاضل نے واقعات قتل عثمان اور اسباب قتل عثمان کو باسلوب شائستہ سلیس اور با محاورہ اردو میں بہتر تاریخوں سے ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ رسالہ دلچسپ ہے اور انجمن حسینیہ ڈیرہ اسماعیل خان کے تبلیغی جذبہ کا نتیجہ جو قیمت صرف دو آنے۔ سید امیر حسین زیدی فخر حسینیہ صاحب کینی ڈیرہ اسماعیل خان صوبہ سرحد سے منگائیے۔

**نظم الہدایہ** | سلسلہ تبلیغ اعجازی کا چھٹا رسالہ ہے، حسین دنیا کے دس مذہب شہورہ کا مقابلہ کیا گیا جو طراناہی اعجاز حسن صاحب بدایونی کے عبور تام اور کوششِ بلیغ کا نتیجہ ہے، آپ کو مذہبِ خود پر کتنا عبور ہے اس رسالہ کے دیکھنے سے معلوم ہوگا۔ رسالہ کا حجم ۸ صفحات کا ہے اور دلچسپ ہے۔ مدرستہ الوعظین کھنڈ سے منگایا جا سکے، البتہ تحریف کے متعلق جو نوٹ مددِ حق نے اس رسالہ میں دیا ہے اس سے کم از کم یقین متفق نہیں۔

## ضمیمہ حدیث قرطاس

خدا کے فضل سے ہمارے مضمون قرطاس ہنوز سفرِ حجاز میں ہے اور دیکھیے کب تک رہے لیکن اس مضمون میں مدد و معاون بہت سی چیزیں ہیں جن کا پیش کرنا ناظرین کی دلچسپی اور تحقیق حق سے خارج نہیں اس لیے میں نے یہ ارادہ کر لیا کہ کچھ ایسی باتیں ضرور صفحات سہیل پر نظر آئی جائیں اور ساتھ ہی انہیں نے دل سے بطور سرگوشی بہ نوید کمدی کہ۔ اذ اعزمت فتوکل علی اللہ پھر کیا تھا اس الہام خاص نے تقسیم ارادہ کر دیا اور فرارادہ یہ ہوا کہ آج قلم کی شاخ میں یہ نثر آگئے جنہیں تحقیق کا مزہ اور ہمت کی شیم سہی ہوئی ہے۔ ولہ الحمد

### زہرۃ الریاض شگوفہ

الہمت کا کوئی محقق مطلع مجھے یہ بتا دے کہ صفحات تاریخ میں حضرت عمر کے متعلق کیا نظر آ رہا ہے اور کیوں؟ میں حضرت عمر سے کوئی ذاتی عداوت نہیں ہے نہ ہم افترا کرتے ہیں نہ جھوٹ تهمت باز ہیں مگر خدائی وجہ سے زبردستی اگر ایسا ہی تحریر کیا سے دل میں کوئی بات پیدا ہو جائے تو مجبور ہی ہے اور بغضِ لہی ابھی چیزیں ہیں لیکن اگر کوئی صاحبِ جواب بن اور اب ہے کون ایک مدیرِ انجم جن کے دل میں خیال ہے کہ وہ عالم بھی ہیں محقق بھی اور کون جواب دے سکتا ہے اگرچہ ان کو بھی یہ یقین ہے کہ شیعوں کا جواب دینے والا صغیر گنتی پر کوئی ہے نہیں جیسا کہ انجم کے صفحہ اول ٹائٹل ہیج پر خود ان کو اعتراف ہے تاہم اگر وہ زور کریں تو انہیں حدیث قرطاس کا وہ قسطلیب خاطر مان لینا چاہیے اور اگر وہ نہ مانیں تو انہیں تا آخر نفس جواب کے لیے تیار رہنا چاہیے اور میں ان کے سامنے یہ بے نظیرہ پیش کرتا رہوں گا وہ یہ سمجھیں گے کہ یہ معاذ اللہ اتنا ہے لیکن مضمون حدیث ہے کہ بہترین ہدایہ کلمہ ہے جو کسی کو ہدایت تک پہنچاتا ہو یا ضلالت سے روکتا ہو لہذا یہ میرا ہدیہ ناچیز نہیں ہے بلکہ چیز ہے۔

لاخیل عندك تهديها ولا تطل غلب سعد النطق اولم يسعد الحال  
 انمقرجی اساعلم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کو کھابات کی حادثہ پڑی ہوئی تھی کہ وہ پیغمبر خدا کی  
 بات بلکہ ارشاد بلکہ امر کو آپ پر بلا تکلف رد کر دیتے تھے اور اس میں آنجناب کو بالکل تامل نہیں  
 ہوتا تھا اور آپ کو مطلقاً طبعو اللہ واطبعوا الرسول کا خیال نہ تھا تھا عمل در آمد تو دیکھنا کہ نہ ہوا  
 کہ آپ اپنی ذات کو اول الامر میں خیال فرماتے ہوں اور باہمی فائل مساوات ہوں اور یہ سمجھتے  
 ہوں کہ جیسے یہ واجب الاطاعت ہیں ویسے ہی میں آئندہ ہوں گا پھر کبھی وجہ تامل حکم نہیں یا کوئی اور  
 سبب ہو جو میں بہ سبب اپنی اطمینان کے جان نہیں سکتا خیر العلم عندا حلالہ درگیا نہ امر کہ وہ کب ایسا  
 کرتے تھے اور یہ افراغت بتان ہے تو میں اس کے ثابت کرنے کے لیے تیار ہوں، سند امام احمد بن  
 حنبل صفحہ ۳۹۳ جلد ثالث مطبوعہ مصرین ہے۔

حدثنا عبد الله حدثني ابی ثنا  
 عطاء ثنا ابو عوانة ثنا الاسود بن قیس  
 عن بنیہ القری عن جابر بن عبد الله  
 قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 من المدينة الى للشركين ليقاتلهم  
 وقال بي عبدالله يا جابر لا عليك ان  
 تكون في نظاري اهل المدينة تحت  
 تعلم الى ما يصير امرنا فاني والله لولا  
 اني تركت نبات لي بعدى لاجبت  
 ان تقتل بين يدي قال فيينا انا  
 في المنظرين اذ جاء ت عمق بابي و  
 خالي عاد لهما على ما ضم فدخلت  
 ترجمہ سلسلہ ذکورہ سے جابر بن عبد اللہ انصاری  
 سے بیچ غزی نے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ  
 جناب رسالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے  
 اس لیے نکلے کہ کافروں سے جنگ فرمائیں میرے  
 باپ عبد اللہ نے مجھ سے یہ کہا کہ دیکھو جابر تم ہاں  
 مدینہ کے دیکھنے والوں میں سے نہ ہونا جب تک  
 تمہیں ہمارے انجام کا علم نہ ہو جائے کیونکہ اگر میں  
 اپنے بعد چند لڑکیاں نہ چھوڑ جاتا تو میری یہ خواہش  
 ہوتی کہ تم بھی میرے سامنے قتل ہو جاؤ۔ ہم اسی  
 انجام کو دیکھ رہے تھے کہ لڑائی کا کیا نتیجہ ہوتا ہے کہ  
 دفعہ میری پہچان ایک اونٹ پر میرے باپ اور  
 میرے امیوں کی کشتیاں دیکھے ہوئے تھیں اور بیچ

بھا المدینۃ لتدفنہا فی مقابرنا  
اذ لحق رجل ینادی الا ان النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم یا مرکم  
ان ترجعوا بالقتلی فتدفنونا  
فی مصارعہا حیث قلت فرجعنا  
بہما فدفناہما حیث قتل ائینما  
انا فی خلافة معاویۃ بن  
ابی سفیان اذ جائنی رجل  
فقال یا جابر بن عبد اللہ واللہ  
لقد اثار اباک عمار معاویۃ  
فیدار فخرج طائفة منہ فایقنہ  
فوجدتہ علی النحو الذی دفنتہ  
لم یتغیر الا مالہ یدح القتل  
او القتل فواریتہ قال  
وتروک ابی علیہ دینا من القبر  
فاشتد علی بعض غرمائہ  
فی النقاضی فانایت نبی اللہ  
فقلت یا نبی اللہ ان ابی صیب  
یومر کذا وکذا او ترک علی  
دینا من القبر واشتد علی بعض  
غرمائہ فی النقاضی فاحب

میں ان کو لے کر داخل ہوئیں تاکہ ہمارے مقبروں میں  
اُن کو دفن کریں اتنے میں پیغمبر کی طرف سے ایک  
منادی نے آکر آواز دی کہ رسول اللہ نے حکم دیا ہے  
کہ شہیدوں کے لاشوں کو لیکر پلٹ آؤ اور وہیں دفن  
کر دو جہاں وہ شہید ہوئے ہیں ہم اس حکم کو سن کر  
ان لاشوں کو لیکر پلٹے اور وہیں لجا کر ان کو دفن کیا  
جہاں وہ قتل ہوئے تھے جب معاویہ بن ابی سفیان  
کا زمانہ آیا تو میرے پاس ایک شخص نے آکر یہ کہنا  
کہ لے جا بر بن عبد اللہ تمہارے باپ کو عمار معاویہ  
قبر میں بھی چین نہیں لینے دیتے یہ سن کر ایک گروہ  
بھاڑا اور میں نے بھی وہاں آکر اپنے باپ کو کھدائی  
پایا جیسا کہ میں نے انھیں دفن کیا تھا میں اتنا ہی تعجب  
تھا جو قتل کی وجہ سے کسی مقتول میں ہوتا ہے وہ لیکر  
میں نے انھیں پھر خاک میں پھپھا دیا جا بر کہتے ہیں کہ  
میرے باپ پر ایک شخص کے خرمے فرض تھے ان  
قرض خواہوں میں سے بعض نے مجھ پر فرض کی طلب  
میں سختی کی میں جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم  
کے پاس حاضر ہوا اور خدمت اقدس میں میں نے  
یہ عرض کیا کہ ای نبی خدا میرے باپ نے فلاں فلاں  
دن شہادت پائی اور اتنا اتنا قرض مجھ پر کرنا میں  
نے وفات پائی ان کے بعض قرض خواہوں نے مجھ

ان تعیننی علیہ لعلہ ان ینظر فی طائفة من تدرۃ الی هذا الصرام المقبل فقال ۛ نعم ایتک انشاء اللہ تم قریبا من وسط النهار وجاء معہ حواریہ ثم استاذن ودخل فقلت لا مراقی از النبی صلی اللہ علیہ وسلم جاء فی الیوم وسط النهار فلا یرتک ولا تؤذی رسول اللہ ۛ فی بیتی شیء ولا تکلمیہ فدخل ففرشت له فراشا وسادة فوضع راسه فنام قال وقلت لمولی لی ذبح هذه العناق وهي راجن ممیمۃ والرحا والعجل افرغ منها قبل ان یستیقظ رسول اللہ وانا معک فلم نزل فیها حتی فرغنا وهو نائم فقلت لا ان رسول اللہ اذا استیقظ یدعوا بالظهور وافی اخاف اذا فرغ ان یقوم فلا یفرغن من وضوئہ حتی نضع العناق

نہایت سختی کر چکی ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ اس قرض خواہ کے گدے میں آپ میری مدد فرمائیے شاید وہ آپ کے فرمانے سے اس فصل کے کاٹنے تک مجھے مہلت دیدے جناب رسالت آپ نے فرمایا کہ اچھا میں انشاء اللہ نصف النہار کے قریب آؤں گا چنانچہ آپ اپنے ساتھیوں سمیت قرین لائے آپ نے اجازت آنے کی طلب کی اور گھر میں داخل ہوئے۔ جاہر کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بی بی سے کہا کہ دیکھو پیغمبر آج میرے گھر نصف النہار میں تشریف لائے ہیں پیغمبر کو کسی طرح کی اذیت نہ ہو اور کوئی کلمہ زبان سے خدمتِ رب میں نہ نکلے پائے یہ کہہ کے میں نے اپنے گھر میں فرش بچھا یا اور پیغمبر کے لیے سہلگائی حضرت نے اپنا سر رکھ کر آرام کیا اور سو رہے۔ اور میں نے اپنے غلام سے کہا کہ یہ بکری جو موٹی تازی ہی ہے کہ بچا پیغمبر اٹھنے نہ پائیں کہ یہ تیار ہو جائے اور میں بھی تیرے ساتھ کام میں مشغول ہوں برا بھم بھی کام کرتے رہے یہاں تک کہ وہ تیار ہو گئی اور ابھی حضرت آرام میں مشغول تھے۔ میں نے اپنے غلام سے کہا کہ پیغمبر بیدار ہوں گے تو وضو کیلئے پانی طلب فرمائیں گے اور میں اس بات سے ڈرتا

بین یدیدہ فلما قام قال یا جابر  
 ایتنی بطهور فلم یفرغ من  
 طهورۃ حتی وضعت العناق  
 عندہ فنظروا لی فقال کانک  
 علمت جتنا لحم ادع لی بابکر  
 قال ثم دعا حواریہ الذین  
 امعہ فدخلوا فضرب رسول اللہ  
 بیدہ وقال بسم اللہ کلو افاکلو  
 حتی شبعوا وفضل لحم منها کثیر  
 قال واللہ ان مجلس بنی سلیۃ  
 لینظرون الیہ وهو احب الیہم  
 من اعینہم ما یقریہ وجعل منہم  
 مخافۃ ان یوذوہ فلما فرغ قام  
 وقاما صحابہ فخرجوا بین یدیدہ  
 وكان یقول خلوا ظہری للملک  
 واتبعہم حتی بلغوا السکنۃ الباب  
 قال واخرجت امرأتی صلیحاً  
 وكانت مستترۃ بستیف فی  
 البیت قالت یا رسول اللہ صل  
 علی وعلی زوجی صلی اللہ علیک  
 فقال صلی اللہ علیک وعلی وجک  
 ہون کہ وضو کر کے حضرت اٹھ نہ کھڑے ہوں قبل  
 اس کے کہ آپ وضو سے فارغ ہوں یہ طعام  
 حضرت کے سامنے رکھ دینا جب جناب رسالت اب  
 بیدار ہوئے تو آپ نے آواز دی کہ جابر وضو کیلئے  
 پانی لاؤ ابھی آپ وضو سے فارغ نہ ہوئے تھے  
 کہ وہ طعام آپ کے سامنے رکھ دیا گیا پیغمبر نے یہی  
 طرف دیکھا کہ اگر گو یا تھیں معلوم تھا کہ ہم گوشت کو  
 محبوب رکھتے ہیں اس کے بعد فرمایا کہ فلاں فلاں  
 کو بلاؤ جب لوگ آئے تو پیغمبر نے ہاتھ بڑھا کر فرمایا  
 کہ بسم اللہ کھاؤ لوگوں نے کھایا یہاں تک کہ وہ میر  
 ہو گئے اور بہت سا گوشت اس میں سے بچ رہا  
 اور بنی سلمہ اسے دیکھ رہے تھے اور وہ ان کی  
 آنکھوں سے زیادہ ان کے نزدیک محبوب تھے  
 کوئی اس خوف سے قریب نہ آتا تھا کہ کہیں آپ کو  
 اذیت نہ ہو۔ جب حضرت کو فراغ ہوا اور آپ  
 اپنے ساتھیوں سمیت اٹھے تو وہ لوگ آپ کے  
 سامنے نکل گئے اور آپ فرماتے تھے کہ میرے پشت  
 ملا کر کے لے خالی رکھو میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چلا  
 یہاں تک کہ دروازے تک پہنچے اس وقت  
 میری بی بی جو پردے میں چھپی ہوئی تھی اس نے  
 اپنے صدر کو نکال کر آواز دی کہ اے خدا کے

ثم قال ادع لي فلا العزمي الذي  
اشتد علي في الطلب قال فجاہ  
فقال ايسر جابر بن عبد الله يعنى  
الى الميسرة طائفة من دينك لا  
على امية الى هذا الصرام للقيظ قال  
ما انا بفاعل واعتل وقال تاھو  
مال يتامى فقال اين جابر فقال  
انا ذار يا رسول الله قال كل له فان  
الله عز وجل سوف يوفيه فقطر  
الى السماء فاذا الشمس قد دكلت  
قال الصلوة يا ابا بكر فاندفعوا الى  
المسجد فقلت قرب او عيتك  
فكلت له من العجوة فوفاه الله  
عز وجل وفضل لنا من التمر كذا  
وكذا فاجتاسعى الى رسول الله  
صلى الله عليه وسلم في مسجد كافي  
شرارة فوجدت صلى الله عليه وسلم  
قد صلى فقلت يا رسول الله ص  
الم تر اني كلت لغريمي ثمرة فوفاه  
الله وفضل لنا من التمر كذا وكذا  
فقال ابن عمر بن الخطاب فجاہ

رسول میرے لیے اور میرے شوہر کے لیے دعا کرتے  
جلے خدا آپ پر درود بھیجے۔ پیغمبر نے موافق ہو کر  
اس کو دعا دی اس کے بعد فرمایا کہ اُس قرض خواہ  
کو بلاؤ جو تم پر قلعہ بین شدت کرتا ہے۔ چنانچہ وہ  
آیا آپ نے فرمایا کہ جابر کو اتنی مہلت دیدے کہ  
ان کا ہاتھ کشادہ ہو جاوے اور یہ آنے والی فصل  
کٹ چکے۔ اس نے انکار کیا اور حیلہ حوالہ کرنا شروع  
کیا اور کہا کہ یہ یتیموں کا مال ہے آپ نے فرمایا کہ  
جابر کہاں ہے میں نے کہا یا رسول اللہ میں موجود  
ہوں فرمایا کہ اچھا تمھارے پاس جو خرے ہیں انہیں  
سے اپنا شروع کر دو خدا اس کے قرضہ کو بھی سے  
پورا کر دے گا میں نے آسمان کو جو دیکھا تو آفتاب کا زل  
ہو گیا تھا آپ نے فرمایا کہ ابو بکر اب نماز کا وقت گیا  
لوگ مسجد میں گئے اور میں نے اپنے قرض خواہ سے کہا  
کہ اپنے برتن لاؤ اور میں نے پیما سے اپنا شروع کر دیا  
خداوند عالم نے وہ قرضہ پورا کر دیا اور میرے لیے  
اس میں سے خرے بچ رہے ہیں دوڑتا ہوا راستہ تک  
کے پاس شرارے کی طرح مسجد میں پہنچا حضرت ابو  
نماز مجھ کے کچے تھے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں  
خرے اُسے تول دے اور خدا نے قرضہ پورا کر دیا  
اور اتنا اتنا خرما بچ رہا ہے فرمایا کہ عمر بن خطاب

یہوول فقال سل جابر بن عبد اللہ  
عن غریبہ وتمرہ فقال ما انا بسائلہ  
قد علمت ان اللہ عزوجل سوف  
یوفیہ اذا خبرت ان اللہ عزوجل  
سوف یوفیہ اذا خبرت ان اللہ  
عزوجل سوف یوفیہ فکرو علیہ  
ہذہ الکلمۃ ثلث مرات کل ذلک  
یقول ما انا بسائلہ وکان لا یرجع  
بعد المرۃ الثالثۃ فقال یا جابر واصل  
غریبک وتمرک قال قلت وفاء اللہ  
عزوجل وفضل لنا من التمر کذا وکذا  
الی مرانہ فقال لم اکن فہیتک ان تکلمی  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت  
اکتب تظنی ان للہ عزوجل یورد رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بلیق ثم یخرج و  
لا اسئلہ الصلوۃ علی علی زوج قبل ان یموت  
سہیل اس خبر من جو کچھ ہے وہ صحاب نظر پر مبنی نہیں ہے اور ناظرین کو اس میں ایک سطحی نظر کی ضرورت  
ہے کیونکہ وہ ایسے واضح امور ہیں جن میں مزید غور کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت عمر کو حکم دینا اور خصوصیت سے حکم دینا کہ تم جابر سے پوچھو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بزرگ  
ہمیشہ حضرت کی نظر میں شاک نظر آتے تھے اور گویا آپ کا خیال تھا کہ انہیں آپ کے معاصی میں شہید ہوا  
کرتا ہے اور بید نہیں اگر آپ کا ایسا خیال ہو کہ یہ مقام حدیبیہ میں جس کا ذکر اسی باب میں آئندہ آئے گا



اُسے گا حضرت عمرؓ سے کچھ ایسی باتیں موقع طور میں آئی تھیں جس سے پیغمبرؐ کے دل میں ایسے خیالات کا پیدا ہونا بعید نہ تھا لیکن صاحب وحی کے دل میں ایسے خیال نہ آج قوت متوہم نہیں ہو سکتے بلکہ وہ ہرگز کبھی واقعیت سے خالی نہیں ہوتے تھے چنانچہ حکم دینے پر وہی معاملہ ظاہر ہوا جو کسی شاکہ الہی سے ظاہر ہو سکتا ہے تین مرتبہ پیغمبرؐ کا حکم دینا اور تین مرتبہ مخالفت یہ وہ درجہ ہے جس سے بالاتر درجہ مخالفت ممکن نہیں ایک خطا دو خطا آخر -

اور تنہا رسول ہی کی مخالفت نہیں ہوئی بلکہ قول خدا طیبہ الطیبہ "الرسول" کی بھی مخالفت ہوئی اور تین مرتبہ جس کو مخالفت ہو کہہ کہیں تو بیجا نہیں ایسا شخص "حسن کتاب اللہ" کے تو سو اخذہ باطل کے اور اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

جناب راءتاب نے اس سوال کے فعل رجحان کو اس طرح ثابت کر دیا کہ جب حضرت عمرؓ نے پوچھا و حضرت نے خود پوچھا تاکہ طاع کا حکم حق ہو اور کوئی عمر پرست یہ جواب دے سکے کہ چونکہ ان کو یقین تھا اس لیے پوچھنا بے غرض تھا کیونکہ پیغمبرؐ سے زیادہ کس کو یقین ہو سکتا ہے مگر مذکور بھی اپنے پوچھا - پھر اگر کوئی غرض نہ ہو تا جب بھی تمہیں حکم رسولؐ خود ایک غرض ہمہ ہے جس کا ضابطہ ہونا اہل ایمان کی نظروں میں قیامت ہے گو عمرؓ پرستوں کی نظروں میں یہ کچھ نہ ہو۔

اب جب اس معتبر روایت سے ثابت ہوا کہ جب حضرت عمرؓ کی یہ عادت تھی کہ تین مرتبہ کہنے میں عصیان فرماتے تھے تو حدیث قرطاس میں تو ایک ہی مرتبہ کا غزو قلم و دوات لائے کا حکم دیا اس کی مخالفت تو اس بڑے صحابی کی نظر میں کوئی چیز نہیں معلوم ہوتی ہوگی پھر ان کے انصار کیونکر اس مخالفت پر پروے ڈال سکتے ہیں۔

**ہفت بند زہرا** جناب سید فضل رسول صاحب پھر سری قم الکتابی نے ایک ہفت بند مدح سیدہ عالمینؓ (زہراؓ) فارسی، ہفت بند کاشی کے انداز پر نظم فرمایا ہے، بہت خوب ہے، اور جذبہ تولا کا نتیجہ اس اور محرک عام ہے خدا ممدوح کو ہر جہیل عنایت فرمائے جو ہری محلہ کفو مکان ممدوح سے طلب کیجئے۔

## تفریح طبع

### شامل ترندی اور اخلاط شکوری

ضروری کام میں مشغول تھا اتنے میں مشام فکر میں ایک اجنبی بو آئی تو مجھ کی تو پرچہ انجم آیا ہوا  
 سامنے دکھائی دیا جو ۵ و ۱۶ بیچ الاول ششم کا تھا یہ معلوم تھا کہ اس خرمین میں قابل تہذیب نفوس قدسیہ کوئی  
 چیز نہ ہوگی۔ اس لیے دل و دماغ کسی طرح بھی متوجہ نہ ہوتے تھے لیکن سہیل کے لیے زاد سفر  
 فراہم کرنے کیلئے قوت قسرت کے بدولت نگاہ کی توانا عمل سیاہ کے سوا کچھ نظر نہ آیا اور مناظروں کی  
 حکایت کرتے ہوئے۔ انا الغالب کے نعروں کے سوا کچھ نظر نہ آیا مدبر صاحب کس قدر ہوشیار  
 بزرگ ہیں کہ وہ کسی کی تعریف کے محتاج نہیں ہیں پرچہ اپنا تحریر اپنی ثنا اپنی جتنی تجدین مطلب ہیں  
 اور جس قدر مدح کے فقرے مطلوب ہوئے وہ سب اپنی شان میں لکھ لیے اور اس بات کے منظر ہتے  
 ہیں کہ کوئی مرتد المزاج کافر اقلب یہ کہ اٹھے کہ۔ انت کما اختلفت علی نفسك صائب نے  
 اس موقع پر کچھ کہا ہے لیکن اسے کون کہے۔ اگر کسی کو فرصت ہو اور اُن واقعات کی تھنیں کرے  
 جو درج انجم ہیں تو اس کو معاملہ ملی طرف انقیض دکھائی دے گا۔ پنجاب کے پر فائدہ سفر میں یہ  
 ایک عجیب بات درج ہے جو بلفظہ ناظرین سہیل کے سامنے پیش کی جاتی ہے صفحہ انجم  
 قلعہ الہک میں ایک مٹی نے مجھ سے آکر مسئلہ پوچھا کہ کیا سید کی لڑکی کا نکاح اتنی کے ساتھ  
 ہو سکتا ہے اس سوال کو سن کر جس قدر مجھے افسوس ہوا ظاہر ہے بڑی مشکل سے میں نے اُس کو سمجھایا  
 کہ سید بھی اتنی ہے رسول خدا پر ایمان لانا احکام شرعیہ کی پابندی کرنا جس طرح سب پر فرض  
 ہے اسی طرح اس پر بھی فرض ہے پھر میں نے اس کو بتلایا کہ سید کو اتنی نہ سمجھنا رسول خدا کی رسالت  
 عامہ کے انکار کا مراد ہے اور اس میں اندیشہ کفر ہے "سہیل خیر سوال سائل جو کچھ تھا اس میں کوئی  
 افسوس کا مقام نہ تھا بلکہ خدا کے فکر کرنے کا موقع تھا کہ سائل کے دل میں اجلال اولاد نبی اور احترام

خاندان نبوت بسا ہوا تھا اور اسی بنا پر اُس نے یہ سوال کیا اس کا مقصد بظاہر یہ تھا کہ کنویت شرط جواز نکاح تو نہیں لیکن آپ اس لیے بظاہر متاسف ہیں کہ اب تک قلوب میں کیوں اس قدر سادات کا احترام علی رغم الف باقی ہے ناظرین کرام پر یہ بات غنی نہیں ہے کہ اس کا جواب صحیح یہ تھا کہ کمند یا جانا کہ کنویت نکاح میں شرط نہیں ہے کسی بلند خاندان کی لڑکی کسی دھنیے جو لاہے کو نکاح صحیح دی جاسکتی ہے و بالعکس۔ بس کافی تھا اُمتی کھنے سے کیا فائدہ ہوا ایمان وہ سائل غریب کب کہتا تھا کہ سادات رسول کی امت میں نہیں ہیں تاکہ آپ امتی ثابت کر کے فائدہ پہنچاتے وہ تو اولاد رسول کا خیال کرتا تھا اس کا طاف سے وہ اسے مستبد سمجھتا تھا آپ بُرا نہ مانے گا میں آپ کو سادات اور غیر سادات کا فرق سمجھاؤں اگر آپ فرمائیں کہ انا نعبداً ما وجدنا علیہ اباؤنا تو غلط ہے اور اگر سادات کہیں تو قطعاً صحیح ہے یہ فرق بڑا فرق ہے اور قابل کا فرق ہے اس ہمارے لطیفہ کو سلسلہ بالامین لجائیے تو اور بھی واضح نظر آئے گا خیر حاصل یہ ہے کہ سادات کی عظمت جو خدا نے قائم کی ہے وہ کسی طرح جا نہیں سکتی چاہے آپ ان کو اُمتی کہیں یا سادات فافہم پھر فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو بتلایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان کے ساتھ کر دیا تھا اور حضرت علی نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کا نکاح جو خاص حضرت فاطمہ کے بطن مبارک سے تھیں حضرت عمر فاروق کے ساتھ کیا تھا۔

اس میں اس کی پیش کرتے ہیں جس کی پیش چاہئے ابراہیم نے

سہیل آپ جو کچھ بھی فرما رہے ہیں وہ من سمجھتا ہے اس کے لیے سہیل میدان میں آنے کیلئے تیار ہے اس میں سوال کی جگہ ہے کہ وہ دو وزن لڑکیاں صلب رسالت آپ سے تھیں اس کا تاریخی ثبوت (۲) یہ کہ دو وزن عقد حضرت عثمان کے کس حالت میں ہوئے (۳) یہ کہ کفر اس زمانہ میں قادح جواز نکاح تھا یا نہیں (۴) یہ کہ امیر المومنین نے یہ نکاح خود کیا (۵) یہ کہ جو کر بلا کے واقعہ میں لشکر شام کے ہاتھوں امیر ہوئی تھیں وہی تھیں یا کوئی اور (۶) سو یہ شام کا تحت نشین حضرت عمر کی وجہ سے ہوا یا کچھ اور (۷) کر بلا کے واقعہ کے زمانہ میں عبداللہ بن عمر زندہ تھے یا نہیں (۸) یزید پر کسی نے یہ الزام دیا تھا کہ حضرت عمر کی زوجہ کو کیوں قید کیا؟

(۹) آپ کے کسی قائل نے یزید پر اسوجہ سے سنت کی کہ اس نے خلیفہ دوم کی ہشک عزت بعد موت کی (۱۰) کسی کلام اور خطبہ میں حضرت ام کلثوم نے اس مطلب کا اشارہ کیا ہے (۱۱) شیخون کی کس کتاب کی روایت سے احتجاج کیا ہے اور وہ کیا عبارت ہے (۱۲) اس کے وہ صحیح معنی جو تم سمجھتے ہو ہیں بھی سمجھا دو۔ تمہاری کتاب میں تو بھی کچھ ہے لیکن ہم بھی تو اسے ماننے کے قابل سمجھیں۔

خیر صرف یہ تک اسی طرح کے ہوا تو میں اس کے سوا خیر کو کوئی چیز نہ ملی اس نے اپنا ایک رسالہ درج کر کے انجم کا پرچہ تیار کر لیا میرے خیال میں مدیر موصوف نے طالب علمی کے زمانہ میں میاچی کے بنائے ہوئے الفاظ کچھ یاد کر لیے تھے وہی اس ترجمہ میں مندرج ہیں اور اگر اس زمانہ کے تجربہ کا نتیجہ ہے تو آپ کے علمی سواد پر ایک تیر روشنی پڑتی ہے ہم اس مضمون میں اس ترجمہ پر اصلاح دینا چاہتے ہیں مگر ہے کہ روح ترمذی بھی ممنون ہو اور شاید مدیر کو بھی غلو پہنچے اور اُسید ہے کہ ناظرین بھی دام تو پر جہالت سے محفوظ رہیں۔ واللہ الموافق صفحہ ۱۳۸

اذا مشیٰ يتكفأ ترجمہ دیکر جب چلتے تھے تو قدم اٹھا کر چلتے تھے "بھلا ناظرین خود ہی غور فرمائیں کہ انسان جب چلتا ہے تو ضرور ہی قدم اٹھاتا ہے یہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے جسے شال تہی میں ذرہ برابر بھی دخل ہو یہ بات عرب کی جہالت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے ہم اس کی تحقیق کرتے ہیں تاکہ سہیل کا دائرہ انجیل ہونا اور انجم کا طالب الیل ہونا سب کی سمجھ میں آجائے وہو للعین صاحب صراح لکھتے ہیں تکفأت المرحۃ فی مشیتہا ای تجبیرت یعنی تا و تا و لان رفت۔ مجمع البحار انت حدیث میں ہے تکفای یضع القدم من الارض ثم یضعها ولا یسمع قدمہ علی الارض کشی المتنجس وغیرہ کان اذا مشیٰ تکفأ تکفای تمایل الی قدام و فی النہایۃ و فی صفۃ مشیہ عتلیہ الصلوۃ والسلام کان اذا مشیٰ تکفی تکفای تمایل الی قدام الخ تمام مبارکون کا محصل یہ ہے کہ حضرت کی چال

میں ایک قسم کا میل تھا جو ممکن ہے کہ اردو زبان میں بھی سننے کی تفسیر سے ادا ہو جاوے یہی بات کو صاحب مع الجمار نے اپنی اس عبارت میں ادا کرنا چاہا ہے تھکلاً بالحصرة وقد تترك ائصال  
یمیناً و شمالاً کا السفینة یعنی چلنے میں وہنے اور یائین جھکتے تھے مگر حضرت کی مثال میں  
یہ جھکاؤ آگے کی طرف ہوتا تھا جس کی تفسیر ہم نے جو سننے سے کی ہے بہر حال ترجمہ میرا انچ فاطمہ ہے  
ایضاً صفحہ ۲۷ بعیدہا بین المنکبین ترجمہ میرا ”دونوں شانوں کے درمیان میں کچھ  
فصل تھا“ مجھے میرا کسی ایسے آدمی کو دکھلا دے جس کے دونوں شانوں میں کچھ فاصلہ نہ ہو۔ بھلا  
یہ بھی کوئی ترجمہ ہے جس کو لفظ سے کوئی لگاؤ نہ ہو۔ مغفہ مشن الکفیرو والقدمین  
دونوں تھیلیاں اور دونوں قدم کشا دیتے۔ ”ویریک میں اس کے مخموم تک پہنچنے کے لیے  
متفکر ہا لیکن تو بہر اورد سمجھ میں آئے تو کیونکر تھیلی اور قدم کی کشادگی کے کوئی معنی ہوں جب تو  
سمجھ میں آئیں۔ قال فی جمع البخاری صفتہ صلی اللہ علیہ وسلم مشن الکفین  
والقدمین ای انہما یمیلان الی الغلط والقصور و قیل ہو من  
فی اناملہ غلط بلا قصر و یحمد فی الرجال لانہ اشد  
لقبضہم و یذمر فی النساء

یعنی آپ کے ہاتھ اور پاؤں میں گونہ سننے لگتی اور چھوٹا پن بھی تھا اور بیضوں نے کہا ہے کہ صفت  
اُس شخص کی ہے جس کی انگلیاں سخت ہوں مگر چوٹی نہ ہوں یہ صفت مردوں میں بھی ہوتی ہے  
اور مردوں میں بُری۔

بجائے مقصود اور کجا ترجمہ میرا ہم۔ ایضاً صفحہ ۳۰ عن ابی السعد بہذا الاسناد  
نحو مبعناہ کا ترجمہ یوں کیا ہے ”حدیث سابق ایک دوسری سند سے دو کہتا ہے جھٹا  
الاسناد آپ فرماتے ہیں تھوڑے تھوڑے تھوڑے ساتھ“ ولہ واہ بجان اللہ۔

ایضاً صفحہ ۳۰ وکان ربعہ من القوم اس کا ترجمہ فرماتے ہیں ”آپ کا تمام قوم میں  
نہو سٹ تھا“ یعنی یہ مقصود ہے کہ آپ کے سوا قوم میں کوئی دوسرا آدمی میانہ قدر تھا ہی نہیں یہ ایک

عجیب بات ہے جس پر عبارت کو دلائل مطابقی ہے نہ التزامی نہ نفسی ترجمہ یہ ہے کہ آپ مولانا  
 میں متوسط المذہب آپ بکھر رہے گے کہ مردوں میں کس چیز کا ترجمہ ہے لیکن آپ تھوڑا صغیر کریں گے  
 تو ہنگام جائے گا صغیرہ اذامشی تقلع کا نا یخطفی صلب جب پلٹے تھے  
 تو اس طرح کہ گویا بلندی سے پستی کی طرف اتر رہے ہیں "اس میں دیر نہ بھاسے کہ یخطفی صلب  
 یہی تقلع کے معنی ہیں حالانکہ یہ غلط ہے تقلع کے معنی یہ ہیں کہ قوت کے ساتھ زمین سے پاؤں اٹھا  
 جائیں جو مردوں کی شان ہے نہ زری سے جو عورتوں کا شیوہ ہے قال فی مجمع البصار اذا  
 مشی تقلع اراد قوۃ مشیہ کا نہ یرفع رجلیہ من الارض دفعا قویا  
 لاکن یشی اختیالا و تقارب خطاۃ تمنع ان یمشی مشی النساء  
 صفحہ ۱۰ اذ اللتفت التفت مفا جب کسی طرف دیکھتے تو پوری نظر سے دیکھتے (یعنی  
 گوشہ چشم سے دیکھنے کی عادت نہ تھی) حدیث میں ہے اذ اللتفت التفت جمیعاً حضرت کو  
 تحریف و تصحیف کی عادت ہے لہذا جمیعاً کو معاً سے تعبیر فرمائی۔ ترجمہ اگر یہ کیا جاتا تو اچھا ہوتا مگر  
 مولانا کو کسی چیز کو نہیں دیکھتے تھے بلکہ تمام جسم ہی طرف کو ہوتا تھا بعد ہر دیکھنا پاتے تھے منفرجہ واکو صم  
 ع عیدہ اس کا ترجمہ یہ ہے آپ اپنے قرابت والوں کے ساتھ صلب سے زیادہ سلوک کرتے تھے  
 میں لکھا ہوں کہ اگر وہ نیلے علمی ہیں کوئی شخص بھی اس ترجمہ کو صحیح سمجھے یا اس کی تعویب کرے تو میں  
 اپنے مجرم ہونے کا اعلان کر دوں گا لیکن اگر یہ غلط ہو تو میرا انجم کو چلے کہ وہ پھر سر سے اپنے دین  
 وندیس کو جاری کریں اور کسی کتب میں بیخبر کو تسلیم حاصل کریں اور اس کے بعد ان کے لیے لب کشائی کا  
 موقع حاصل ہو سکتا ہے ہم آپ کو اس جگہ کے معنی بتائیں اور وہ یہ ہیں کہ آپ کا نام مشیرہ نام  
 تہائل میں کریم ترخا یہ آپ کی درجہ باصفا قبیلہ و مشیرہ ہے لفظی ترجمہ یہ ہوا کہ آپ ان سب سے زیادہ  
 باصفا و مشیرہ بزرگ تر تھے نہ فاضلہ تاکہ آپ ان کو مکہ عند اللہ اتقاکم  
 کے صحیح معنی کہ سکین باقی آئندہ۔

## نارحامیہ لکرامیہ

### تحفہ رد امامیہ

حکیم حافظ عبد الشکور حنفی الہی مرزا پوری جو کبھی دیرنچم کا جہم لیتے ہیں اور کبھی مرزا پوری ہو جاتے ہیں انھوں نے ایک رسالہ النجم نمبر ۱۵-۱۹-۲۰ جلد ۲ میں شائع کیا ہے اور اس کا نام ”تحفہ امامیہ“ رکھا ہے اس رسالہ میں شیعوں سے سوالات کیے گئے ہیں اور ان کا جواب لکھا گیا ہے، تحریف قرآن کی مادہ کچھ ایسی بڑی کہ جو عبارت بھی نقل کریں گے وہ محرف ضرور ہوگی، خیر حق کے منبع اور باطل شکن افراد جوابات دیتے ہوئے ان تمام مذہبی رازوں کو کھول کے رہیں گے جن پر دولت نے پردہ ڈالے تھے اور دنیا پرستی نے ان پر حجاب ڈالنے کی کوشش کی تھی، اہم ہر سوال کو لکھ کر اس کا جواب علیحدہ علیحدہ نذر درمیں سہیل کریں گے۔

تحفہ امامیہ سوال نمبر ۱ ”دیفرق اسلامی کے مقابلہ میں آپ کا کوئی مخصوص مذہبی نام ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس خاص مذہبی نام سے مخاطب کروں؟ اگر ہے تو وہ اسمِ رافضی ہے یا شیعہ یا دونوں؟ پہلی اور تیسری صورت میں پھر شیعوں اپنے اسمِ رافضی سے کیوں ناراض ہونے لہیں؟ دوسری صورت میں آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے کہ جب ابو بصیر نے ایک دن حضرت امام جعفر صادق سے عرض کیا کہ مخالفوں نے ہمارا نام بہت بُرا رکھا ہے تو امام نے فرمایا کیا وہ نام رافضی ہے ابو بصیر نے کہا یا ان امام نے فرمایا خدا کی قسم تمہارا نام (رافضی) مخالفین نے نہیں رکھا بلکہ (دخو) اللہ نے رکھا ہے“

سہیل :- فرق اسلامی سب بعد کو پیدا ہوئے اور ہمارا مذہب ابوقت سے ہے جیسا سے اسلام کی نیوٹری اور وحدانیت کی تبلیغ دنیا میں ہوئی ان من شیعہ کا جو اہم پر نظر کرو اور سمجھو کہ عمرو ابو بکر و عثمان کے پہلے خداؤں کو جس شخص نے توڑا تھا اور ذلیل کیا

تھا وہ ایک شیعہ ہی تھا اور یہ خدا کا رکھا ہوا نام ہے۔ نہ تمہارے مذہب کی طرح معاویہ کا رکھا ہوا۔  
 وفي سنة احدى واربعين فسمي عام السنة والجماعة لان الامّة  
 اجتمعت فيه بعد الفارقة على امام واحد <sup>سنة</sup> من بني هاشم  
 نام رکھا گیا کیونکہ اس کے بعد افران امام واحد پر اجماع کیا، معلوم ہوا کہ یہ نام صفحہ ہستی پر اس سے پہلے  
 نہ تھا اور <sup>سنة</sup> من بنی ہاشم علی پر اس کی نیورکھی گئی۔

”اب غالباً تعین معلوم ہو گیا ہو کہ ہم شیعہ ہیں اور ہمارا نام خدا کا رکھا ہوا نام اور یہ تو ایسی  
 شہور بات ہے کہ تمہارے علماء اس کو جانتے ہیں مگر تمہاری جہالت تعین اپنے علماء کے حالات  
 سے غافل بنائے ہوئے ہے، کون سوچے تمہارے علماء کی عبارتیں لکھتے ہیں تاکہ تم ہم سے اب  
 یہ سوال نہ کرو کہ تمہارے مذہب کا نام کیا ہے“

الشيعة اى الذين شايعوا عليا      ”شیعہ“ یعنی وہ لوگ جنہوں نے امیرالمومنین  
 بعد رسول الله لنص اما جليلا واما      علی ابن ابی طالب کا ساتھ دیا رسول کے بعد اور  
 خفيا واحتقدوا ان الامامة لا تنحصر      ان کی خلافت کو نص علی یا خفی سے مانا ان کا اعتقاد  
 عنه وعن اولاده وان خرجت فاما      ہے کہ امامت ان سے اور ان کی اولاد سے نہیں  
 بظلم يكون من غيرهم واما      محل سکتی اور اگر نکلے گی تو یا کسی کے ظلم سے اور  
 ببقية منه ومن اولاده شرح موقف ص ۱۲۲      یا نقیض کی وجہ سے (جو ظلم کی وجہ سے کرنا فرض ہے)

شيعة الرجل ابتاعه وانصاره      ”شیعہ“ پیرو اور پیروی کرنے والوں کو کہتے ہیں  
 وقد غلب هذا الاسم على كل من      اور اب یہ نام غالب طور سے اس شخص پر بولا جاتا ہے  
 يتولى عليا واهل بيته حتى صار      جو علی اور ان کے اہلیت کا دست اور محب ہو اب  
 لاسما لهم خاصة      یہ لفظ ”شیعہ“ اس شخص (فرقہ) کا نام ہو کہ



شیعة الرجل بالكسر اتباعه "شعبہ" کسی شخص کے پیرو اور درگاہ کی  
وانصاره هوادران اولاد فاطمہ بن اور ہوا داران اولاد فاطمہ اس سے مراد ہے  
رضي الله عنهم "صحابہ"

بن -

وقد غلب هذا اسم علي من يزعم انه يتولى عليا واهليته  
یہ نام ظہبی حیثیت سے اہل بیت کا ہے جس کا  
خیال یہ ہو کہ وہ دو سندھ میں اور اہل بیت ہے  
..... فاذا قال فلان من الشيعة  
جب یہ کہاجائے کہ فلان شخص شعبہ ہے تو اس سے  
عرف انه منهم "نہا یہ ابن اثیر"  
یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ گروہ مجتہدین علی بن ہر

الشيعة هم الذين شايعوا عليا عليه السلام على الخصوص و  
"شعبہ" گروہ ہے جس نے علی کی پیروی کی  
اور ان کے امامت و خلافت کے قائل بن کر  
اعتراف سے ہوئے وہیں علی ہو یا بن علی ہو اور  
اس بات کے قائل اور معتقدین کہ خلافت ان کی  
اولاد سے نہیں مل سکتی مگر یا تو علم سے اور یا ظہبی  
حالت میں ..... یہ گروہ قولا اور عملا  
فعلًا اور قولًا ودفن حاتم بن محمد ہے الحوال  
تقریر میں نہیں، اگر تلمیذ ہو۔

وفي ترجمة الحسين المعروف بالشيعة  
"شعبہ" بنیت ان لوگوں کی طرف سے ہے  
ابراہیم بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کے  
وہ سندھ میں -

هذه النسبة الى من يتولى شيعة  
الامام علي بن ابي طالب ابن خلكان عليه السلام

عجب ہے کہ مخالفے طلبہ ہمارے مذہبی نام سے وقف ہیں مگر گوہار مذہبی نام نہیں علوم  
خدا بہتر ہے خیالی سے تم نام لیتے ہو سے ڈرتے ہو بیرو حال ہمارا وہی مذہبی نام ہے جو تمہارے  
طلبہ جانتے ہیں یہ سوال اگر تم بھی بڑے لکھے سے اپنے یہاں کے کرتے تو وہ بھی جواب دے جاتا  
لب رہ گیا "راضی کا جگڑا اس سے ہم بالکل نہیں تھا ہوتے تم حقوق سے کہو البتہ  
ہم تم کو غارتگی کہتے ہیں تو تم البتہ چراغ پا ہوتے ہو حالہ کہ تم یہودی ہیں کائنات اتنا راہ انداز لگا۔  
اب سنو کہ "رضی" کے سنی ترک کرنے کے ہیں اچو نکہ ہمارے فرقے نے تمہارے بچا  
ہوے خانہ ساز خلفا کو ترک کر دیا لہذا تم ہمیں راضی کہنے لگے، درحقیقت اس میں بے مذمت کے  
مدح نکلتی ہے کہ بلوچ و کش و دولت ہمارا فرقہ وہی تھا جس نے اس خلافت خانہ سلطرت  
ماری اور اسے ترک کر دیا۔

یہ وہ گروہ جو کسی امیر کی امامت سے گردن تابی کو سے وہ راضی کہلاے گا جیسے ہمارا فرقہ ہیں  
امارت خلافت کی تسلیم کرنے سے انکار کیا اور جیسے اصحاب بنی جنہوں نے امارت عثمان کو نہ مانتے ہو  
ابنیں قتل کر دیا اگر حضرت عثمان کی طرف نسبت دیتے ہو ان اصحاب بنی کو دیکھو گے تو وہ بھی  
راضی کہے جانے کے مستحق ہیں۔

اب غالباً تم سمجھ گئے ہو کہ ہم کوشیدہ کیوں کہتے ہیں اس لیے کہ ہم نے رسول اور اس کے  
اہلبیت کا ساتھ دیا، اور ہمیں راضی کیوں کہتے ہیں اس لیے کہ ہم نے ابو بکر و عمر و عثمان کی خلافت کو  
... مسترد مانتہ سمجھا۔

دو گئی امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث وہ حقیقتاً بالکل ٹھیک ہے اگر باطل پرستوں  
کی سمجھ میں نہ آئے تو حدیث کا کیا تصور ہے جب امام سے سوال کیا گیا تو امام نے جو کچھ فرمایا بالکل  
صحیح تھا کہ یہ نام خدا کا رکھا ہوا ہے اور اس کا شوق بھی امام علیہ السلام نے دیا مگر تم نے ان نام  
مہمانوں کو حذف کر کے ایک تھوڑی سی عبارت جو تمہارے مطلب کے موافق تھی کہ وہی باب  
پوری حقیقت ہے سنو اور اگر تم اس کو کہہ نام خدا کا رکھا ہوا نہیں بد کر سکتے ہو تو تمہارے شجاع

کام ایک رو کر فو۔

فقال ابو عبد الله الرافضة قال

قلت نعم قال لا والله ما هم سموكم

بل الله سماكم اعلت يا با محمد اسبع

رجلا من بني اسرائيل رفضوا فرعون

وقومه لما استبان لهم ضلالهم

فلحقوا بموسى عليه السلام لما استبنا

لهم هذا فسموا في عسكر موسى

الرافضة لانهم رفضوا فرعون

وقومه وكانوا اشد اهل ذلك العسكر

عبادة واشد هم حبال موسى وهارون

وذريتهما فوحى الله عز وجل الى

موسى ان ائتبت لهم هذا الاسم

في التوراة فاني قد مسبتهم

به وبخلتهم اياه فاثبت موسى

عليه السلام لهم فم ذكر الله

هذا الاسم حتى نحلكموه

يا با محمد رفضوا الخيرو

رفضتم الشر

حضرت ابو عبد الله نے فرمایا کہ ”رافضہ“

کہا ”ہاں“ تو یا خدا کی قسم یہ نام انہوں نے نہیں

رکھا بلکہ یہ نام خدا والا عالم نے رکھا ہے کیا تم نہیں

جانتے اسے بلکہ کہ شستر آدمیوں نے فرعون اور موسیٰ

قوم کو ترک کر دیا جب ان کو فرعون کی طرف سے سلام دیا

اور ان لوگوں نے جناب موسیٰ کی پیروی کی کئی شے

کی اور ان سے تمسک ہوئے کیونکہ انہیں جناب موسیٰ

مذہب پسند آیا لہذا موسیٰ کے بھکرواؤں نے انکو

نفی ”رافضہ“ سے بھرا کیونکہ انہوں نے فرعون کی مذہب

کو ترک کر دیا تھا۔ یہ لوگ (رافضہ) سے زیادہ

عبادت گزار اور سے زیادہ موسیٰ سے محبت کرنے

والے اور ہارون کو چاہنے والے اور انکی ذہبت کو

لہذا خدا نے وحی کی جناب موسیٰ کو کہ اس نام کو

(رافضہ) تو ریش میں ثبت کر دین کیونکہ اس نام سے

تسمیہ میں نے کیا ہے (یعنی خدا نے) پس اے ابو محمد

یہ نام موسیٰ نے ثبت تو ریش کیا۔ تم لوگوں کو ترک کو

ترک کیا اور خیر کا ساتھ دیا اور فرعون نے خیر کو ترک

کرنے کے ساتھ دیا۔

اب تو تم کو معلوم ہوا کہ روغن کون لوگ تھے موسیٰ کی محبت کرنے والے روغن تھے اور

یہ خدا کا رکھا ہوا نام تھا اور فرعون کی گروہ بھی اس نام سے نفرت کرتا تھا جس طرح آج تک۔

حق واقعی کا فیصلہ یہی ہے ہو سکتا ہے خدا کو انبیاء سے خدا سے کون محبت کرنے والا ہے اور فرشتے  
شکر کا بیج کھلے ہے۔

تھا یا یہ اضافہ کہ ابو بکر نے کہا ”ہمارا نام مسلمانوں نے بٹھایا رکھا ہے“ اس کا پتہ کہیں تھا  
سے نہیں چلتا نہ ابھی میرے خوارج کو مسلمانوں کے قب سے یاد کیا جلا فرحتی مذہب کے پیروں کو  
ابو بکر شخص مسلمان کے قب سے کہیں نہیں کرنے لگا تھا اگرچہ ہو تو ابو بکر کا یہ قول ثابت ہو۔

### سوالی

الہنت | تھا یا نام کس نے رکھا کیا رسول کے حمد میں یا ظلمے خانہ ساز کے وقت میں تم  
اس نام سے پکارے جاتے تھے اگر ایسا ہو تو نقلی یا اصلی ثبوت دو۔ (۲) تھا یا یہ نام یہی  
حقیقت رکھتا ہے یا دنیاوی کیا الہنت اور خارجی میں کوئی فرق ہے اگر نہیں تو تم خارجی کہنے  
سے کیوں ناراض ہوتے ہو اور اگر ہے تو اس کو عقلی حیثیت سے ثابت کرو۔ تھا یا یہ مذہب  
یعنی الہنت و الجاحد مسلمانہ محمد معاویہ میں پیدا ہوا جیسا کہ استیعاب حیاتہ کیوں، حاجیہ  
اور اشکوہی ص ۲۰۱۔ اسیرۃ محمد ص ۱۵۵ حاشیہ ص ۱۵۵ شرح حاشیہ ص ۱۵۵ شرح حاشیہ ص ۱۵۵  
لا علی قاری ص ۸۹ میں مندرج ہے تو اس کے پہلے جناب کے مذہب کا کیا نام تھا اور آپ کس  
نام سے پکارے جاتے تھے۔ سلم کے جاتے تھے یا منافق،

ایک خوف کن مقابلہ | ابن جہین چالیس برس تک کافر رہے اکتالیسویں برس اسلام ظاہری لایا  
مذہب الہنت چالیس برس تک بے نام رہا مسلمان میں اس مذہب کا نام رکھا گیا کیا کتا اس اتباع  
کا۔ قد طابق النعل بالنعل



تھا یا یہ رسول غیر مسلم | آپ کے مذہب شیعہ کا سوا جلا بدین اصل حیدر التوبہ مایوسی  
ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو پھر سبائی کہنے سے شیعہ کہیں قاتلہ ہیں؟ اور اگر نہیں تو اس کا کیا  
جواب ہے؟ جواب کی وجہ کتاب میں ہے کہ ابن باطلہ بعد ہی قاتلہ ہی ہیں نہ تو اس میں

کی بہت غلو کرتا تھا۔ پھر مسلمان ہو اور بعد ازاں رسول معظم علیہ السلام کے متعلق جو یہ بی خبری ہو گئی تھی کہ اس کے  
بد لگا ہے کہ یہ ابن سبا پہلا وہ شخص تھا جس نے فریفتہ امامت علی کو شہرت دی (۲۲) ان کے دشمنوں  
پر تبرک کیا (۲۳) اور ان کی تکفیر کا پس ایو جب سے مخالفین شیعہ کہتے ہیں کہ اصول مذہب شیعہ کا  
مخرج یہودیت ہے۔

جواب نمبر ۱۔ مذہب شیعہ کا بانی خداوند عالم ہے نہ عبد اللہ بن سبا، مذہب شیعہ کا بانی وہ شخص  
ہے جس کی صلت آپ کے عمر کے نزدیک مشکوک تھی نہ عبد اللہ بن سبا جس نے فرمایا یا علی ائت  
ومشیعتک توذوق الحوض اے علی تم اور تمہارے شیعہ حوض کو فریاد درہون گئے  
جس نے یہ فرمایا۔ علی ومشیعتہ هم الفائزون علی اور ان کے شیعہ فائز المراتب  
دیکھو کنوز الحقائق امام سناوی۔

بانی وہ ہے جس نے لفظ شیعہ کا استعمال اس وقت کیا جب عبد اللہ بن سبا کا پتہ بھی نہ تھا،  
اور جس نے یہ فرمایا کہ۔

قال یدخل الجنة من امنک رسول نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار آدمی  
سبعون الفا بغیر حساب فقال علی بن عباس داخل جنت ہوں گے کہ میرے بھائی میں نے  
من هم عار رسول الله قال هم شیعتک فرمایا کہ وہ کوئی لوگ ہیں اے رسول خدا فرمایا  
وانت امامهم علی وہ تھا وہ "شیعہ" ابن ابی نجران کے امام ہو۔  
دیکھو سقم طرانی اور اسحاق الرازمی۔

اب رہ گئی وہ عبارت جو ہمارے منبر کتاب رجال کشی سے عبد اللہ بن سبا کی یہودی ثابت کرنے  
کے لیے لکھی گئی ہے، اس میں عبارت بن میان عبد اللہ بن سبا نے اسی اپنے آباؤی اسکا کہ میں تحریف و  
افتراء سے کام لیا ہے جس کو اب لکھیں ابھی بھی ملاحظہ فرمائیں گے۔

جس کتاب کا حامل بن میان عبد اللہ بن سبا ایک قوم

شخص قرار دیا گیا ہے جس سے عاف پوشن ہے کہ اگر وہ کسی مذہب کا بانی ہو تو اس کی تدبیر و  
ذمت نہ کی جاتی چہ جائیکہ جس مذہب کا بانی ہو اسی کی کتاب میں اس کی تذلیل کی جائے اس کے  
علاوہ رجال کشی میں جو کچھ بھی لکھا گیا ہے وہ ابن سبا کے نصیری ہونے کے متعلق ہے اور اس کی  
روایات کثیر ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

حضرت ابو جعفر سے روایت ہے کہ اپنے فرمایا کہ  
عبداللہ بن سبا دعویٰ نبوت کرنا تھا اور اس کا  
خیال تھا کہ امیر المومنین خدایین (معاذ اللہ) جب  
یہ خبر امیر المومنین کو پہنچی تو آپ نے اسے بلوایا اور سوال  
کیا اس نے اپنے عقیدہ کا اقرار کیا اور کہا ہاں  
”آپ ضرور خدا ہیں“ امیر المومنین نے فرمایا اٹھ  
ہو تجھ پر تجھے شیطان نے سخر کیا ہے اس عقیدے  
سے باز آ اور توبہ کر تیری ماں تیرے ماتم میں ہے  
اس نے انکار کیا، امیر المومنین نے اس کو تین دن تک  
قید کیا اور چاہتے تھے کہ توبہ کرے مگر اس نے توبہ  
نہ کی تو آپ نے اسے آگ میں جلا دیا۔

عن ابی جعفر علیہ السلام  
عبداللہ بن سبا کان یدعی النبوة  
ویرى عن ان امیر المومنین علیہ السلام  
هو الله تعالى عن ذلك فبلغ ذلك  
امیر المومنین وقد عاوه وصاله فامر  
بذلك وقال نعم انت هو فقال  
امیر المومنین ویرى انك قد سخر منك  
الشیطان فارجع عن هذا الکتاب ما  
وثب فابی فحبسه ثلثة ايام استنار  
فلم یثب فاحرقه بالنار  
(رجال کشی ص ۸)

میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام کو جبکہ آپ صبح  
سے حدیث ابن سبا بیان فرما رہے تھے کہتے ہوئے  
”سنا“ جب اس نے علی کی رپورٹ کا دعویٰ کیا تو  
حضرت امیر المومنین نے اس کو بلوایا اور اس سے  
توبہ چاہی، مگر اس نے انکار کیا اور آپ نے

قالی سمعت اباعبداللہ علیہ السلام  
یقول وهو یحدث اصحابه یحدث  
عبداللہ بن سبا واما دعویٰ من النبوة  
فی امیر المومنین، فقال انه لما ادعی  
ذلك استنار به امیر المومنین، فابی

ان یتوب فاحرقہ بالنار

ہمس کو آگ میں جلادیا۔

عن ابی حمزہ الثمالی قال قال علی  
بن الحسین علیہ السلام لعن اللہ من  
لذنب علیا فی ذکرت عبد اللہ بن سبا  
نظامت کل شعرة فی جسدی لقد  
ادعی امرأ عظیم ما لہ لعنہ اللہ کان  
علیاً علیہ السلام واللہ عبد  
للہ صالحاً اخو رسول اللہ الخ  
(رجال کشی ص ۶)

ابو حمزہ ثمالی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت  
امام رائےؑ نے فرمایا کہ خدا لعنت کرے اس شخص پر  
جو علیؑ کی کذیب کرے، میں عبد اللہ بن سباؑ  
جب کہ تاجہوں کو میرے جسم پر دو گئے ٹھسے ہو جانے  
ہیں، اس شخص نے ایک امر عظیم کا دعویٰ کیا جو اس کو  
زیادہ تھا خدا پر لعنت کرے۔ وہ جنت امیرؑ  
علیہ السلام ایک بندہ صالح خدا کا عالم اور برادر  
رسول تھے۔

ان علیاً علیہ السلام لما فرغ  
من قتال اهل بصرۃ اتاه سبعون  
رجلاً من الزوط فسلموا علیہ وکلواہ  
بلسانہم فرد صلیہم بلسانہم و  
قال لہم انی لست کما قلتم انما عبد  
اللہ مخلوق فابوا علیہ وقالوا لہ  
انت انت فقال لہم لئن لم ترجعوا  
عما قلتم فی وتوجوا الی اللہ تعالیٰ  
لاقلنکم قال فابوا لئن یرجعوا وتوجوا۔  
فامر ان یحضر لہم ایاد فحضرت ثم خفی

جب امیر المومنین قتال بصرہ سے فارغ ہوئے  
تو ستر آدمی نے اس کے آگے آکر سلام کیا اور سوچنے لگے آپ  
سے بنی زہرہ بنی تہام بنی یمن بنی نضیر بنی زہرہ بنی تہام بنی یمن  
فرمایا کہ جیسا تم کو خیال ہے وراہین نہیں ہوں یہ سننے  
(خطابین نہیں ہوں) بلکہ میں ایک مخلوق خدا کا  
ان لوگوں نے انکار کیا اور کہا نہیں ”تو تہی ہو“ یعنی  
خدا ہی ہو، آپ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ اس حقیقہ  
سے باز نہ آؤ گے تو میں تم سب کو قتل کر دوں گا  
ان لوگوں نے انکار کیا اور توبہ نہ کی، آپ نے  
ان کے پلے کو بنی کھدو اسے اور آگ جلادیا





## ”نوائے غم“

سہیل اپنی پایہ زنجیری کی وجہ سے اپنے وقت سے موخر شائع ہو رہا تھا اور کئی ماہ سے ”تقدیر جین راز قلم“ کا وظیفہ خوان ہے، اس کی وجہ بھی خریداران سہیل سے مخفی نہیں اور ظاہر ہو گئی ہے۔ جب یہ ساغرِ عظمیٰ ہوا۔ اہوت سہیل زیرِ اشاعت تھا اور اس خبر جانفرسا کا بار نہ اٹھا سکا۔ چونکہ یہ واقعہ دگرش ماہ ربیع الثانی میں ہوا لہذا اسی ماہ کے پرچہ میں اس کی اشاعت بھی کی گئی جو یقیناً محلِ نہیں ہے حضرت قدوہ اعلیٰ المرتقامہ کے انہماک یعنی ”قوم پرستی“ ”نس کشی“ ”کنہ پروری“ ”خود فرائی“ ”اخلاق گسری“ ”خدمت دینی“ اور جدوجہد ملی سے زمانہ بے خبر نہیں اگر کوئی دین اس کا انکار کیا کیسی ظلم ان صفات کے ضد کا اقرار کرے تو یہ ایک کفرانِ نعمت اور عظیم کفرانِ نعمت ہوگا۔ اس جمل کے زمانہ میں جبکہ ہوائے ضلالت کا دور اور طوفانِ ہریت کا شور مچ رہا تھا تو یہی شمعِ ہدایت تھی پوری نورِ بارطاعت راہِ ہدایت پر چھوٹا دل ہی بھی لوڑھیں ہیں ملاحظہ فرمائیے میں تدہر کے احوال کو چیرتا ہوں صحیح منزل مقصود پر متکیں کو پہنچانے کی کوشش کر رہا تھا کہ دفعتاً ”غواص“ ”تجوری الرياح“ ”بمالات شتہی السفن“ ”بادِ مخالف کے جھونکوں نے شمعِ زندگی خاموش کر دی ادھر آتشِ غم جو اہل تشیع کے دلوں میں پھانسی تھی اور جو ہنوز خاموش نہ ہوئی تھی بھر پھٹ کر ٹپکی۔ حقیقت واقعہ کی عظمت کو اگر نگاہِ غور سے دیکھا جائے تو یہ وہ چیز ہے جس کا جبر کسراگر حال نہیں تو نامکن ضرور نظر آتا ہے ان کے پانچ لاکھ خصوصیات جو بولوی سید ملک بنی مہاب عرف کین مہاب قبلہ سے دلی ہمدردی ہوا اور ہمارے تمام جذباتِ فکین ان کے ہمراہ ہیں رسمِ دنیا کے لحاظ سے نہیں بلکہ طریقِ قرابت و تسلیم کو ملحوظ رکھتے ہیں یہ چند اشعارِ جہنیتِ قرابت نامہ پیش کش ہیں۔

شربکِ غم

### قطرہ تارِ نحیم

مگر بیتِ جہان ز خونِ درینِ سنجیم      چون ابر بہارِ دودیدہ ابنِ حرام  
بر مرغِ مسلم دین و انارِ کمال      کاین رفتِ بباد و آن بقعہ ہست تمام

بر خاک قدم سنہ کہ را جفا داد است  
 این قافلہ غمناک از کس دور  
 آہستہ خرام یکہ ابے دل مخرام  
 واللہ مداول لثلاث الا بیام  
 کان بود وقت مع خورشید شرف  
 بنمود میان شام تربت آرام  
 بکن ہرگز بہر استیغنافت  
 تبدیل مقام کرد و توفیق خیرام  
 برفت خلیل ذال اوسے نالد  
 با چشم پر آب زمزم و رکن بوم  
 اینک حرمین ماتم خرم دادند  
 در حبر رسول و عترة خیر انام  
 از دوش پنج قرعہ آمد چو سیر  
 خوابد بجاک بعد قلع امنام  
 دور ہر یکا تم حسین ابن علی  
 دل مضرب است با چو طیرے در دام  
 در ماتم اہل علم تا ہم سہمے  
 کانا کہ بشرع دین نمود نرقیام  
 رفت از چمن جہان کینی و صدوق  
 آمد بقیہ ہم چسل را پیام  
 ذکر علم ہر گز بدہر است دے  
 ماند رضی رسید درو اور سلام  
 پر لاندہ خند کرد ابن طاوس  
 تاروح مقدس آمد از فوت سہام  
 از حلت آملی ازل شد کوتاہ  
 در ماتم مجلسی بجا راست ہام  
 در کبر علوم صحیحہ دارد عالم  
 از آل طباطبائیست در ماتم عام  
 در ہند ز آل پاک علامہ  
 ولد ار علی سحر شدہ بد نظام  
 عبت کردہ چمن زمین دادہ ہم  
 دنیا بیت ہمہ حسیل ہوا سن نام  
 دیروز بیا قرے بدان ماتم خام  
 امروز بقعدہ شد این فوجہ عام  
 آجاسن آن فرشتہ خجے برست  
 رخت از سر و ہر کردہ در خلد مقام  
 کردہ ز قبر اور سید از پے سال  
 افتاد از فوت بن عماد اکرام

## فرقہ اہل سنت کے نزدیک عبد القادر جیلانی کا مرتبہ رسول سکین

زیادہ سے

بین ملات عبد القادر جیلانی دیکھتے ہوئے کوئی تعجب نہیں لاتی ہوتا کیونکہ کرامت قادرہ رکھتے ہوئے وہ لوگ ہیں جو خدا کی وحدانیت کو مدید اکثر بتا چکے ہیں اور رسول کی رسالت کو مصمت غرضی کا التزام دے چکے ہیں، احکام الہی بن قبول تبدیل کو دل و دلچ دیا ہے، اور سن نبوی کو اپنے صاحب کے موقف بنایا ہے، شیخ عبد القادر جیلانی کے بے جو ضائل غریزے کیے ہیں۔ یہ ہیں رسول کو مکی میر نہیں ہوئے، جس کے لئے ہے سنی یہ ہیں کہ یہ فرقہ گو ظاہر طور سے ختم نبوت کا قائل ہے مگر باطن وہ اس کا منکر ہے۔ اے اس شخصوں کے لئے کی ضرورت صرف ”گیا رحیم شریف“ کا مرتبہ سکر ہوئی ورنہ یہ یقیناً بوجہ ضروری ہونے کے بھی ضروری نہ تھا۔

جو کچھ وہ مقامات اس وقت کے جا رہے ہیں وہ کتاب و تاریخ الاوار جلد ۱۱ سے ماخوذ ہیں۔ ان مقامات کے لئے کے بعد کو ترجموں کو یہ دکھانا مقصود ہے کہ جب ایک انبیاء، مہد، احمد، فاضل، خیر، غرضی من الرسول، جہول اشرف، اس قابل ہمارا کہ مساوات نہیں، بلکہ رسول سے افضل دکھائی دیتا ہے، تو وہ نسل رسول جو بارہا، رسول کی طرف زبان رسول سے منسوب ہوئی۔ اور ملت معنی، وانا منک نمک لحمی ودمک دمی کا معنی ختم رسول کے ہوتوں سے مراد ہو چکی ہے وہ کیونکر محال اعتراض میں آسکتی ہے وہ انکار کیا کہ ہم سوائے نبوت، مساوات مانیں نہ ختمیت، پہلی ختمیت ہلال کی روشنی میں

حکمی عن امہ قالت لما وضعت	عبد القادر جیلانی کی ماں میان کرتی ہیں کہ
ولدی عبد القادر کان لایرضع	بچہ پیدا ہوا تو اس نے یہ کرامت دکھائی کہ باہ
انقادی فی نہار رمضان ولقد	رمضان میں وہ دھیرے چھوڑ دیا۔ لوگوں کو جاننا چاہتے
غمر علی الناس حلال رمضان	میں نہ پہنچی تھی، جب اسے رسول ہلال کے شوق ہو گیا

فاتوفی و سالوفی عنہ تو انھوں نے عبدالقادریؒ کے دودھ پینے سے تحقیق

ہلال پر روشنی ڈالی۔

فقلت لهم

کیا کہنا اس کرامت کا، کہ آپ کو اتنا احساس تھا کہ رمضان کی حرمت کا خیال رہا، اگرچہ آپ مکلف نہ تھے مگر یہ ممکن مکلف بنے، جس کے بچپنے کی شرعی تکلیف اتنی رہی ہو، اس کی جوانی کی تکلیفوں کو کون اذعانہ کر سکتا ہے۔ شرح بتاتی تھی کہ آپ مکلف نہ تھے مگر آپ خود اپنی تکلیف کو بترجائے تھے یہ ہے وہ مقام جہاں عرفی کا یہ مصرعہ یاد آتا ہے۔

”شرح گوید من بکن عشق گوید نمرہ زن“

اب ملاحظہ کیجئے کہ ام ابن کی گواہی اور تمام فضائل علیؑ بسبب خبر واحد کے نامعتبر ہوئے مگر والدہ عبدالقادری جیلانی کی گواہی اس فرقہ کے نزدیک معتبر تھی، یہ ہے وہ فضیلت جو فضیلت رسولؐ پر بھی غالب ہے۔

### دوسری فضیلت قبر کی تاریکی میں

يقول اياما مری مسلمہ عبد علی باب مدح سقی حقت الله عنه العذاب يوم القيامة وكان وجل يصرخ في قبره ويصيح حتى اذى الناس فاخبروه فقال انه دافى موة ولا بد ان الله تعالى يرحمه (اجل ذلك

شیخ عبدالقادری جیلانی فرماتے ہیں کہ جو مری مسلم میرے مدرسہ کے دروازے سے ہو کر گزرتے خدا اس پر روز قیامت عذاب کم کرے گا۔ ایک شخص قبر میں مرنے کے بعد چیخا تھا اور اتنا کہ لوگ باہر ہو گئے تھے ان سے اگر سیریاں کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ ان نے مجھے دکھایا اور اب اس زیارت کی وجہ سے خدا اس پر ضرور رحم کرے گا۔

مدرسہ کے پاس سے گزر جانے میں عذاب کم ہو جانے پر ایمان ہے، اور اہلسنن کے دہن سے منک ہوئے ہیں فرقہ کے نزدیک نجات مشکوک ہے۔ میرے نزدیک تو اہل بیتؑ کی کرامت عبدالقادری جیلانیؒ کی کرامت سے کہیں زیادہ تھی کیونکہ خدا کا ضرور رحم کرنا ”یہ بھی شک کی حالت میں تھا، مگر میرے

بعد موت دوتا یقین کی حالت میں تھا پھر کیا سبب کہ وہ کرامت نہیں اور یہ کرامت و معجزہ ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ شیخ صاحب نے کسی بھی ایک شکل میں اس میت کو اپنی زیارت کرالی بھی وہ چہنچہ چلانے لگا اور ایسا کہ گرد و نواح کے لوگ عاجز ہو گئے۔

### تیسری فضیلت صاعقہ طور کی روشنی میں

اجتمع مائة فقيه من اذكياء  
بغداد يمتحنونه في العلم مجمع كل  
واحد له مسائل وجاء اليه فلما  
استقر بهم المجلس اطرق الشيخ  
فظهرت من صدره بارقة من نور  
فمرت على صدره المائة ففتحت في قلوبهم  
فصاحوا صيحة ومزقوا ثيابهم و  
كشفوا رؤوسهم  
سود وفتما بغداد کے اس لیے جمع ہوئے کہ  
شیخ کا امتحان علوم میں بن چنانچہ ہر ایک نے مسائل  
فراہم کیے اور نیکے آئے جب تمام لوگ جمع ہوئے  
تو شیخ نے ایک دفعہ گردن بھکا کر ناگمان ایک شیخ  
شیخ کے سینے سے نکلی اور ان سو علمائے سینے سے گزری  
جو کچھ علوم ان کے دل میں تھے ان سب کو بخوبی  
یہ علمائے کبر پڑے پھاڑنے لگے / چہنچہ لگے اور اپنے  
سرور کو برہنہ کر دیا۔

یہ وہ معجزہ ہے جو سبھی کیا خاتم النبیین کو بھی میر نہیں ہوا، نور کیا تھا گویا تہرانی تھا جس نے تمام علوم  
دنیا کی علمائے سینوں سے عموماً کہنے، موٹی طیلہ اسلام بھی اس نور کی تاب نہ لاسکتے تھے اور خش  
کھا کے گر پڑے تھے مگر وہ اسے قلب شیخ، کہ سیکڑوں پر دانے بچھ گئے اور شیخ ویسی ہی طبعی تھا  
کاش یہ دفعہ کسی تاریخ میں بھی ہوتا، مگر انہوں نے کہ بغداد میں اتنا بڑا واقعہ ہو گیا، اور ایک مومن  
نے بھی نہ لکھا، شاید سب کو خش آگیا تھا، نور کا ہیکو تھا دھتورے کی جڑ تھی کہ سب پاگل ہو گئے اور  
کپڑے پھاڑنے لگے۔

### چوتھی فضیلت طیارہ کے پردہ میں

ویرتفع فی الهواء الی ان  
یغیب عن البصر  
ہو میں اڑتے تھے یہاں تک کہ دیکھنے والوں کی  
نگاہوں سے غائب ہو جاتے تھے۔

یہ وہ فضیلت ہے جو طائر معراج کے پر دن کو تر دیتی ہے، اور حضرت سلیمان کے معجزے کی تو کوئی حقیقت ہی نہیں رہتی اس لیے کہ وہ نبی تھے اور غیر نبی۔

### پانچویں فضیلت مقاطعہ جو جی کے پیرایہ میں

”ہنگر اٹھ کر ایک کی تعلیم کا الزام شیخ عبد القادر جیلانی ہی پر ہے کیونکہ اس کی ابتدا آپ ہی نے کی اور اس میں یہ معجزہ دکھایا کہ سال بھر نہ کھانے پر بھی زندہ رہے، نہ صرف مقاطعہ جو جی بلکہ آپ مقاطعہ فوی پر بھی عامل تھے۔

سنة لا اكل ولا انا اشرب ولا انا امر ایک سال نہ کھایا نہ پیا اور نہ سوئے۔

بہ فضیلت رسالت اب کے فضائل سے کہیں بڑھی ہوئی، اور لن تجد لسنة الله بتديلا ..... پر خط نسخ کھینچتی ہے۔

### چھٹی فضیلت حکومت ثقلین میں

يا تيسق من رجال الغيب میرے پاس ہیں، ابدال اور ملک آتے تھے والجان اعلمهم الطريق الى الله تعالى اور میں انہیں تعلیم کرتا تھا۔

رجال غیب ابدال، ملک ہی مراد ہو سکتے ہیں، ملک ملک شریعت انسانی نہیں، اور ابدال عالم دوزخ میں ملک نہیں پھر نہ معلوم یہ تعلیم کبسی تھی، غالباً رسول جن دانش کی طرف مرسل تھے لہذا آپ بھی اس فضیلت میں شریک کیے گئے۔

### ساتویں فضیلت کشف حجاب میں

رايت شخصاً عيناہ مشقوقان شیخ نے ایک شخص کی آنکھیں منبان بن جڑی ہوئی طویلاً فعلمت انہ جنی فقال لی انا تعین اور ہستی ناک تھا دیکھا اور سمجھ کر جن پر اسے کہا کہ انکس الحیة التي رایتها البارحة میں وہ سانپ ہوں جبکہ آپ نے کل دیکھا تھا۔

خدا جانے کس قسم کا کشف تھا کہ غیر صورت میں نہ بچا نا بلکہ اس سانپ کا کشف زیادہ تھا جو ان کے خیال کو سمجھ گیا اور بتا دیا کہ میں سانپ ہوں جن نہیں۔

## وضو شکن

زمین گزین کر ٹکوری پہ دھنڈا اہل تشیع کے سائل کو جن کا مطلب بھی وہ نہیں سمجھ سکتا، برسے پر ایشین جاہل طبقات کے سامنے پیش کر رہا ہے اور خوش ہو رہا ہے، اگرچہ ان باتوں کا جواب بھی دیا جا چکا اور دیا جا رہا ہے مگر جاہل طینتون کے ذہن میں وہ باتیں کسی طرح جاگزین نہیں ہوتیں، کیونکہ وہ ان مکالمہ و محاذِ کارِ خیال ہے تحقیق حق اور ابطال باطل کا، توڑا ہی زمانہ ہو جب ”ماتین“ کے نام سے ایک رسالہ دنیلا <sup>۱</sup> اہم کی حیثیت سے شائع کیا گیا، اور طلبِ محنت کے دوار و وسیع پیانے پر نظر آئے گے، ہم نے کہا تھا کہ سہیل ابھی اس کی طرف لفت نہیں اور جس دن وہ اس مطلب کی طرف متوجہ ہو گیا اس دن اس کی جگہ نئی مذہب کا شیرازہ بکھرا ہو نظر آئے گا، بہر حال ”ماتین“ اس بات پر آمادہ کر رہا ہے کہ کم از کم ”انہیں“ کا تحفہ تو <sup>۲</sup> ہو گا جواب میں پیش کیا جائے چاہے حدودِ تجارت ہو جائیں اور ”آلاف“ کی سرحد سامنے آجائے۔

وہ مذہب جو رسول اور اہلبیت کو چھوڑے ہوئے ان اماموں سے منسک ہے جن کے اعجاز و ولادت کا جغرافیہ چار برس کے مریض میں محدود ہوتا ہے، اور جن کے یہاں تغیرِ سنت و تبدیلِ شریعت ادنیٰ کرشمہ نفس پرستی ہے وہ موحدین و تمسکین دینِ اہلبیت کے سامنے قلم اٹھاتے ہیں،  
”تغیر تو اسے ہرگز گردانِ قلم“

ابنِ ہم اس شرعی چیمپا ابدِ رکاز ذکر شروع کیے دیتے ہیں، جس نے شریعتِ بنی مبرا کو الٹ دیا اور جس نے کفار کو اس قسم کے موقع دیے کہ وہ اسلام کو محلِ اعتراض بنائیں چنانچہ ہم موثق کتبِ عامہ سے چند سائل جو کچھ سے خالی نہیں پیش کرتے ہیں اور لبِ لکھ ریز کو اس مصرعہ کی پڑسنے کی دعوت دیتے ہیں۔

برینِ عقل و دانش بیاید گریست

چونکہ عبارت عربی کی نقل کر نہیں خوفِ طول ہے لہذا اسے ترک کیا جاتا، اور صرف ترجمہ پر اکتفا کی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

## مسائل عجیبہ

(۱) اگر نیت سے قوت ماسکہ جانی رہے تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر قوت ماسکہ باقی رہے تو وضو نہ ٹوٹے گا اگرچہ انسان عمدہ نماز یا غیر نماز میں سو رہے۔

اسی بنا پر کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بیٹھے بیٹھے سو جائے، اگرچہ کسی چیز پر ٹیک لگائے ہو، اس طرح کہ اگر وہ چیز اٹھالی جائے تو وہ شخص گر پڑے، یا جو نیت سجدہ نماز کی مسنون ہے اس طریق پر سجدہ گو حالت نماز میں نہ سہی، یا کسی اور طرح، یا محل اور زمین وغیرہ پر سو جائے ان سب حالتوں میں وضو نوبہ نوم اس کا وضو باقی رہے گا اور ہرگز نہ ٹوٹے گا۔

”پھر کب ٹوٹے گا“

اگر محل وغیرہ سے اتر نہیں سو جائے گا تو وضو شکست ہو جائے گا۔ یہ ہے شکست و دست وضو کی حیثیت، جو شے نہ تو از خود ارے، پیش کی جا رہی ہے۔

”اور سنئے“

(۲) اگر کوئی بیٹھے بیٹھے بھکا ہو ۱ سو رہے پھر گر پڑے تو اگر گرتے ہی چونک پڑے گا تو وضو بھی چونک پڑے گا اور نہ ٹوٹے گا

## سمجھ کا پھیر

(۳) پیغمبروں کا سورہنا ناقض وضو نہیں، اگر اگر غش میں ہوں یا ہوش ہو جاؤں تو ناقض وضو ہے

(۴) جس شخص سے وضو ٹوٹتا ہے وہ ابو حنیفہ کے نزدیک وہ نشہ ہے جس میں سرور ہو جو عقل کو کھو دے، اور

ایسا کہ اسے آسمان و زمین، طول و عرض میں، تیز نہ ہو سکے، اور ماہین کہتے ہیں کہ وہ حالت ناقض

وضو ہے جب اکثر کلام میں ہڈیاں ہولندہ اگر اکثر کلام میں ہڈیاں نہ ہو، اور بعض کلام میں ہو اور بعض

میں نہ ہو تو نشہ ناقض وضو نہیں، نہ اس کا وضو ٹوٹ سکتا ہے۔

(۵) یہ حضرات فقہہ کو حالت نماز میں ناقض وضو کہتے ہیں (نماز تک تو وضو ناقض تھا یہ آخر وضو فقہہ

سے کہہ کر ٹوٹتا ہے ہونہ ہوا دل باخبر نسبتہ دلدو، اعلیٰ سے اسفل کو ایک قلع ہے) اور اگر کوئی لنگا



ناز میں سوجائے اور سونے کی حالت میں قہقہہ لگائے تو ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ اس کا وضو فاسد ہوگا وضو کرے اور بعد ناز باقی رہی ہے اس کو پورا کرے اور بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ نہیں وضو نہ ٹوٹے گا مگر ناز فاسد ہو جائے گی۔

(۶) اگر آخر ناز میں بعد رتشمہ بیٹھنے کے بعد قہقہہ لگائے، تو اگرچہ اس نے رتشمہ ادا نہ کیا ہو مگر یہ ناز صحیح ہو جائے گی اور ناز کے لیے دوسرا وضو کرے گا۔

(۷) اگر امام آخر ناز میں اسی طور سے قہقہہ مارے اور اس کے پیچھے وہ لوگ ہوں جو پہلی رکعت میں شریک نہیں ہوئے تھے تو امام کی ناز صحیح ہوگی، (کیونکہ اس نے قہقہہ لگایا؟) اور ان لوگوں کی ناز فاسد ہو جائے گی جیسا کہ ”کتر“ میں ہے۔

(۸) اگر مومن بعد سلام قہقہہ لگائیں تو ان سب کا وضو باطل ہو جائے گا، قہقہہ سے مراد وہ آواز خندہ ہے جو ہمایہ تک پہنچے۔ (در مختار جلد اول مطبوعہ نول کشور پریس از صفحہ ۳۱۲ تا صفحہ ۱۲۲)

(۹) اگر کان یا آنکھ وغیرہ سے پانی یا پیپ یا اور رطوبت درد کے ساتھ نکلے تو کہتے ہیں کہ وضو ٹوٹ جاتے گا، اور اگر پانی یا پیپ یا رطوبت انھیں اعضا سے بغیر درجہ نکلے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

لہذا وہ لوگ جن کو ریشم چشم کی بیماری ہو اور ان کے آنکھوں سے پانی نکلتا ہو تو ان کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۱۰) اگر کوئی شخص اپنی ۳۰۶ میں اٹھلی داخل کرے، پس اگر غائب نہ کرے تو وضو باقی رہے گا اور اگر غائب کر دے یا استنجاء کے وقت داخل کرے تو وضو اور موم دونوں باطل ہو جائیں گے (در مختار صفحہ ۳۱۲ سطر ۱۳)

(۱۱) یہ حضرات کہتے ہیں جو غس چیز بچان سے نکلے خواہ خرج بول و براز سے ہو یا کسی اور مقام سے وضو اس سے ٹوٹ جائے گا۔

(۱۲) صاحب ہدایہ اور اس کے بعض شارحین کا قول ہے کہ جو چیز و باکوڑ نکلی جائے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا مثلاً کسی زخم سے اگر دبا کوڑ خون یا پیپ نکلی جائے تو وضو نہیں ٹوٹے گا، اس سے منہ

ظاہر ہے کہ اگر ”ریح“ یا ”براز“ یا کز کالاجائے تو وضو نہ ٹوٹے گا شاید اسوجہ سے فاضل قسطلانی نے اس قول کو فاسد کہا ہے۔

(۱۳) یہ حضرات نے کو خواہ صغریٰ ہو یا سودا دی یا آب و طعام سے ہو نجس و پاک بتاتے ہیں لہذا اس کو ناقض وضو کہتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ نئے کی مقدار اتنی ہو کہ نہ بھر جائے اگر اس سے کم ہوگی تو نہ ناقض وضو ہوگی اور نہ نجس ہوگی (گویا نجاست اور نقص کا تقن کثرت سے ہے نہ قلت سے) اور اگر کیردن کی تے ہو تو وہ پاک ہے چاہے بہت ہو، اگر قراب اور پیشاب کی تے آئے تو اگر کم مقدار میں ہو تو ناقض وضو نہ ہوگی بلکہ یہ نجس کی تے ہتھ وضو نہ ہوگی اور اگر گلانے سے علی ہوئی بلغم کی تے ہو تو نجس غالب حصہ کا خیال کیا جائے گا۔

(۱۴) اگر بڑی جو تک خون چ سے تو وضو شکست ہو جائیگا اور اگر چھوٹی جو تک خون چ سے تو وضو مکنت ہوگا۔ (در مختار ص ۳۱)

(۱۵) قاضی القضاۃ امام ابو یوسف کس پانی کو جو سونے بن کسی کے نہ میں آجاتا ہے نجس جاتے ہیں۔ یہ بن وہ رطوبت جو ناک سے نکلتی ہے وہ بھی ان کے نزدیک نجس ہے۔

(۱۶) وضو میں ان اعضا کا دھونا جن میں وقت ہو واجب نہیں مثلاً اگر آنکھ میں سرمہ لگا ہو اور وہ نجس ہو تو اس کے غسل کی ضرورت نہیں۔

(۱۷) جو شخص نماز کے لیے وضو کا انکار کرے یہ لوگ اُسے کافر کہتے ہیں اور اگر غیر نماز کے جیسے وضو لازم ہو، وضو کا انکار کرے تو اس کو کافر نہیں سمجھتے۔

(۱۸) اگر کسی کو علم ہو کہ وضو میں کسی ایک عضو کو نہیں دھویا اور اس میں شک ہو کہ وہ عضو کون ہے تو یہ صرف اپنا بائیاں پاؤں دھوے گا اور وضو اس کا صحیح ہو جائے گا۔

(۱۹) امام محمد کا قول ہے کہ عورت کو غسل کے وقت اپنے ۲۸۳ بین انگلی داخل کرنی چاہیے بلکہ بعضوں کے کلام سے اس کا وجوب ظاہر ہوتا ہے۔ (البتہ جس سنی عورت کے ہاتھ یا انگلیاں نہ ہوں ان کے متعلق کوئی صریح حکم نہیں ملتا مکن ہے اس سے یہ عمل واجب ساقط ہو یا یہ کہ اس کو دوسروں کی مدد

کا شیرین درد کا رہا۔

(۲۰) اگر کوئی عورت غسل کرنے میں سر پر پانی بخوف حضرت نہ ڈال سکتی ہو تو کوئی حجت نہیں بنے۔  
وہ غسل کرے اور اس کا غسل ہو جائے گا۔ (در مختار ص ۱۵۱)

(۲۱) ایک شخص کے ذمہ غسل ہے اور وہ ان اور مرد موجود ہیں تو ان حضرات کے نزدیک یہ امر ہے کہ وہ ان لوگوں کے سامنے برہنہ نہاے چاہے اس کی شرمگاہ حاضرین دیکھیں (در مختار ص ۱۵۱)

(۲۲) جس طرح مرد نکاح ہو کے نہا سکتا ہے اسی طرح عورتیں بھی عورتوں کے سامنے برہنہ نہا سکتی ہیں  
(۲۳) فرماتے ہیں کہ اگر مکلف آب جاری میں یا بڑے حوض میں یا نہ میں بعد وضو غسل شہوار ہے تو اس کا وضو غسل دونوں محسنتوں کے کامل ہو جائے گا صرف اتنی دیر شہوار نہا کافی ہے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔

(۲۴) اگر کسی کے بدن پر کھین اور پودوں کا گوتا چڑھا ہوا ہو کہ یقیناً اس کے پتے پانی نہ پہنچا یا ہندو لگی ہوئی ہو یعنی اس کا جوڑ موجود ہو نہ صرف رنگ یا تیل اور چکنائی ملی ہوئی ہو یا مٹی اور گاما تھپا ہوا ہو یا رنگریز کے ناخن پر تہ چڑھی ہو یا دانتوں میں کھانا بھرا ہو یا کوئی دانت کھوکھلا ہو۔ اور اس میں کھانا ہو تو ان حضرات کے نزدیک یہ چیزیں طہارت کی مانع نہیں اس کا غسل دو وضو ب صورتوں میں صحیح ہو گا۔ (در مختار ص ۱۵۱)

(باقی آئندہ)

**ادب** | دیناے ادب میں یہ ایک نیا رسالہ ہے جو زیادات جناب سید اعظم حسین صاحب ملالہ بک نے سو حال میں شائع ہوا ہے اور میرے پاس بغیر قصہ و سلاطہ آیا ہے۔ ادبی دنیا آج کل کے دور میں کئی ایسا ممتاز رسالہ نہیں رہی جسکو صحیح معنوں میں نایندہ ادب کہا جاسکے، لیکن یہ کہ یہ رسالہ آئندہ چلے اس کی کو پورا کر سکے۔ اس رسالہ پر تبصرہ کرتے ہوئے شش و پنج میں ہوں، کیونکہ حقیقی تبصرہ کا یہ عمل نہیں، اور صرف تبصرہ کا یہ عمل نہیں۔ ہماری دعا ہے کہ خدا اس کی مدد کرے اور اگر یہ اچھا ہے تو ہر زبان ہو جائے۔

قیمت سالانہ للعلماء و محرم ہادیہ سائنس۔

نفسیہ ادب متعلیٰ چورہا پٹی گنج سے طلب کیجئے۔



ووا من كل حرام حرمه الله من الفروج كلها

معنی زنا پر کبریت سے حرام ہو اور آئین کوئی کثرت طالع کی نہ ہو۔ اور یہی وہ فعل ہے جسے ہرمت لیا  
ہو دین کے لوگ حرام سمجھتے ہیں۔

نکاح منع کہ آئین جو کہ عوم ہے لہذا وہ ایسے تمام پر بھی پایا جاتا ہے جہاں حرام کے ساتھ کوئی عہد  
طالع بھی ہو۔ فلما كان وجه منه حلالاً ووجه خرواها كان اسماً سبباً خالاً  
الغالب عليه نكاح تزويج۔ جبکہ ایک جنبہ آئین حلال کا تھا اور ایک جنبہ حرام کا تھا اس لیے  
اس کا نام منع قرار پایا کیونکہ غالب یہ ہے کہ منع میں نكاح تزويج ہوتا ہے۔ الا انه مشوب  
ذالك بالتزويج بوجه من وجوه المحرم غير خالص في  
معنى المحرم بالكل ولا خالص في وجه الحلال بالكل لمقتضى  
آئین ہے کہ یہ تزويج نہ حرام سے خالص ہے تاکہ بالکل حلال محض ہو اور نہ حرام سے خالص نہ ہو تاکہ حرام محض  
کس کی تحریر کرنے کے بعد انھوں نے منع کی مثال دینی یعنی شروع کی ہیں اور وہ یہ ہیں۔ فظاہر الذي  
يتزوج ذوات المحارم التي ذكروا الله عز وجل في كتابه تحريمها  
في القرآن من الامهات والبنات الى اخر الاية كل  
ذلك حلال من جهة التزويج حرام من جهة  
ما حفي الله جیسے وہ شخص (جوئی) جو محرم کے ساتھ جیسے ماں اور بیٹی نكاح کرے تو آئین  
حرام اور طالع دونوں میں تزويج کا پہلو طالع کا ہے لیکن چونکہ یہ وہ عورتیں ہیں جسے خداوند عالم نے  
نكاح کرنے کو منع فرمایا ہے لہذا حرام ہے۔ وكذلك الذي يتزوج المودة في صدقها  
مستقلاً لذلك فيكون تزويجه ذلك سفاحاً من  
وجهين من وجه الاستفحال ومن وجه التزويج في  
المودة الا ان يكون جاهلاً غير متعللاً اور جیسے وہ شخص جو کسی  
عورت سے مدۃ طلاق رہی ہیں نكاح کرے یہ دونوں میں سے منع ہو گا کیونکہ اس نے جان لو کہ

مدت میں نکاح کیا اور جو سے بھی کہ اس نے اس پر حرام کو طالع بھادہ و نظیر الذی یتزوج البطل  
 مستعمل ابعلم اور جیسے وہ شخص جو کسی غریبی عورت سے جان بوجہ نکاح کرتے۔ و  
 الذی یتزوج الحصنة الق لیها زوج بعلم اور جیسے وہ شخص کسی  
 غنیمت اور عورت سے جلتا ہے کہ نکاح کرے ان تمام صورتوں میں طالع احوام بھی ہیں۔ والذی ینکح  
 المملوكة من الفی قبل المقسمہ اور جیسے وہ شخص جو قسم بل غنیمت کے قبل کسی عورت سے نکاح کرے  
 والذی ینکح اليهودیة والنصرانیة والمجوسیة وعبدة الاوثان  
 علی المسئلة الخورة اور جیسے وہ شخص جو کتابیات سے نکاح کرے مثلاً ایک اس کے پس سلطان آزاد  
 عورت موجود ہو ان مثالوں کو کھنے کھنے آخر میں فرماتے ہیں۔ فہؤلاء کلہم تزویجہم من  
 جہۃ التزویج حلال۔ حرام فاسد من الوجہ الاخر لانه لم یکن  
 یشغی لہ ان یتزوج الا من الوجہ الذی امر اللہ عزوجل فلذلك صار  
 صفا حار مرد واذلک کما یشتر المقام علیہ ولا ثابت لہم  
 التزویج بل یفوق الامام بدینہم پس یہ جیسے لوگوں کی مثالیں ہیں نے دین ان کے نکاح تزویج  
 کی جہت سے تو طالع ہیں اگر ایک دوسرے سے جیسے فاسد ہیں کہ ان لوگوں کو ایسی طرح نکاح کرنا حرام ہے  
 مرد سے نکاح کرے اور جو کہ بخون نے ایسا نہ کیا لہذا ان کا نکاح صحیح کہا جائے گا اور وہ کہو یا جائے گا اور وہی فقہ  
 ان کے پاس نہ رکھی جائیں گی بلکہ امام کا یہ فریضہ ہے کہ ایک کو دوسرے سے الگ کرے ولا یمکن نکاحہم  
 زنا ولا اولاد ہم من هذا الوجہ اولاد زنا اور وہی فقہ لہذا وجہ ہے کہ ان  
 ہم پہلے بنائے ہیں کہ زنا وہ ہے کہ جب کوئی پہلو طالع کا نہ ہو اور نہ اولاد ان کی اس وجہ سے اور وہی فقہ  
 ومن قذف المولود من هؤلاء الذین ولدوا من هذا الوجہ  
 جلد القتل اور جو شخص ایسی اولاد کو اٹلا لے گا اس کو مار لگائی جائے گی کہ جو کہ واضح ہے کہ یہ مقلع  
 ہے راجح ہے لانه مولود بالتزویج رشدة وان کان مقسداً لہ بجنہات  
 من الجنات لغرمة والولاء للسبب فی الاب مولود بالتزویج رشدة

بکراج مسئلہ من المل خارج موزع۔ عدا السونہ سمذنا نہ کللی ہائے کی دیر  
 بیان کو نہ ہیں کہ کیا یہ ترویج سے پیدا ہوا ہے اور یہ جو ترویج کی حرام جہت سے فاسد ہے لیکن یہ ترویج  
 باب کی طرف ترویج ہی کی واسطے سے منسوب ہے جو ایک مدت میں مدینہ کے جس کو زمانہ میں کہتے۔

یہ بخاؤہ ترجمہ جو عبارت کافی سے مستحق ہے اگرچہ اسی بیان اور باب فہم کے ترویج کی غایت ہے مگر ہم  
 زیادہ سے زیادہ اس مطلب کے توضیح کرنے میں ملکہ سائل کو کہنے کا درجہ ہے۔

اسی شبہ نہیں ہے کہ جن میں اسباب بلا ذلت ہو کر کہتے ہیں کہ وہ سب قوم قرآن و احادیث میں  
 اور یہ اختلاف سوجہ کی طرف قابل اظہار ہے۔ یہ شراب حرام ہے اور یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کا شک  
 نہیں لگائی جاتی حلال ہے اور پاک دونوں کا آنا الگ ہے اگر کسی طرف میں شراب ہو اور اس میں پانی بھی  
 ملا جائے تو اب یہ ظاہر نہیں سے غلط ہو گا۔ جو جائے گا لیکن یہ جہت بخاسہ: یہ بھی یہ کہ کافی قابل  
 ہو گا کہ شراب کی جہت سے نجاست اور حرمہ قابل ہے اور پانی کی جہت سے طہارت اور علت ہے کہ  
 ہر ایک جہت کا حکم وضع ہو جائے نہیں کیا ۱۱ غلط ہو جانے کے بعد بھی یہ طہارت اور علت باقی ہے لیکن  
 درحقیقت ہر جہت کا حکم الگ ہی ہے جو بیان کیا ہے۔

بہینہ ہی بات ان قاصد کا بیان ہے جن کی شانیں سابقین: بجز ترویج کے کہ حلال ہے احادیث کی جہت  
 چاروں عزمین میں ہوا جاتی ہیں اچھے عقداں میں ترویج کی جہت سے حلال سمجھا جائیگا لیکن اس میں حرمہ  
 حلال ہونے کی دوسری وجہ ہے اور وہ وجہ ہے کہ یہ ان عزمین سے ترویج کو منع فرمایا ہے۔ جو حرمہ  
 ترویج کی جہت سے نہیں ہے بلکہ اس نئی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے جو جناب باری نے قرآن مجید میں اپنی  
 جو عزمین کے متعلق کی ہے۔ اگر سائل متنبہ کہ اس میں تمام کا حکم جو قدیم سپرہ اسلام دین کے کہ اگر کسی  
 شخص نے اپنی جائزہ نہ لکھو سے حالت میں نہ رہی کہ وہ اس کو زنا کہ تزلزل و مردود و فون پر  
 سمذنا جاری ہونا چاہئے لیکن یہ تو کوئی اسباب کا قائل نہیں معلوم ہوتا ہے۔ یہ اسی وجہ سے کہ ترویج  
 جہت سے اور حرمہ نئی باری سے پیدا ہوا ہے لہذا قبل از ضرورت حرام ہے: یہ نئی وجہ ہے کہ نہ تزلزل  
 جن میں سائل کی طرف سے کیا گیا ہے کہ یہ نئی کی جہت سے نہ تزلزل و مردود و فون کو سمذنا

لازم ہوگی۔

درحقیقت کلامِ تونس بلکہ ارحمین کوئی مقامِ ربّ شک نہیں ہے کیونکہ جب انھوں نے یہ بات بیان کی تو وہی کہ زنا وہ بھی جاتی ہے جس میں حلال کی کوئی جہت نہ ہو لہذا وہ صورتیں جس میں حلال کی بھی کوئی جہت موجود نہ ہو وہ سب زنا سے خارج ہو جائیں گی لیکن یہ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ زنا کے مادق نہ کرنے سے حلال ہو جاتا ہے حکم نہیں کیا جاسکتا بلکہ صرف زنا کی نفی کی جاتی ہے سائل کو یہ سن استبعاد ہو رہا ہے وہ اپنی تافہی سے یہ خیال کرتا ہے کہ جب زنا نہیں ہے تو حلال ہوتا چاہیے یہ غلط ہے کیونکہ ہر غیر زنا حلال نہیں ہے جیسا کہ ہم نے پہلے ہی ذکر کیا ہے اور ہر غیر زنا نہیں ہے بلکہ یہ فرماتا چاہتے ہیں کہ یہ تمام شکلیں زنا نہیں کی جاتی ہیں مگر حرام ہیں اور اس میں کسی قسم کا نہ استبعاد ہے نہ استحالہ۔ اب بتاؤ کہ ڈوب مرنے کا کون سا حق ہے جس کے دماغ میں کوئی بات اتنی نہیں ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ پہلے سمجھنے کی کوشش کریں کہ کس نے کیا لکھا ہے پھر اعتراض کا شوق فرمائیں۔

اس اختلافِ جہات کا شرعی ظاہر ہوا کرتا ہے جیسا کہ بیانِ ظاہر میں اس لیے ہزاروں مثالیں ہیں جن کو کہیں کسی شخص کا منسوب بننا پڑتا ہے ناز کی حیثیت کا اگر خیال کرو تو وہ جائز ہے اور اس کے بدلے کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں نواہ ہے وغیرہ وغیرہ اور اس میں نواہ ہونے کی حیثیت کا لفظ کو تو یہ بھی ہے اور ناجائز ہے۔

یہی قرآنی حلال ہے اور موجبِ نواہ ہے لیکن اگر حیوانِ حرام سے متعلق ہو تو ناجائز ہے موجبِ نواہ ہے ہر ایک جہت اپنا حکم ساتھ ساتھ رکھتی ہے۔

یہی پیغمبر کی سمیت اگر صرف سمیت رسول اور آپ کا ساتھ دینا مقصود ہے تو ہر جہت سے صحیح ہے اور جہتِ نواہ اور سببِ رخصتِ رب لا رباب ہے اور اگر یہ سمیت ابتداء ہی کے لیے ہو تو صحیح ہے اور موجبِ لعنتِ رب ہے آپ ملاحظہ فرماتے ہیں کہ کیوں کیا ایک ہی شوجہات مختلف سے مختلف حکم رکھتی ہے۔



## مذہب اہل سنت کے عجائب

یہ جو کچھ ہم نے لکھا یہ ان تافہیرین کا جواب بلا تاویل تھا جو کلام ونس طبرہ الرحمہ ورحمہما ان میں ہمارے کلام کو بدیہی تعین لیکن ہم قوی حیثیت سے اپنے مخالف سے پوچھتے ہیں کہ ان مسائل منہج کا جواب کبھی کبھی ہفت فرصت مل ثابت کریں تاکہ آپ پر ظلم و جمل کا فرق آشکار ہو و دشمن ہو جائے۔

(۱) رجل تزوج امرأة نکاحاً  
فاسد اذ دخل بها فجاءت  
بولد لسته اشهر ثبت النسب  
منه و اختلفوا فی اعتبار هذا  
الوقت انه يعتبر سته اشهر امن  
وقت النکاح او من وقت الدخول  
قتل ابو خنیفة و ابو یوسف  
يعتبر من وقت النکاح + ص ۱۱  
فتاویٰ قاضی خان

ترجمہ ایک عروس نے ایک عورت سے نکاح کر لیا (یہ عورت ان مسئلہ عورات سے بھی صحیح کرنے کو شامل ہے جیسے ان میں وغیرہ) اس کے بعد اسے اس عورت سے ہم بتری کی ابد اس کے بیان چھڑ جینے کے بعد کچھ پیدا ہوا تو اس کچھ کا سبب ثابت ہوا یعنی یہ کچھ اسی نکاح کرنے والے کا جو کما حقہ اس کا خلاف ہو کہ یہ چھڑ جینے صحیح کرنے کے وقت سے لے کر ماہین کے یا ہم بتری کرنے کے وقت سے ابو حنیفہ اور ابو یوسف لکھا کہ یہ چھڑ جینے صحیح کرنے کے وقت سے لے کر ماہین کے

اب مسائل صاحب اپنے بیان کے مسئلہ میں غور کریں اور فرمائیں کہ نکاح فاسد میں عورات اور عوام کے ساتھ عقد کرنا یہ بھی اگلا کیونکہ یہ صورتیں عنوان مسئلہ میں مستثنیٰ نہیں تو آپ بتائیں کہ چھڑ جینے کے بعد لڑکا اگر پیدا ہو تو اس کا نسب ثابت ہو جائیگا اور نسب ثابت ہونے کا قاعدہ جناب کو معلوم ہے کہ وہ میراث میں کام آتا ہے قریب کے عوام و علال میں یقیناً ضرر رکھتا ہے وغیرہ وغیرہ تو معلوم ہوا کہ وہ ولد الزنا نہیں سمجھا جائیگا ورنہ زنا سے تو نسب ثابت نہیں ہوتا اگر مسئلہ الحاق زیادہ بانی سفیان پر عمل نہ کیا جاتے۔ اور صوبہ کی پیروی نہ کی جاتے۔

اور جب مورث مسئلہ میں نسب ثابت سمجھا گیا تو معلوم ہوا کہ زنا نہیں ہے ورنہ نسب کا یہ سبب ثابت نہیں ہوتا

پھر اب یہ بات نکاح عورات تک آتی ہے اور نکاح نکاح ہے اور زنا نہیں ہے لہذا حد تا جی نہ لگائی جائے گی اور نسب ثابت ہے اب ذرا یوں ہی مقرر پر اپنا اعتراض یاد کرو اور چاہو غرق ہو جاؤ چاہو شرم کرو۔ لیکن مسلمان جو طرہ اختیار ہے اگرچہ وہ معلوم ہو چکا لیکن امام ابو حنیفہ کی اتنی بات اہل قابل ضرر کہ نکاح سے چوتھے بیٹے کا گذرنا ثبوت نسب کے لیے ضروری ہے تو اگر ذبیح الاول کی تکمیل کو نکاح چھوڑ دیا جائے تو اس سے ہم بستی نہیں ہوئی اور تکمیل ماہ میام کو عورت کے یہاں یہ پیدا ہو گیا تو اسکا نسب ثابت ہو جائے گا اب یہ آپ کا کام ہے کہ اسکو اعتبار کے موافق ثابت کر دیجیے۔

(۲) رجل غاب عن امراته  
وہی بکرا و شیب فتزوج  
اخر و ولدت کل سنة ولدا  
قال ابو حنیفہ الاولاد الاول حسن  
فتاویٰ قاضی خان

ایک مرد اپنی بی بی کو چھوڑ کر چلا گیا اور وہ عورت نکاح  
نہی یا نہواری نہ تھی جب وہ اسے چھوڑ کر غائب ہو گیا تو اس  
عورت نے ایک مرتبہ نکاح کیا بعد ہر سال ایک بچہ  
جنا۔ تو ابو حنیفہ کا ارشاد ہے کہ سب لڑکے اس پہلے شوہر  
کے ہیں چونکہ اس عورت نے نکاح سے پہلے نکاح کیا۔

اب یہ چیز اہل اہانت کا کام ہے کہ وہ ہیں اس مسلم کو سمجھا دیں کہ مرد و عورت کی بات چلنے والی اس طرح  
بانی ہے پھر عورتان مسلمہ میں یہ بھی کہ اس عورت نے تعلق اول کے بانی سے ہے دو مرتبہ نکاح کر لیا  
یہ لڑکے جو ہر سال اس عورت سے پیدا ہوئے ہیں وہ زنا زادے کیونکہ نہیں ہیں اس کے بعد زانی کیونکہ نہیں کہتے اور  
بچے کس وجہ سے اول کے سر قوبے جاتے ہیں۔

(۳) محبوب تزوج امراتہ فمکثت  
عندہ زمانا ثم رجعت بولد قال  
ابو یوسف الولد ولدہ  
مما اذاک الزوج کان  
قبلہ طلقتھا ثلاثا  
فتاویٰ قاضی خان

ترجمہ ایک ایسے شخص نے جو انہیں کے نکاح لینے  
کی وجہ سے بیکار ہو گیا تھا اس نے ایک مدت سے نکاح کیا وہ  
عورت اس کے بعد اس مرد کے پاس ایک سال تک رہی  
پھر اس عورت کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا تو ابو یوسف  
کہتے ہیں کہ وہ لڑکا اسی محبوب کا ہے اور یہی محبوب  
اس عورت کو پہلے شوہر کے لیے حلال بھی کرے گا

نہیں ہے اسکا نسب یہ کہ پہلے نکاح ہوا تھا۔ یہ خلاف قائل خود مکرر بیان کرتے ہیں۔ وہ بانی کی بات نہیں کرتے۔

## امداد و پرورش یتیم

مرسلہ زندگی

ارباب جو دوسرا اخدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس شیعہ یتیم خانہ دہلی کی حمایت کا سنگ بنیاد رکھتے ہیں۔  
 ۱۲۸۸ھ کو ایک عظیم الشان جلسہ میں عابین بعلی القاب حجتہ الاسلام آیتہ اللہ فی العالمین حضرت فقہ اعظم  
 قرظین مولانا مولوی اسید آقا حسن صاحب قبلہ مرحوم کنوی محمد احمد و انہوں نے دست حق پوسٹ سے  
 وہ کو غیر شریف کشمیری دروازہ میں نصب ہوا تھا۔ بھارتیاب وہ عالیشان عمارت کشمیر شیعہ یتیم خانہ دہلی کا مکان  
 انجمن حسنی کی نازن تنگ سہی و گشتش۔ یتیم کی افراط و زیادتہی۔ قوم کی بخشش و کرم کی وجہ سے قریب تکمیل ہو  
 اور بد تکمیل بھی ناکافی نظر آتی ہے۔ جیسے ننگان قومی کے چھوٹے چھوٹے ذریعہ پودے جن کے باغبان بہت  
 اہل کا شکار ہو چکے ہیں۔ جن کے غنچہ ہائے قنارہ کے تیز اور تند بھوکوں سے افسردہ جن کے شکوہ فغاں آرزو  
 حوادث زمانہ کی آندھیلوں سے پژمرده ہو چکے ہیں۔ مصیبت زدہ دل اور حسرت بھری آنکھیں کس غیر اللہی  
 کے عالم میں کب کی فیاضی اور دیادگی کا تماشہ دیکھنے کے لیے بعد شوق و قنارہ آرزو مند ہیں۔ اپنی زندگی رحمت  
 و آرام سے بسر کر رہے ہیں۔ علی الصباح بعد قرآن خوانی و تسلیم دینی بزرگان قوم و عقبات ملت و عامیان یتیم خانہ کیلئے  
 وقت بھاڑتے ہیں بقولیکہ سے

بے کسی و تامل و بی باس حروان ہم نفس      زندگی یہ ہے تو ابھی زندگی کس کام کی ہے  
 فرشتے گل پہلے دیان دینی رہی جن کو نسیم      کیا خبر ان کو کسی آوارہ و ناکام کی ہے  
 صاحبان چون بھی دست عطا کر دین دراز      خطر ہے ہاتھ پھیلا سے دعا یتیم کی ہے

اگر آپ حضرات کی توجہ اسی طرح اس قومی ادارہ کی طرف مبذول رہی تو انشاء اللہ آپ کی فیاضی اور  
 کرم سے امید و آئین ہے کہ موجودہ عمارت شیعہ یتیم خانہ کے پہلو بہ پہلو اختلافہ زمین پر غریب و مسکین  
 سرنگ عمارت تیار ہو جائے گی اور یتیم کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا جس سے موجودہ حالت کے  
 بوجہ نہ ہونے عمارت و درخواستیں و اختلافات تمام مجبوراً نامنظور کرنی پڑتی ہیں شریعت اسلام میں  
 خاص اہمیت ایتام کو دی ہے وہ اور مذہب میں کم نظر آئے گی۔ متعدد طریقوں اور مختلف صورتوں میں

یمن کی امداد اعانت۔ مسکیری و ہوش۔ ان کی آئندہ زندگی درست کرنے کے لیے جدوجہد۔ انکی تعلیمی  
اعلمانی مدارس بننے کرنے میں سعی۔ ان کے سالن زندگی مہیا کر دینے میں کوشش کرنا یعنی رضائی حق کا  
موجب ہے یہ ایسے ادارت گروہ کی خود خداوند کریم نے سرکھستی فرما کر جو ظلم پداری کے قابل قدر نسبت سے  
دست اہل کے ذریعہ محروم ہو چکے ہیں اور اب دنیا میں آئندہ فلاح و بہبود کا انحصار صرف قوم کے ارباب  
ہمت و کرم کی توجہ اور ہمدردی پر رکھتے ہیں امداد و اعانت پر غریب غریب دی گئی (و اما الیم فلا فقر) جو  
ہندوؤں کو ڈرایا گئی (ذوی اقرنی دینی و الساکین عدین السہیل) سے ان کے حقوق کی طرف متوجہ کیا گئی  
(الم کدک یثا فادی) سے یتیموں کی پناہ دینے اور ان کی امن و عافیت کا انتظام کرنے کی طرف اشارہ فرمایا  
ادب گئی (یطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیمًا و اکیرًا) سے یتیموں کی شکر پڑی بن اپنی رضا کو شریک کیا غرضیکہ  
متاؤل قرآنی احادیث نبوی (من نعم تہا الی الطعام حتی یستی سمنہ) یعنی جو شخص اپنے کھانے میں کئی نعم  
کو شامل کرے یہاں تک کہ وہ نیم سیر ہو جائے تو اس پر جنت واجب ہے۔ غریبار۔ فقرا۔ سخی غیر سخی آپ کے  
دست کرم سے حیشہ مستفید و منتفیض ہوتے رہتے ہیں۔ قومی حیثیت اس بات کی مقتضی ہے کہ آپ کس نعم  
رسیدہ و دور افتادہ یتیم بچوں کو بھی اپنے عیال میں شمار فرمائیں جو شیعہ تہتم خانہ دہلی درگاہ پنجہ شریف کی عمارت  
میں تہتم ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے (من حال یتیم حتی انقطع تہتمہ) جو کسی تہتم کو پناہ عیال نباسے یہاں تک  
کہ وہ بالغ ہو جائے تو خدا اسے برتر جنت و جہنم کرتا ہے۔ جس طرح ایام کمال کھانہ والوں پر تہتم و تہتم  
اقوال و سیرت ائمہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم کفالت ایام کے ثواب عظیم پر شاہدین کہ جعفر انہماک ایام  
پر ہوش اور نگہداشت میں دکھایا ہے اس کا اندازہ خیر لوگ نہیں کر سکتے۔ سیدان کو بلا میں ہمدردی  
ایام کا ناقابل فراموش سبق جو آپ کی شاہراہ بنایا گیا ہے اس کا مثل و نظیر کسی قوم کی تاریخ میں نظر نہیں  
آتا۔ بلا کیجئے جبکہ آپ کے اجداد و اطہار میں نے صرف ایام و سکین کی امداد کے لیے روزہ پر روزہ گزارا  
اور اپنے اپنے حصہ کا کھانا یتیموں کو عطا فرمایا۔ آپ کی نظر التفات ان بھیب تہتم رسیدہ بچوں کو عین کی  
بیکجی نے آغوش مادر می سے اور بن کی قیمتی نے سایہ پداری کی قابل قدر نعمتوں سے محروم کر دیا ہے  
جو عالم غربت و بیکسی میں آج آپ کی فیاضی اور فراخ دلی کے بحر کرم پر پیارے وطن کو غریب و کم کر

شیخہ شمیم خانہ دہلی و گاہ پنج شریف کشمیری دروازہ صوبہ دہلی قائم کردہ انجمن حسینی کی مالشان حیات  
 میں پناہ گزین ہیں اور مختلف مدارس سنت و حرفت و دیگر شعبہ جات میں تعلیم پارسہ ہیں ۵  
 بس آپ ہی ہیں ابدالان نکالنے والے ۵  
 لے ہیں خاک میں سب ان کے پائے والے  
 خدا کے ہمدید دوسرے آپ کا ان کو ۵  
 کو سے گا قابل خدمت کبھی خدا ان کو  
 یہ انتقام کرم رائگانہ نہ جانے گا ۵  
 کریں گے حق یہ ادا اک زمانہ آئی گا  
 محبان مٹی و بتول و پیر و ان فرزند ان رسول شمیم خانہ واقع در گاہ پنج شریف کشمیری دروازہ  
 صوبہ دہلی قائم کردہ انجمن حسینی نابندہ شیعہ جماعت کی ترقی جو برائے اختیار قابل رشک و حسد و براہے  
 احباب سبب سرست ہے آپ کے احسان بحیث مذہبی و جذبہ عصیت قوی پر منحصر ہے۔ ہر کس کو ناکس کو سال  
 بحرین میں واقع عید اعظم عید قربان۔ شب برات۔ دیگر مہجوں کے علاوہ ضرورت پیش آئے۔  
 ہیں۔ ان موقعوں پر میرا غریب، رئیس فقیر، خادم، مخدوم اپنی آمدنی کا فیصلہ جز خیرات و بہترین صرف کچھ  
 ضرورت فقہ کرنا ہے۔ اس لیے برادران اسلام سے گزارش ہے کہ ادا لافاطہ و امانت رسولی کو دشمنان  
 اسلام کے بچوں سے بچائیں اور فطرہ کی رقم شمیم خانہ دہلی میں ارسال فرمائیں۔ ہر قریب عید قربان  
 بیرونی حضرات قیمت کھال اور مقامی حضرات قربانی کی کھالیں عنایت فرما کر اپنی قوم کے بے دلی  
 و وارث بچوں کی جو شمیم خانہ دہلی میں مقیم ہیں سرسبستی فرمائیں نیز ان غنچہ ہاے اسرودہ و گلوچہ  
 پذیرمہ کو ہر قریب شب برات اپنے پیارے بچوں کی خوشی کا تصدق طوی اور انتشاری میں سے قلیل  
 رقم سے ادا و امانت فرما کر ثواب حاصل فرمائیں۔ ہر صوبہ۔ شہر۔ قصبہ۔ و ہر دیار کے مومنین سے خواہش  
 کی جاتی ہے کہ دے۔ دے۔ دے۔ سنے ہر قسم کی ادا و پر یک دل ہو کر اکامادہ و مستعد ہو جائیں کہ ہر  
 جمعہ بعد نماز رخصت حق اور شفاعت رسول حق کا استحقاق حاصل کرنے کے لیے مومنین شمیم خانہ  
 دہلی کا تذکرہ فرما کر ایک کافی رقم سرمایہ میں جمع فرمائیں اپنے قومی پیغمبر کے ملوٹوں کو گداگری کی خوشی میں  
 اور فقر و فاقہ کی بلاؤں سے نجات دینے کے لیے خود گھر گھر جا کر چندہ وصول فرمائیں اور اس کو قومی خدمت باللہ  
 اخلاقی و ایمانی فرض تصور فرمائیں ۵ خدائے بزرگ کی حالت میں لیا، دیکھو کھو مال پانی حالت بدلنے کا

جنھن کے ساتھ ہمدی اور ان کی سرپرستی کے تحت کسی مومن سے پوشیدہ نہیں جیسا کہ حدیث نبوی  
 میں ارشاد ہے (کافل لئیم کما قین فی بکنتہ و اشار باصبعیم) یعنی میں اور وہ شخص جو تیم کی امداد پرورش  
 کرے جنت میں اس طرح ہوں گے جس طرح ایک انگلی دوسری انگلی سے متصل ہوتی ہے یوں میرا اور مددکنے  
 والے کا درجہ متصل ہوگا۔ موالیان ائمہ اطہار اور شیعہ ایمان رسول مختار اس قومی ادارہ کی ایسی  
 امداد و استعانت فرمائیے کہ دنیا کی قوموں میں آپ کی جدوجہد 'فیا حق' ایثار اور مالی قربانی کی دھاک  
 بیٹھ جائے اور آپ کی نیک کمائی بہترین صرف میں آئی میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس قومی ادارہ میں  
 آپ کی حمایت کردہ رقم کی حفاظت کی جاتی ہے آپ کے عطیہ کو بددیانت بوجہ ہدایت صرف کیا  
 جاتا ہے۔ تمام حساب آمد و خرچ و شیعہ تیم خانہ درگاہ پنجہ شریف دہلی میں موجود رہتا ہے ہر وہ  
 شخص جس نے کسی مدین بھی عطیہ رحمت فرمایا ہے حساب کتاب کی جانچ پڑتال جو وقت ہی چاہے  
 تعین وقت کے ساتھ کر سکتا ہے۔ اگر ہماری قومی انجمن اپنے فرائض کا احساس کریں اور اپنی مقامی  
 ضروریات کے ساتھ ساتھ اس قومی ادارہ شیعہ تیم خانہ دہلی کی امداد و اعانت پر توجہ مبذول  
 کریں تو ہماری قوت مستحکم۔ بنیادیں مضبوط اور سرمایہ وافر ہو جائے جس کا دستہ حیدر یہ  
 دہلی سامامیہ انجمن جمہور۔ انجمن حسینہ پانی پت نے اس ادارہ کی ضروریات کو مدد  
 کر لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر اسی طرح دیگر انجمن بھی شیعہ تیم خانہ دہلی کی مدد و معاونت  
 تو انشاء اللہ محقریب تمام مشکلات دور ہو جائیں اور تیم خانہ کی حالت قابل رشک ہو جائے یعنی  
 و آل محمد اپنے دست کرم کو پڑھائیے۔ انعام شیعہ تیم خانہ دہلی کی اعانت فرمائیے اور دیگر انجمن  
 کو متوجہ فرما کر قصبہ جنت خرد فرمائیے ۵

بدل کر فقیر دکنی ہم ہمیں غالب تمنا ہے اہل کرم دیکھتے ہیں

امداد کا طالب

سید محمد حسین زیدی کمرست سکرٹری

شیعہ تیم خانہ دہلی

# اشک غم

نقشِ حیاتِ محمّدؐ کو دلاؤ دوشِ ستمگری      دودِ جہانِ بے ثبات اگر دوشِ مخمّی چہتری  
ذکرِ کاغذِ آنِ غامِ حیاتِ کہ در جہانِ نماند      طاعتِ خاصِ قنبری عجزِ نیازِ بوزری  
خوابِ شد و فسادِ گشتِ کر و بیلِ گشت      سلطتِ دستانِ کسروی و پیرِ سکندری  
گشتِ زمانہ زودِ گرفتِ زودِ ہر و ماندگار      سوزِ دگر از عابدیِ صدقِ مقالِ حقّی (مہر)

فرقہ اہل تشیع جس کی غم انگیز داستان دل ہلا دینے والی ہے اور جو نوحی "الدنیا سجن ملعونہ" و جہنہ لکھا فریادِ مومن کیلئے قید خانہ اور کافریہ جنت ہے، ہمہ دم صاحبِ آفات کا شکار ہے اس کے آلام کی حکایت لحد اس کے ہم کا ذکر بیانِ غم سے نہیں بیان ہو سکتا "تو ہی زمانہ گذر را جبلس کے سر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام علی اللہ تعالیٰ ہوا اٹھا اور اس غم کی کڑی دھوپ نے دل بگھلا دیے، ہنوز اس غم کے اثرات فنا نہ ہوئے تھے کہ ایک دوسری چوٹ قلبِ غم پر پڑی جو حضرت قدوۃ العباد علیہ السلام کے انتقال پر طال سے پیدا ہوئی، یہ سلسلہ غم مبین منقطع نہیں ہوتا بلکہ لگے بڑھتا ہے اور غلاب مولانا مولوی سیّد محمد شجاع صاحبِ قبلہ بنارس کی خبر موت آتی ہے جو ہوش ربا اور روح بکرا جوتی ہے۔ جو حقیقتِ ممدوح کی موت نہ تھا اہل بنارس کے لیے جا بگڑا ہے بلکہ تمام انونین بلکہ اس غم سے متاثرین ان کا بکھر ملی اور اپنی وہ کاشن جو شرمِ عینِ آمد و شد اس کیساتھ حبیبہ یقین بخئی نہیں، تنہا آپ ہی کی ذاتِ والا صفاتِ جمیع پر ہمارے ایسے جگہ کو تو حید کی ایوان سے کہ مراد بنادیا اور دارالعلم دینی کی اساس قائم کی یہ صرف آپ ہی کی اہی تھی جس کی تمام کوششوں سے وہ نتیجہ مرتب کیا جو مذہبِ اہلی دستِ ہی سے اگر حال نہیں تو ناممکن ضرور تھا۔

اس تاریک زمانہ میں دل سوز دین و مذہب ہی چراغِ ہدایت تھی، شاہراہِ ہدایت کو نمایان کر کے دکھائی نہیں دے سکتے تھے جو کون نے انہیں گل کر دیا اور ان کا ٹھکانہ صاف بکھر دیا، ان میں جاگزین ہوا خدا پرست ممدوح کو مجرّم جلِ خطا کرے اور مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ ہماری دعا ہے کہ ہر دیکھنا عالمِ ہدایت ان کے کمال و ہدایت دین کو جوڑنے کے انھوں مغلوب نظر آ رہے ہے اپنے حفظ و امان میں رکھ کر عمرِ طویل کا مدتِ قرا اور ہزاری ناقہ پرست مسیون سے غصہ نہ کرے، یکن محمد و آلہ الامجاد۔ "بریں شکر کر کہ خوش ہو" مستہام

قطعه از تخیل بر طلال حضرت دامن انقضا، تلخ حال و باور لاشعری سیمه شمع و تابان طلال

از خبر موحش و خشم آفرین	دست بعد دست در تخم استین
آن تشنیدی که به پیچید و هر	فل نعلیله ز سر موئین
رفت بدست اهل آن خود که بود	خاتم ضو بار عمل را نگین
سید سجاد که با علم خویش	بود چرخه بر راه دین
و این ضو بار خودش بر بچید	گشته شد از باد مخالف، بین
رُخ جهان تافت که گوش شنید	"از لغت ایچنه تستقین"
دوق بازار جهان عمل	یوسف مصر شرف و محمد دین
کوکب تابنده چرخ کمال	گوهر خشنده مشعر بین
مهر جهان تاب، بروج عروج	بر فلک علم، چو او مبین
داشت عروج بزمه، که بود	خوشه پردین فلک خوشه چین
بهر دو حرف حشش، با چو زهر	بهر محبان استنش، انگبین
طرز کلاش، همه جادول پسند	طوریانش، همه دم دل نشین
بوجه کوثر شود از فرط لطف	موج فربد، چو ز چین بسین
طبع روانش، چویم سلیل	قطع ریانش، چو دم ترسین
مستی و عابد و شب زنده دار	شع شب انجن ساجدین
چون دل آینه دلش پاک صاف	طینت مافیش، چو ابر سین
ساعه سرشار، بشتی چو دیه	کرد بدل از بگه واپسین
رفت ز دنیا، دنی آن چنان	ماه سر بیتاب شدم نغمین
فرط غم مصرع سال وفات	خواست چو العدل اندکین
گفت که بگشای دل مبر و گوے	مرح به سحر و پشت برین



## نشاط الکسلاں

ایک شخص نے اس آیت ”اذن اللہ فی بیوتہ ان ترفع“ میں لفظ ”بیوت“ کو پیش دیکے پڑھا اور ”فی بیوت“ کہا۔ ایک دوسرے شخص نے اُس کی تفسیح کی اور کہا کہ قرآن میں ”فی بیوت“ ہے اور یہی ہونا بھی چاہیے کیونکہ ”فی“ کلام عرب میں اپنے معمول کو زیر ہی دیتا ہے اس نے کہا کہ جب خدا اس کو پیش دینا چاہتا ہے یہ کہہ کے کہ ”ان ترفع“ رفع دے جائیں تو آپ اس کے زیر دہنے دالے کوں؟ وہ شخص یہ جواب سنکے ہنسنے لگا اور خاموش ہو گیا ”رفع“ کلام عرب میں بلند کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح نحو میں ضمت یعنی پیش کو کہتے ہیں اس شخص نے آیت میں مناسبتی مراد لیے اور ”بیوت“ کو پیش دیکے پڑھا۔

فضال جہانم ایک روز ابو حنیفہ کے پاس گئے اعدو بان ایک اچھا خاصہ جمع تھا راہ میں انھوں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ چلو آج ابو حنیفہ سے ایک ایسی گفتگو کروں کہ وہ خجل ہو اور کوئی جواب نہ دے سکے چنانچہ یہ پہنچے آپس بن صاحب سلامت ہوئی اور انھوں نے ابتداء کلام یوں کی:- فضال جہانم کوئی ”اے ابو حنیفہ میرا ایک بھائی ہے جو کہتا ہے کہ رسول کے بعد سب سے بہتر نبی امیر المومنین علی بن ابی طالب کی ہے“ اور میں کہتا ہوں کہ نہیں، سب سے بہتر نبی رسول ابو بکر ہیں اور پھر عمرؓ تو آپ کا کیا مسک ہے اور کیا راے ہے“

یسنکر ابو حنیفہ نے اپنی گردن جھکائی اور تھوڑی دیر سکوت کے بعد گردن اٹھا کے کہا کہ انکی منزلت، اخصیبت، اور فخر اسی سے ظاہر ہے کہ وہ بعد موت، رسول کے پہلو میں دفن ہیں، اب اس سے بڑھ کے کہا جت اخصیبت ہو سکتی ہے؟“

فضال جہانم نے کہا کہ میں نے یہ بات اپنے بھائی سے کہی تھی، تو اُس نے جواب دیا کہ حد صورتین ہیں، یا تو وہ زمین جس میں یہ دونوں دفن ہوئے رسول کی تھی، اگر ایسا تھا تو انھوں نے بھی

زمین میں جس میں کہ ان کا کوئی حق نہ تھا، دفن ہو کے ظلم کیا۔ اور اگر زمین رسول کی نہ تھی اور ان کی تھی اور انھوں نے رسول کو ہیرہ کر دیا تھا، تب بھی بڑی بات کی کہ اپنے ہیرہ کی طرف پھر رجوع کی اور گویا اس کو باطل کر دیا اور جو حمد رسول سے تھا اُس کو بھول گئے۔

ابو حنیفہ نے پھر سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ وہ زمین اُن کی نہ تھی مگر انھوں نے عائشہ اور حفصہ کے حق کو خیال کیا اور اس اعتبار سے استحقاق دفن اُن کو ہوا اور اہل بیت اعتبار سے وہ دفن کیے گئے۔

فضال بن حسن نے کہا کہ کیا کہوں، میں نے اس سے یہ بھی کہا تھا، مگر وہ ایک نہیں ماننا اور اس بات کا یوں جواب دیا کہ ہم نے مذاکرہ حق و حجت میں دفن کیے گئے، مگر رسول کی تو بیہیمان تھیں اور زوجہ کا حق شن ہے اور اس اعتبار سے ہر زوجہ کیلئے تسع شن ہوتا ہے اگر اس حصہ کی اور اس سم کی پائش کی جائے تو ایک ہاشت زمین حصہ میں آئے گی لہذا ایسی صورت میں، ایک چھوٹا وڈ طویل القامت انسان ایک ہاشت بن کیسے آگئے، اس کے ماسوا اگر زمین دا شاع بنھیں ملی تو یہ کیا کہ بیہیمان تو حق پائین اور وارث ہوں، اور بیٹی اپنے حق سے محروم کر دی جائے۔

اس کا جواب ہی کیا تھا، ابو حنیفہ نے مجمع سے پکار کے کہا ”ارے اسے بھگاؤ یہ ملعون منافق“

ہو لعنہ اللہ

”بما یحظ“ غلطی، ایک ٹرے علامہ ہیں اور علماء اہل تسنن میں ان کا پایہ شرف بہت بلند ہے باوجود اس حسن کے ایک قبح بھی نہیں تھا وہ یہ کہ ان سا کر یہ النظر اور شکل آدمی اس عہد میں ڈھونڈے نہ ملتا تھا چنانچہ بعض شعراء نے یہ شعر لکھا ان کے متعلق کہا ہے:-

لو یسبح الخنزیر مسخاً ثانیاً    ما کان للددون فسح الا حفا

”شعر کا ترجمہ عورت چھوڑتا ہوں مسخ کا تعلق“ خنزیر سے ایسا ظاہر ہوتا یا ان سے جس کے بیان کی ضرورت نہیں۔

ہر حال ایک روز ایک عورت ان کو ایک مصور کے دوکان پر باہر لے گئی اور جب وہاں پہنچیں عورت نے مصور سے کہا ”بس ایسے ہی“ یہ کہہ کے وہ عورت چلی گئی۔ یہ نہایت تعجب و پریشان کہ یہ کیا واقعہ ہے، آخر مصور ہنسنا لگا اس نے کہا کہ یہ عورت مجھ سے فرمائش کرتی تھی کہ ایک شیطان کی تصویر اسے بنا دی جائے، چونکہ میں نے کبھی شیطان کی زیارت نہ کی تھی لہذا میں اس کی تصویر نہ کر سکتا تھا، آج وہ آپ کو لے آئی اور یہ کہہ کے کہ ”بس ایسی ہی“ تمام مذمت میرے قطع کر دیے۔

ایک شخص ملازمین ہمارا تھا کہ ایک دوسرے شخص نے اس سے پوچھا ”بچکانا کیا ہے“ ”کما ہے“ ”مگر“ کہتے ہیں، ”کما بناب کس کے باپ ہیں“ ”کما“ ”ابوفضیل کے“ ”میں نے کہا“ ”آپ بیٹے کس کے ہیں“ ”جواب دیا کہ باپ کا نام“ ”ابن الفضل تھا“ ”یہ سب کس کا ہے“ ”میں نے کہا“ ”وہ آپ سے کشتی میں بیٹھ کے ملنا چاہیے“ ”کیونکہ غرق ہو جائے گا اور بیٹھ ہے۔“

بیمہ واقعہ مذکورہ کی طرح ایک دوسرا واقعہ پیش آیا اور وہ یہ کہ ایک آدمی نے ایک جوان کو پوچھا جو سنی تھا کہ ”آپ کے باپ کا کیا نام ہے“ ”کما“ ”مگر“ کہتے ہیں۔ ”کما مان کا کیا نام ہے“ ”کما“ ”ملا“ ”پوچھا۔“ ”چچا کا نام فرمائیے“ ”کما“ ”عثمان“ ”پھر اس شخص نے پوچھا کہ ”آپ اپنا تو نام بتائیے“ ”ابھی یہ جواب نہ دینے پائے تھے کہ ایک دوسرے شخص نے کچھ قریب ہی تھا، کہا آپ کو شرم“ ”کہتے ہیں یہ سب کما اور حاضرین ہنسنے لگے۔“

جس شخص کا تذکرہ کیا گیا یہ ایک بہت بڑے خاندان کی فرد تھی جو سستی تھی مع اپنے خاندان کے، یہ تمام خاندان عراق میں تھا اور ایک زمانہ میں تحقیق حن کر کے صلیب پر شیعہ ہو گئے۔

منفوت یا ارفع جبارین ضعف و مقوی اعضا

جو کہ عوام جریان سے ناواقف ہوتے ہیں اسلئے ہم کو یہ بتانا ضرور ہو کہ جریان کیا چیز ہے اور اس سے کیسے مہلک امراض تک پہنچ سکتی ہیں۔ ہر مہلک امراض کے لیے یہ مرض بد ہودہ ایک کس سفوف میچا ہے طلب کر کے انتظار کریں جریان کو عینی میں بیلان اور ہندی میں بریمو بریموت اور دھات بہنا کہنے ہیں اور دھات ایک جو پرفیس ہے جس کا نظرو خون کے دس نظروں سے بنتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو انسان کا جوہر است) کرنا زیادہ ہے کیونکہ یہی تمام خواہشوں کا بادشاہ جہانی طاقت کا نگہبان دوسرے الفاظ میں دن کہا جا کہ تمام حیوان و جان ان کی بدولت حیات پاتے ہیں اور جہاں اس میں نقص ہوتا ہے اسی قدر رنگ و روغن نہایت کم طبیعت کی بنیاد پر دل کی رحمت میں فرق آجاتا ہے علامت جریان حب و دل ہیں :- بعد میناب اور کبھی قبل میناب اور میناب کہیں اٹھا یا حالت مہض میں دھات کا خارج ہونا۔ دھات کا نیلا ہونا اور کبھی اخلام مگر جب خواہش نفسانی سے ہے۔ یوریشس مرنوئی وغیرہ کی نسبت آتی ہے تو دل مشائے کی حالت بگڑ جاتی ہے یعنی حالت دل (میناب کرتے ہیں) گرمی اور کا معلوم ہونا میناب میں سوزش بار بار میناب کا ہونا۔ سرعت انزال کسی لذت خواہش ہو کہ مگر مکرر زائل ہو جانا۔ دود کر۔ ان اذیتوں کا جلنا۔ اولاد نہ ہونا۔ اولاد کا کمزور پیدا ہونا۔ پندلیوں کا اینٹھنا دوران سرسختی۔ کاپلی نیند کی کمی۔ جیسے جیسے سخت امراض مثل مرگی۔ لقوہ۔ فلج بگھیا۔ جنون۔ تب شدید۔ وغیرہ لاحق ہو کر جان پر برتن جاتی ہے مہلک امراض فاع عام یہ سفوف صرت ہندوستانی جڑی بوٹیوں سے تیار کیا ہے معنیات سے بالکل پاک جو جس سے بھرنا کہہ کر اندیشہ نقصان نہیں یہ سفوف جریان کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ اس سفوف کا کام مذکورہ بالا کمالات کی اصلاح کرنا اور معدے کو طاقتور بنانا۔ تمام اعضا و ریشہ کی خواہشوں کو دفع کرنا اور ان کے افحال کو قوی کرنا یا عضو مخصوص کو نیز دیگر اعضا کو نہایت خوبی کے ساتھ اپنے مرضی کام کیلئے آمادہ کرنا۔ نامردمی۔ ضعف شام۔ ضعف اعصاب۔ ضعف دماغ و جگر و معدہ۔ ذیابیطر اور صلاح قلب کیلئے بمنزلہ تریاق ہے۔ طاقت جوانی پر اگر نہ کیلئے اکسیر کو اور ہر قسم کے جریان کا دافع ہے لطیف یہ کہ اسلئے ہتھال کیلئے کسی قسم کی قید نہ رہا۔ ہر بہن کی ضرورت حیثیت فی بحس ۳۰ خوراک کے ہر قسم سے کہ راجا نے حاطط بل پیدر روانہ کیجانی ہے

المشہر مرزا سجاد حسین عظیم راکہ دو اہامیہ معین لایج نئی کوٹھی فوٹو سٹیٹ لکھنؤ

<p>الکافظم تاریخ امام موسی کاظم علیه السلام۔۔۔ قیمت ۵۰ هدم الاماس۔۔ تحقیق حدیث فطاس۔۔۔ ۵۰ تشریح الاحکام۔ شرح میرزا وہبہ دومیت شریع الاسلام۔۔ غیر</p>	<p>سہیل من جلد اول و دوم یا سوم کی اگر ضرورت ہو اور دینی محاورات کے دیکھنے کی خواہش ہو تو دفتر سے طلب کیجئے معمول پندرہ روپے جلد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ غیر مجلد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔</p>	<p>سہیل میں جلد اول میں پہلا نمبر اور جلد دوم میں نمبر نمبر و نمبر دفتر میں بالکل باقی نہیں حضرت نوح کریم اگر کوئی صاحب بزرگ مذکور عنایت فرما چاہیں تودہ دفتر کو اجرتا دیکھتے ہیں</p>
--	---	---

جو حضرات دوزخ میں آفرما کر کے انکا چند ہے دقترین بھیجے گئے انکو سیل جلدوزن لاقیت حاضر کیا جائیگا

مینجر سہیل مین و کنوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

# ہیمل کی وسیع اشاعت ایک ازبانی ویر

## ملو اکیات یعنی نوجوانی کا بصر

ہم اس عرق پر چھنا ناز و خون کہ جو عرق طبیبانی کا مایہ ناز ہو اور ہر رابطہ آدمین سے ہی ہم نظریں کو ابراہیم کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ جتنے خواص اسکے کچھ جانتے ہیں اگر اس کے کوئی جھوٹ ہو تو فوراً میت پر لے لی جائے اگر آپ کے عضو جوارح کام کرنے سے تھمت یا آپ کے ہون اگر آپ کا دماغ فرقت چکر کھاتا ہو اگر دل بٹھا جاتا ہو اور اگر قوت متفکرہ اکمل مطلق ہو گئی ہو اگر اشتیاج قلب سے اس لیے ہو گئے ہوں اگر ذلیل عزت قطعی نہ ہو اگر غصہ ہم نہ ہو تو اگر قوت حیوانیہ جواب دہی ہو بسا اوقات بحال حاصل نہ ہوتی ہو اگر ضعف نا توانی کا آپ پر غلبہ ہو اگر کام کرنے سے زدنہ ٹھک گیا ہو تو معاملہ علیحدہ ہے ان تمام امراض میں کہ شہر کا حکم رکھتا ہو بین بستیمہ عرض کرنا ہوں کہ اگر اس عرق کا آپ پر زور دہر تہ نشوونما میں تو آپ کبھی ضعیف نہ گئے اور آپ کے بال مفید ہو گئے اور آپ کی کسی قوت میں کمی ہو گئی ان فوائد میت قیمت فی قوتل حمایک کو کافی ہوگی صرف پانچ پیرہ صم نوٹ :- یہ عرق عادیہ قوت باہر کے لیے نظر نہیں رکھتا صرف لڑکی کے استعمال کے بعد باگھ ہو کو سرنج و سپر کر دیتا ہے اگر آپ کو بخوبی کی کیا جیتے صرف تیرہ دن استعمال کرنے سے نہایت آرام سے نیند آجائے

## دکار مائوس بصر صحیح بینا لکھنو

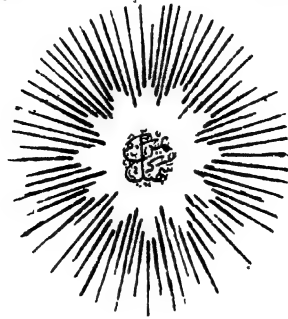
باہتمام محمد خواجہ اظہار میسین و کٹو لپہ اسٹریٹ لکھنؤ میں چھپا

اور سیدنا اب علی اڈو پبلشر نے دفتر ہیمل میں کٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ سے شائع کیا





لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ  
 اے سولانِ خدا جسے تم کہتی ہو کہ محمد بن عبد اللہ خدا اور خدا کے رسول ہیں  
 اے سولانِ خدا جسے تم کہتی ہو کہ محمد بن عبد اللہ خدا اور خدا کے رسول ہیں



# مسلمین

مجلہ علمیہ

۱۱ ۹۰۰

مجلہ علمیہ

”ابو البراقۃ سیّد ظفر مہدی گھمڑیہ آبادی الجاہلی“





جسٹریٹریٹ ۱۵۶۳

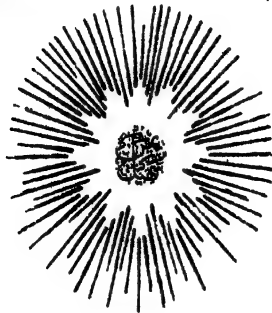
۱۲۱

۶۸۹

ایت مذہب



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
الحمد لله الذي هدانا لهذا الذي كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله  
إنه كان من عباده العاقلين



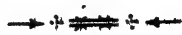
جلد ۱  
۱

# سلسلہ مجلد علیہ

۱۱۳ / ۱۰۹

مجلد علیہ

”ابوالبرقہ نے ظفر مہدیؑ کی گہر نصیر آبادی الخاں بنی“



## تواہد سہیل مین

## اغراض مقاصد سہیل مین

- (۱) ہندوستان کے بہترین اہل مسلم کے علم مضامین کی اشاعت۔
- (۲) معاذین اسلام خصوصاً مخالفین مذہب کے بجا اعتراضات اور حملوں کا دفع۔
- (۳) حقیقی حشلاق اسلامی نشر۔
- (۴) علمی قومی اور مذہبی اور اُن کی معاملات جو مذہب سے متعلق ہونگے۔ تبصرہ و نقد۔
- (۵) حضرات ائمہ مصوبین عظیم السلام کے سوانح کا نشر۔

### مشتہد

اس کثیر الاشاعت رسالہ میں اشتہاد وقت ذیل کا رخ نامہ ضرور ملاحظہ فرمائیں

تدوین	ایک صفحہ	ایک صفحہ	ایک صفحہ
ایک سال کیلئے	لکھ	لکھ	لکھ
چھ ماہ کیلئے	لکھ	لکھ	لکھ
تین ماہ کیلئے	لکھ	لکھ	لکھ
ایک ماہ کیلئے	لکھ	لکھ	لکھ

کوئی صاحب کی اہمیت کی خواہش نہ فرمائیں کی گنجائش نہیں مسائل ترجیح کے صفحات کا نہ اس کے علاوہ ہے جو بذریعہ خط و کتابت طے ہے حجت پر حیل پیشی آنا چاہئے۔

- (۱) یہ رسالہ ہر ماہ عربی کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوگا۔
- (۲) سہیل کی ضخامت فی الحال ۴۰ صفحات سے کم نہوگی۔
- (۳) سہیل جگہ خریداروں کے نام بذریعہ ڈاک روانہ ہوگا۔
- (۴) اگر خریداروں کے پاس کیس کو نہ پہنچ سکے تو ہر ماہ عربی تا کہ ختمین طبع نہ ہو پہنچنے پر دوبارہ روانہ کیا جائیگا۔
- (۵) ہوا کے بعد ہر کالکٹ وصول ہونے پر بھیجا جائیگا۔
- (۶) سہیل کی سالانہ قیمت فی الحال ۱۰ روپے ششماہی ہے اور ہر ماہ کی
- (۷) جگہ مراسلات و ارسال زبرد خط و کتابت بنام اہل البراعہ مولوی سید ظفر ہدی گہر روپے رائٹر و مدیر خاص سہیل مین و کٹورہ اسٹریٹ لکھنؤ ہونا چاہئے۔
- (۸) مضمون نگار حضرات کے مضامین اگر محدود و منازل سہیل سے متجاوز نہ ہونگے اور معیار علم پر عینک اتارینگے تو بصدد اتنا شائع کئے جائینگے۔
- (۹) سہیل کو چونکہ آئندہ اپنے کام میں جو دینی حمایت اور مذہبی دفاع پر منحصر ہے تو یہیں پیدا کرتا ہے اندازہ بغیر استقامت حاضر خدمت نہوگا۔
- (۱۰) نمونہ کار پر ۴۰ کالکٹ آنے پر بھیجا جائیگا۔ مفت حاضر خدمت نہوگا۔
- (۱۱) خریداروں سے عرض ہو کہ خط و کتابت کرتے وقت منبر خریداری کا حوالہ ضرور دین ورنہ تعمیل نامکن۔
- (۱۲) جواب طلب مود کے لیے جوابی کارڈ یا کٹس آنا چاہئے
- (۱۳) مضامین موصول ضرور بالضرور جمع ہونگے اسکا ذمہ دار اڈیٹر نہیں اور نہ وہ مضمون کے واپس کرنیکا ذمہ دار ہے

پتھر سہیل مین و کٹورہ سٹریٹ لکھنؤ

سہیل کی توسیع اشاعت میں دیکر ناقص رہے ہیں؛

پیش روئے ہندوستان کے عظیم ترین ادیبوں کی منتخب تصانیف کا مجموعہ

SALAR JUNG ESTATE LIBRARY

( Oriental Section )

URDU PRINTED BOOKS:

Session No..... Cat. No.....

Subject.....



یہ بعض حقائق حق کی نیت کا اعلان ہے جو کہ سچے دل والوں کی نظر میں  
کیسے اگر کسی اس دل زاری کا خیال آئے تو اس کے دل پہ کیسے شعلہ نہیں کیا

جنت شہزاد

# سہیل مین

جنت شہزادان کا روزنامہ

ماہ شوال ۱۳۸۶ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۶۷ء

صفحہ ۶	فہرست مضامین	مضمون نگار	مترجم
۱۰-۷	۱۰-۷	جناب مولانا عبدالحسین صاحب	۱۰-۷
۱۶-۸	۱۶-۸	جناب پرنس محمد عباس صاحب صفوی	۱۶-۸
۲۵-۷	۲۵-۷	میر	۲۵-۷
۳۱-۳	۳۱-۳	ایک محقق	۳۱-۳
۴۰-۲	۴۰-۲	میر	۴۰-۲

المیت کے قریب کی بنا بعض المیت پر  
میرزا اعظم  
میرزا محمد علی علی شاہ

## مَدَنِيَّةُ الْمَدِينَةِ

تقدیم  
۱۹۵۹

۱۰۰

خدا کا لاکھ لاکھ شکر کہ آج سید بن کاہر چہارم شروع ہوتا ہے اور اسکے مدیر کا قطعاً  
اہمیت کے راستہ کو ذیل عن المذہب کرنا واسطے کرتا ہے، یہ جو کچھ بھی تھا وہ ہے جہد  
سے زبان وقیح منہاں سے ہزار گنا زبان ہوتا ہے ابھی اسی لفظ کے مفہوم میں محیط ہوتا ہے جیسا کہ  
جو کچھ بھی کیا جا رہا ہے وہ کم ہے اور بہت کم،

مذہب جسکے احساس کے بغیر میرے نزدیک انسان انسان نہیں اٹھتی مردود اور انکی نصرت  
ایک وہ فریضہ ہے جو من جانب اللہ ہے رسول کی کاوشیں انبیاء سلف کی کوششیں ائمہ  
مصوفین کی جانبادیاں، پرستاران مذہب کی جانفاریاں، علمائے سلف کی عرق ریزیاں  
سب اسی فریضہ اور اسی احساس کے کرشمہ سازیاں تھیں،

اُس وقت ناز مخالف بھی تھا اور ماسعہ بھی، اس حیثیت سے کہ کفار کی آلودہ پس انکی ادا  
رسانیاں انکا مقابلہ ہمیں حق کے لئے سدا رہ تھا، زانہ کو مخالفت کہہ لیجیے، ہو سکتا ہے، مگر اس  
حیثیت سے کہ انصار مذہب موجود تھے وہ کم ہی کیوں نہوں، اعوان مذہب کے رگوں میں  
خون حمیت جو فخرن تھا وہ اپنی حیات کو معاملہ مذہب میں نثار کرنا اپنا فخر سمجھتے تھے وہ اپنی  
زندگی کو ان معاملات میں موت پر ترجیح نہ دیتے تھے بلکہ موت انکی نگاہوں میں ایک حسین ہے  
تھی جسکے استقبال کے لئے انہیں کی ہر فردا ان نظر آتی تھی بدن ذنن و خیر و صغین، و حنین  
دل، اسی فریضہ کی علی تصویریں تھیں جو ایک کمر در فرقہ نے اپنے زور دار بازوؤں سے اور تو  
ہاتھوں سے صندوق ہر پر کھینچ دیں یہی تصویریں ہیں جنہیں شہساز کے خون سے رنگ برنگ کیا  
ہے اور آج تک ہر انکی سببی بلخ برنازاں اور مفتخر نظر آتا ہے، صرف اسلام کے پھیلانے  
کے لئے اور برائے نام مسلمان کہنے کے لیے یہ سرزدشیاں نہ تھیں وہ نہ ان معرکوں کی ضرورت

نہ بتی کیونکہ مصنفین و محل و شام کے جنگجو اپنے زعم میں مسلمان تھے اور انکو اسلام کا دعویٰ تھا اور ایسا دعویٰ کہ ایک جم غفیر انکے اتباع میں نظر آتا ہے وہ دولت کا ذریعہ اور یہاں تک کہ یہی گمراہوں کے ساتھ ایک ایسی جماعت تھی جس کا شمار نامکمل حال ہے،

پھر یہ غریب کیوں ہے یہ غریب زبیاں کیوں ہوں یہ انصار نے اپنی جانیں کیوں دین کا مہینے اپنے گھر میں کو کیوں دے دیا موت کو کیوں ترجیح دی گئی حیات کیوں حقیر نظر آنے لگی؟ کبھی ان باتوں پر غور بھی کیا ہے، اگر نہیں تو اب غور کیجئے اور سمجھئے، صرف اس لیے کہ اسلام دالے ہم کے مسلمان تھے اور تبدیل شریعت اور تغیر احکام انکا نصب العین تھا، رسول کے لئے یہ احکام خدا کے فرض کی ہوئی باتیں مٹ رہی تھیں، شرب کا دور تھا عورات سے کوئی پرہیز نہ تھا، واجبات کا ترک تھا افسوس دسروں کی محفلیں گرم نظر آتی تھیں، خدائی فرامین نیت کی ٹھوکروں سے ٹھکراتے جاتے تھے اور حقارت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے،

یہ وہ باتیں تھیں کہ حسین صاحب جمع اپنے انصار و اعوان کے گھر چھوڑ کر تب تک موسم میں بچھو کو ہمراہ لیکر بھل پڑا اور کربلا کے میدان میں اغ پر داغ کما کر یہ ثابت کر دیا کہ حسین اپنی زندگی میں شریعت کا یہ تغیر اور احکام خدا کی یہ بے وقعتی جو ایک شرابخوار و فاسق کے ہاتھوں ہو رہی ہے نہیں دیکھ سکتا اور اسی زندگی کا ایک لمحہ کے لیے بھی گواہ نہیں، اسکے باوفا اصحاب نے اسکے پر جوش آواز پر لبیک... کہی اور آج گنج شہیداں کی زمین اور کربلا کا مقتل انکے ان نعوس سے جو ہمارے اسلام کے محفوظ رکھنے کے لیے کیے گئے تھے گرج رہا ہے یا لیتنی کنت معہم فافوت فمرا علیہا،

اب غور تو کریں کہ کن احکام شریعہ میں قتل تھا، صوم و رکوع و صلوٰۃ و زکوٰۃ و غلطی سب اپنے اپنے مقامات پر تھیں، پھر کیا تھا عورات کا جواز غلط ہو رہا تھا اور احکام خدا کی وقعت کھاب میں ملائی جا رہی تھی جسکو دیکھ کر رسول حق نے اپنی جانیں دیدیں، پھر آج کیا ہو رہا ہے کیا اس سے بدتر زمانہ نہیں کیا تغیر شرع اور تبدیل احکام

شریعت، اور محرمات کے جو ان کے ساتھ صوم و صلاۃ و زکوٰۃ کم نہیں پہنچا یہ خاموشی کا وقت  
 ہو گیا یہی صورت میں پریشان دین کی مدد اور دین کی نصرت فرض نہیں کیا ترقی کے یہی سنی  
 ہیں نہ شب ویا جاے کیونکہ اسکی وجہ سے ترقیوں میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے،  
 میں بھی یہی کہتا ہوں کہ اسکی وجہ سے ترقیوں میں رکاوٹ ہوتی ہے تو کیوں نہ وہ کوشش  
 کیجئے کہ سب ایک مذہب پر نظر آئیں تاکہ اختلاف مذاہب کی جیسا کہ شکل نگاہوں سے پہناں ہو جاے  
 اور اسلام دینی اسلام کی مراد پوری ہو وہ بھی یہی چاہتا تھا کہ کاف سے ایمان ایک مذہب  
 ہو اور جب ایسا ہوتا تو یہ نصیب کی ٹکڑی ہوتیں نہ مذاہب کا تصادم، نہ آج ترقی کرنے والوں کو ترقی  
 ہونا کہ وہ کہتے کہ مذہب مانع ترقی ہے و حقیقت مذہب مانع ترقی نہیں بلکہ اختلاف مذاہب تصادم  
 مانع ترقی ہے،

یہی وہ خیالات ہیں جو مذہب کی طرف سے آج ہرزہ کو غافل کیے ہوئے ہیں اور یہی وہ غفلت  
 ہے کہ دفعتاً عن المذہب بھی آج میری نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اور رہبرانِ کامل، ائمہ متقدمین  
 پر جو بھلے کیے جاتے ہیں انکا جواب دینا اچھا سمجھا جاتا ہے اور انکا دفع برا سمجھا جاتا ہے اسکو  
 کہتے ہیں زمانہ کی گردش یہ ہے عالم کا انقلاب کہ جن لوگوں نے اپنی جانیں اسلام پر فدا کر دیں انکو  
 اگر برا کہا جاتا ہے تو جیسے سنوادر کہ نہ کو یہ حریت اسلامی تو حریت جاہلیت سے بھی بدتر نکلی انکی  
 صدائیں سنیں۔

گیاسے عرشِ مٹھی پر غور انوں کا خدا مہلا کرے کہ ہمدردینہ دلوں کا

از غلط فہمی اہلکے زانیت عجب کو گھر آب ستا تندہ دریا بخشند  
 مدبرِ اجیز کی کوششیں دسپا کی قلبی اور غیر قلبی تک دودو جو کچھ بھی تھیں وہ ہیں خدا انکو  
 بہتر جانتا ہے کہ وہ محض قوتِ الٰہی مدبر ہیں اور ان شاء اللہ جب تک آمدِ خدائے حق ہے ہمیشہ کے  
 دہداد پر یہ انکی غلامانہ بھی اور خادمانہ کوشش برقرار رہے گی انشاء اللہ زمانہ اسکو اس دیکھ بڑی

لگا ہوا ہے۔ لیکن ہاں بھی لگا ہوں سے اسے یقین ہے کہ یہ اسکا وہی فریضہ ہے اور اس یقین کی وجہ اگر کوئی خوراک حرام بھی کئے تو شاید اسے اس یقین کے زور پر توڑنے کے بلکہ خوشگشتہ پای کا شکوہ نہ نظر آئے،

ابنہ جس کے بہت شکن اذوال اور ابناہ زمانہ کے دشمن عمل اگرچہ اس کی اجازت نہیں دیتے کہ آج کوئی شخص میدان عمل میں نظر آئے کیونکہ انہیں ایک کی کوشش دوسرے کی طرف متوجہ کر دینے میں کوئی باک نہیں درودہ ان بعض انظن اشرا سے بالکل نادان رہنا چاہتے ہیں،

بجز ایک وہ ہستی جسکو نام و نونو کی بخت خانہ ساز کا عشق نہیں وہ ان باتوں کی پروا نہیں کر سکتی کیونکہ اسکا قبلہ سنی کھارہ ہے اور اسکا جھرا لاسود مراد کعبہ نمونہ نہیں، بلکہ علیہ علیہ ابو زریاب علیہ السلام ہے، لہذا بچنے اسکے کہ ان باتوں سے اسکی بہت ٹوٹے اسکا دل لدا رہتا ہے کہ اسکی سنی کے نتیجہ پر اسکے بزرگوں کی سنی کا بل کا لگان قطرہ پر دریا کا شبہ اور سیل پر آندھا بک دیو کا ہے، یہی وہ چیز ہے جس پر مجھے جتنا بھی فخر ہو کم ہے



وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے ننگ نام ہو یہ جانتا اگر تو لٹا تانہ گھر کوڑ میں اسی سیل کے سروق پر آپ کو گل بوٹے دے دے کھائی دینگے اور اسپر نقاشی کی دل چسپائی نہ نظر آئی گے اسکی یہ وجہ نہیں کہ میں نے کوئی کوتاہی کی بلکہ اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ خریداران سنی میرے اس تین سال کی کوشش کو جو سیل کی حوری تر زمین میں ہیں بہت زیادہ پسندیدہ لگا ہوں سے نہیں دیکھا بلکہ اسکے خلاف اکثر حضرات نے مجھے سرزنش کی کہ جتنا وہ پیہ سیل کے نام مثل میں صرف ہوا ہو وہ ایک حد تک اسرار کی حد میں آتا ہے، یہ سچ ہے کہ سیل کے ٹائل میں جو کچھ بھی حسن ابتک پیدا کیا گیا وہ کافی رقم کا منہ تھانہ صاف سال گذشتہ تو اسکے کئی رنگ ہیں چھپنے کی وجہ سے ایک صند بہ رقم صر ہو گئی اور جس قدر



زیرِ تصرف ہوا اتنا ہی ملامت دیر میں ضائع نظر آیا، یہ بات تو ضرور ہے کہ کوئی ایسا رسالہ  
 جسکی پلے تین روپیہ سال مقرر ہوں وہ اس میرِ حتمی سے صرف نہیں کر سکتا اور پھر اس وقت  
 جبکہ رسالہ کی گردش محدود ہو اور تعداد مختصر ہو، میرے اس قول کی تصدیق اور رسائل حاضر  
 اپنے کر سکتے ہیں،

ہر حال اس سال میں نے بھی توبہ کی ادٹا ٹیل میں سماتوعات کے ہر چیز پر قرار رکھی  
 جس سے کچھ نہ کچھ بار میں مضبور تخفیف ہو جائیگی، اور یہی کیا کم ہے کہ اب میں رج ملامت نہ نگار،

کون سنتا ہے کہانی میری اور پھر وہ بھی زبانی میری  
 ہر سال کا وظیفہ ہے کہ متوازی خریدار دینی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے کہ زور سالانہ بذریعہ منی آؤ  
 یہ بھی دیکھو کہ ادائیگی تو کئی ماہ برابر اس یاد دہانی کا سلسلہ جاری رکھا گیا مگر نہ معلوم کیا جنبش ہوئی پنی  
 کی آمد میں کہ اسکا استحصال باجہ پسند ہے اور منی آؤ کار سالانہ باجہ پسند اس میں بھی کوئی مصلحت  
 چٹنا ہوگی، اب تک باوجود اسکے کہ صرف گنتی کے دن ۱۷ سوال کے ختم ہونے میں باقی ہیں بہت  
 کم منی آؤ وصول ہو سکے اور یہی اصرار ہے کہ دی پی بھیجیے وصول کر لیا جائیگا، ابھی بات ہے مجھے  
 اس میں کیا غدر ہو سکتا ہے لیجیے دی پی حاضر خدمت ہے، خدا سارک کرے۔

صرف ہی نہیں، کئی مرتبہ بھی عرض کر دیا گیا ہے کہ سیل کی قیمت مع محصول پہ سالانہ ہے مگر  
 ہمارے اکثر کرم فرما صرف تین روپے بھیجے خاموش ہو جاتے ہیں بلکہ یاد دہانی کے لیے دہریس کا  
 خون بھی ہوتا ہے اب یوں بھلے چار کانسے ساڑھے چار کانسے کا خون ہوتا ہے، غائبانہ ایسے خیدار  
 سمجھتے ہوں گے میرے چار کانسے نہ بھیجنے سے کیا نقصان ہو سکتا ہے کیونکہ یہ ایک حقیر رقم ہے مگر وہ  
 شہرہ بھی تو غور کیجیے کہ ہر خریدار اگر یہی اپنی جگہ خیال کر گیا تو یہ نقطہ نظر کی کمی نہ یا کہ ہستی پر اثر  
 کریگی، براہ کرم تین روپے بھیجتے وقت چار آنوں کو نظر انداز نہ فرما کیجیے کیونکہ وہ اعانت کا جو  
 ستم ہے،

## احقاقِ حق

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي

سوال علی ابن ابی طالب کی ولایت قرآن مجید سے ثابت کرواؤا کی محبت کا وجوہ کسی قرآنی آیت سے ثابت کرو

جواب خداوند عالم سورہ مائیں میں ارشاد فرمایا ہے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتی واللہ یمصلک من الناس ان اللہ لا یمددی لقوم الکافرین ۵ ترجمہ اے میرے پیامبر ہو بچاؤ اس عہد ولایت کو کہ جو علی بن ابی طالب کے بارے میں تجہیز و تہذیب کیا گیا ہے اور اگر تو نے عہد ولایت کو نہ پہنچایا تو تو نے میری رسالت کے کام کو انجام نہ دیا، اور منافقین سے مٹ ڈالیں گے خدا تمہیں کو ان کو شکستہ محفوظ کرے گا، اور خدا کا ہر قوم کی ہدایت نہیں کرتا ہے، جمہور علماء ابن تمیم اور جملہ مفسرین اسلام تفسیر میں اس آیت کے تحریر فرماتے ہیں کہ یہ شان میں علی علیہ السلام کے نازل ہوا ہے۔ بمقام خدیوہ جو درمیان مکہ واقع ہے، اور نزل اسکا اسوقت ہوا ہے جب رسول مقبول حج و عمرہ سے واپس آ رہے تھے، چنانچہ بعد منزل آیہ شریفہ اپنے حلقہ کو مجتمع فرمایا اور پالان شتر کے منبر پر تشریف لے گئے اور علیہ السلام کا ہاتھ تمام کے بلند کیا کہ سفیدی زیر بغل و منہ بزرگوں کی نمایاں ہو گئی اور ہر فرمایا اپنے استادی منکم بانفسکم کیا میں میں اولیٰ بالمعرفت اور حاکم نہیں ہوں مسلمانوں نے عرض کی جی ہاں آپ ہم لوگوں کے نفسوں پر حاکم ہیں اسوقت اپنے فرمایا فمن کنت مولاً فقد ہذا علی مولاً ۱ التفسیر علی

من دالاه و عداد من عداہ و انصر من نصر و اخذ ل من خذ لہ فاد بر الحق معہ کیف ما دارہ ترجمہ میں جبکہ میرے ہوں اسکے علی بھی میرے ہیں اور اوروں کے اسکو جو علی کو دے سکے اور میں اسکو جو علی کو دشمن رکھے ، مدد کر اسکی جو علی کی مدد کرے اور چھوڑے اسکو جو علی کو چھوڑے اور حق کو علی کے ساتھ کرے جبکہ ہر علی جائیں اور ہر حق جائے ،

علامہ روز بہا سننی الذہب اپنی کتاب البطل منہج الباطل و اہمال کشف الباطل میں تحریر فرماتے ہیں کہ حدیث غدیر خم کتب صحابہ اہل تسنن میں وارد ہے اور صحیح ہے اور محصل حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہر پہلو پر ہر پہلو پر ہوں جیسا کہ یہ مقام جدائی کا قافلوں کے ہے اور رسول اللہ کو معلوم تھا کہ میرا آخری زمانہ ہے اسکے بعد میں مر جاؤں گا اور مجھ پر ایسا مجمع مسلمانوں کا نہ لے گا لہذا جو کچھ وصیت کرنی ہو کر دینی چاہیے تاکہ مسلمان میرے اہلبیت سے محبت کریں اور میرے قبیلہ کو دوست رکھیں چنانچہ اپنے سوال کیا کیا اللہ والی منکم باہضکم کیا میں تم سے اولی نہیں ہوں تمھارے نفسوں پر حکومت کر نیکیا لے قالوا بلیٰ ان لوگوں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ اسوقت آپ نے فرمایا من کنت من لاء فعلی و لاء اللہ الخ لاء میں جبکہ ہوں لاء ہوں اسکے علی بھی ہوں لاء ہیں آخر حدیث تک ، اور اس میں شک نہیں کہ علی سردار حق قبیلہ بنی ہاشم کے اور بزرگ ترین اہلبیت محمد تھے لہذا رسول اللہ نے انکے فضائل کا ذکر اچھا سمجھا اور انکو اپنے نفس کے مادی بنیاد ایک جہط میں تمھارا دلی ہوں اسطرح علی بھی تمھارے دلی ہیں اور جہط تلخوگ مجھ سے محبت رکھتے ہو علی سے بھی محبت رکھو اور جہط میری نصرت کرتے تھے علی کی نصرت کرو ، اور یہ سب امور اپنے اسلئے فرمائے تھے کہ مسلمان علی کو قبول اپنا سردار بالین اور انکی اطاعت فرمائیں واری کریں ،

اس کلام سے علامہ روز بہ کے اور حدیث غدیر اور آیت تبلیغ سے علی کا دلی ہونا اور انکی محبت کا مثل محبت رسول کے واجب ہونا ثابت ہو گیا ، اور علی کا خلیفہ ہونا بھی معلوم ہو گیا اب منکر ہو کر چلا کریں تو یہ اٹھی نادانی و جہالت ہے ،

صواعق محرقین محمد علی صغیر

قال صلوات اللہ علیہ والہ وسلم یوم غدیر خم من کنت مولاً فعلی مولاً واللہ قد وال من والاه وعلی من عاداه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم غدیر خم فرمایا میں جبکہ مولا ہوں اُسکے علی بھی مولا ہیں بس پروردگار عالم تو دوست رکھ اُسکو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اُسکو جو علی کو دشمن رکھے

درود ثلاثون صحابیادان کثیرا من طرقت صحیحہ اس روایت کو تیسرا دیوں نے اٹھا رسول اللہ سے نقل کیا ہوا اگر کثرہ طرق اُسکے صحیح ہیں اس کلام سے بھی ابن حجر کے معلوم ہو گیا کہ حدیث غدیر صحیح ہے اور علی کو یم غدیر خم رسول اللہ نے ولی اور خلیفہ اپنا بنایا تھا وهو المطلوب

ابن عقدہ کتابے بسے ذکر حدیث غدیر تصنیف ہو کر اس سنی ساختہ بمحدث الابیاتہ و بیک صد و پنج طریق ایں حدیث دساک ذکر بزور عبقات الانوار

ابن عقدہ علیہ الرحمہ نے حدیث غدیر کے متعلق ایک کتاب تصنیف کی ہے جبکہ اُنکے حدیث الابیاتہ رکھا ہے اور جہیں ایک بار پنج طریقہ سے حدیث غدیر نقل کی ہے دیکھو عبقات الانوار

قال اللہ تبارک و تعالیٰ فی القرآن المجید والقرآن المجید قل لا اُسمکم علیہ احراما فی الغنہ فی ترجمہ خداوند عالم بچسویں پارہ سورہ شوریہ میں ارشاد فرمایا کہ کہہ نہ کہ رسول بنی اسرائیل کہ میں تم سے اجر رسالت کچھ نہیں مانگتا اگر یہ کہ تلوگ میرا قرآن مجید کرو اور غنہ میں نے اپنی تفسیر کشاف صفحہ ۲۳۹ میں تفسیر میں اس آیت کے لکھا ہے کہ آیت ازل ہوئی شان میں اہمیت محمد مصطفیٰ کے چنانچہ مروی ہے کہ جب یہ آیت

ہوئی تو لوگوں نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ من تو ابک ہوا لا الدین وجبت علینا صوحتہم جگہ مروی ہوا لوگوں پر واجب ہے آپ کے قرآن مجید میں سے کون لوگ ہیں

قال علی وفاطمة وابناهما فرایا حضرت نے ذہ لوگ جنگی مودت قرآن میں اس آیت سے  
 خدا نے واجب قرار دی ہے وہ علی ہرل و فاطمہ ہیں اور ان دونوں کی اولادیں اسکے بعد وہ  
 لکھتے ہیں کہ اسی وجہ قریٰ پر وہ روایت بھی وال ہے کہ جو علی بن ابی طالب علیہ السلام  
 موی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن رسالتکاب سے شکایت کی لوگ مجھ سے حسد  
 کرتے ہیں اور مجھ کو دشمن رکھتے ہیں آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ سے اسے علی کیا تم رہی نہیں ہو  
 کہ جو کچھ ہوا ان چاندیوں میں سے، پہلے سب سے حجت میں داخل ہو گا پھر تم داخل جنت  
 ہو گے پھر حسن و حسین علیہما السلام داخل جنت ہونگے اور ادراج ہمارے داہنے بائیں طرف ہوں  
 ہونگی اور فترتیں ہمارے بھی ہونگی ان ادراج کے اور سب کب داخل جنت ہونگے، ومن  
 البقی حرمات الجنة علی من ظلم اهل بیتي و اذا انی فی عترتی و من اصرطع صبیغہ الى احد  
 من ولد عبد المطلب ولم یجازه علیہما فانا اجازیتہ علیہا غذا اذا قبینی يوم القيامة  
 ترجمہ فرمایا حضرت، رسول نے کہ جنت حرام کر دی گئی ہے اس شخص پر جسے ہمارے اہلبیت پر ظلم  
 اور جتنے تکاؤیت ہو چکائی ہمارے اہلبیت کو اذیت ہو چکا اور جس نے کوئی جنگی کی اولاد  
 حضرت عبد المطلب کے ساتھ اور اسکا بدلہ اُسکو نہیں ملا تو میں اُسکا بدلہ اور عوض کلمہ یوم قیامت  
 میں اُسکو دوں گا جب وہ مجھ سے ملاقات کر لیا و قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم  
 من مات علی حب ال محمد مات شعیب الا من مات علی حب آل محمد مات  
 مغفوراً لا من مات علی حب آل محمد مات تائباً الا من مات علی حب آل  
 محمد مات لیسوا متکمل الا بان لا من مات علی حب آل محمد بشرک ملک الموت  
 بالجنتہ ثم فکر و نکیر الا من مات علی حب آل محمد یزوت اللہ الجنة کما توفت الدوس  
 الی بیتہ زوجا الا من مات علی حب آل محمد فقیل فی قبرہ باذان اللہ الجنة من مات  
 علی حب آل محمد جعل اللہ قبرہ قرا ملا کلمۃ الرحمة الا من مات علی حب آل  
 محمد مات علی اللہ و الجماعۃ الا من مات علی حب آل محمد جاء یوم یوم



عن جابر بن سمرة عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: جابر بن سمرة عن مولى بن عبد الرحمن بن عبد الله بن عبد

وسلم قال: قال هذا لاس من انصاره عليه السلام عليه (والله) وسلم في فراياك امة يهتدوا به في كل

امر حتى ياتيهم خليفته من بعدهم من قبلي، بجا بجا تكلم به في كل امر خليفته من قبلي

اگر چہ اس حدیث ظاہر ہے کہ بارہ خلیفہ وہ بارہ خلیفہ نہیں ہے بلکہ حضرات اہلسنت

ماتے ہیں کیونکہ اگر یہ ہوتا تو ولید کے بعد جو بحساب اہلسنت بارہواں خلیفہ تھا اسلام معزز

نہ رہا حالانکہ اسلام نے ولید کے مرثیہ بعد از زبان ترقی کی اور بادشاہان عباسیہ عثمانیہ کے

زبانے میں فتوحات کا دواڑہ اور بھی وسیع ہو گیا لیکن پھر بھی اگر حافظ صاحب یہ خیال فرمائیں کہ

اس حدیث سے دواڑہ نام کے نام نہیں معلوم ہوتے پھر ہم یہ کیوں مان لیں کہ اس سے

وہ امر ثابت نہ ہو سکتا ہے بلکہ شیعہ کہتے ہیں تو میں ایک دوسری حدیث پیش کر دوں گا جسکو

صاحب راجح المطالب اپنی کتاب میں لکھا ہے،

عن سنان بن خالد دخلت على ابي عبد الله عليه السلام فقلت يا ابا عبد الله

عليه السلام فاذا الحسين علي بن ابي طالب عليه السلام

يقبل علي، ويقبلنا، ويقول انت سيد

اننا امام ولدت حجة بن حجة ابو جحج

نعيه، فابعدهم فاعلموا لخرجهم في المرات

السيد الصديق الشافعي والخطب خوارزمي المتأخر

ہے اور مختصر نکاح آپ ہے ونداں اگلا قائم آل محمد پر (راجح المطالب صفحہ ۲۰۰)

کیوں؟ یا قطعاً صاحب تہذیب کی سمجھ میں آیا کہ امامت خود آپ کے یہاں کی احادیث سے ثابت

ہے یہ حدیث سے ایک بات ظاہر ہوتی ہے کہ قائم آل محمد علیہ السلام اولاد امام حسین

سے ہونگے نہ کہ اولاد امام حسن سے جبکہ حضرات اہلسنت کا عقیدہ ہے، ایک مراد قابل

غور ہے حضرت سید بن ابی طالب نے فرمایا کہ تو مجھے لکھا ہے، لیکن تو نے لکھا قائم آل محمد ہے،

گویا امام حسینؑ کے بعد زوالِ امام قائم آلِ محمدؐ ہے، اب اگر فرقہ زدہ یہ یہ یکمیں کہ حضرت زیدؑ شہیدِ محمدؐ اللہ امام تھے تو اٹھا قولِ باطل ہو گا کیونکہ اگر ان کے عقیدے کے مطابق جنابِ یثمدیؑ کو چوتھا امام مان لیا جائے اور ان کے بیٹے کو پانچواں دس علیؑ ہذا و جنابِ یثمدیؑ کی نسل میں سے زمانِ مٹھیں ایسا پیدا ہوا چاہے جو قبولِ رسولِ صلعم رض کو عدل و انصاف سے بہرے اور حضرت عیسیٰ بن مریمؑ اسکے ماموم ہوں راجح المطالب باب فضائلِ مہدیؑ صفحہ ۴۴۲ اور اب تک باوجود اسکے کہ حضرت زیدؑ شہید کی ۴۰-۴۵ نسلیں دنیا میں آچکی ہیں کسی مہدیؑ نے ظہور نہیں کیا حالانکہ حسبِ فرمونِ رسولؐ زمانِ حجتو تک مہدیؑ ہے لہذا ثابت ہوا کہ حضرت زیدؑ شہید رح امام مقررِ ضلعا تھے ہی نہیں، اس طرح آغا خانی خوجوں کا یہ دعو کرنا کہ بعد حضرت صادقؑ علیہ السلام کے حضرت اسماعیل بن حضرت صادق امام مقررِ ضلعا تھے قطعاً باطل ہو جاتا ہے کیونکہ ان جناب کی نسل میں سے بھی کسی ایسے مہدیؑ نے ظہور نہیں کیا جو دنیا کو عدل و انصاف سے بہرے اور حضرت عیسیٰ بن جناب مریمؑ اسکے بچے نما بڑ ہیں اور اس طرح تمام دیگر فرقے اسلام جو سوائے ائمہ اثنا عشرؑ یعنی علیؑ، حسنؑ، حسینؑ، عابدؑ، باقرؑ، صادقؑ، کاظمؑ، رضاؑ، تقیؑ، نقیؑ، حسنؑ، عسکریؑ، مہدیؑ کی کسی دوسرے کو امام مانتے ہیں قطعاً غلط راستہ پر چل رہے ہیں، ان کو چاہیے کہ اب بھی اپنے غلط عقائد سے توبہ کریں اور مذہبِ حق قبول کریں، یہاں ایک اور سوال پیدا ہو سکتا ہے وہ یہ کہ رسولِ خدا صلعم نے یہ فرمایا ہے ”و تو حجتو تک باپ ہر زوال کا قائم آلِ محمدؐ ہے یہ تھوڑی فرمایا کہ حجتِ نہم اس قدر عرصہ دراز تک زندہ بھی رہیں گے، جواب یہ ہے کہ اول تو جیسا میں عرض کر چکا ہوں ہر امام کی سوائے امام حسن عسکریؑ کے کئی نسلیں گزر چکی ہیں جو تہ اہل ۳۰، ۳۵، سے بھی زیادہ ہیں اس صورت میں مجبوراً اثنا عشر گنا کا قائم آلِ محمدؐ صرف امام حسن عسکریؑ کے صاحبزادے ہو سکتے کیونکہ صرف وہی حجتِ نہم ہو سکتے ہیں اور جب یہ ان لیا کہ وہی حضرت حجتِ نہم ہو سکتے ہیں تو لازماً یہ بھی اثنا عشر گنا کا وہ زندہ ہیں کیونکہ حدیثِ رسولؐ ہے کہ مہدیؑ





خالق کا اور قاضی سے اس پر قائم ہو چکے اور ان کی ساری ہے الذی کا رد فی ہر جگہ

پس کیا اللہ نے واسطے ان کے من معلوم ہو گا کہ جسے وعدہ خلافت ہے ان کا دین بھی  
اللہ کا ہند یہ وہ برگزیدہ ہے پس بقول شیعہ اگر حضرت امیر خلیفہ بلا فصل برحق تھے  
تو تعین میں کیوں رہا ہے ولید دفعہ من بعد خو قہم امناط اور بیشک بیشک  
بل دینگے انہیں خوف کے بعد اس دین کوئی، الغرض تعقیدہ مومنین پاک حضرت  
علی کرم اللہ وجہہ کو نہ خلافت فی الارض حاصل ہوئی نہ یمن فی الدین نہ اس  
ادعا میں ہوا پس شیعوں کے عقیدے کے قرآن پاک کی ہشین گڑی جھوٹی سنا  
تم معاذ اللہ جب قرآن میں احتمال کذب پیدا ہوا تو رسالت بھی مشتبہ ہوئی جب  
رسالت مشتبہ ہوئی تو اسلام کی حقیقت نہ باقی رہی اسے ذریت ابن سمانہا سے  
اعتقاد نے اسلام کو بھی رخصت کیا، خلاصہ یہ کہ مومنین پاک نہ انکا خدا صادق الود  
نہ رسول و قرآن نہ استباز نہ اسلام لائق عقاد و فاعتراف یا ولی لا جہا ہم جہور و یونکو  
اعلان دیتے ہیں کہ جبکہ خلافت خلفائے راشدین میں شک ہے وہ اسلام کی حقیقت  
کو ثابت کریں،

اقول - خدا جانتا ہے ہمارے حافظ صاحب نے پوری آیت لکھنے سے کہوں گے فرمایا ہو  
شاید یہ سمجھتے ہوں کہ اگر ولید دفعہ من بعد خو قہم امناط کے بعد وعدہ و نفع لا یشترک  
بی شیان من کفر بعد ذلک فاولئک هم الفاسقون بھی لکھ دوں تو شاید کہیں کہ ان میں  
پیش لکھیں حضرت وعدہ میں شخصیں ان مومنین کی نہیں ہے جو اس زمانہ میں موجود تھے اس واسطے کہ  
اکثر آیتیں ایسی ہیں کہ خطاب المومنین موجود ہے کی طرف ہے اور مومنین مومنین میں یہاں بیشک  
شکوہ اور عالم فرما ہے ومن یزید منکم عن دین ما افراب ہم اس واسطے کہ یہ مومنین  
کہ منکم سے صرف مومنین نہ بل رسول صلعم مراد ہیں تو ہر جگہ جہاں کہ مومنین کے مومنین  
ہی رہے ہیں اس واسطے کہ مومنین سے ہمیشہ مومنین زبان رسول صلعم ہی مراد نہیں ہے بلکہ

جج مسلمین مراد ہو سکتے ہیں اگرچہ وہ بعد زمانہ رسول صلعم ہوں، دوسری قابل خود بات یہ کہ خدا  
ذہ عالم آیت اختلاف میں ارشاد فرماتا ہے لیستخلفہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہ  
اور اسکے آپ بھی معنون ہیں کہ کما استخلف الذین من قبلہ سے مراجب و داؤد و حضرت سلیمان  
علیہم السلام ہیں پس معلوم ہوا کہ بن مومنین کا لین کو خدا ذہ عالم نے خلیفہ بنانے کا وعدہ کیا ہے وہ  
بھی شل انبیاء معصوم ہوں گے اور چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ روس زمین تھے اور اجنبہ  
وغیرہ بھی انکے مطیع تھے ایسے یہ ضروری ہے کہ وہ مومنین کا لین جبکہ خدا رسول نے خلیفہ بنانے  
کا وعدہ فرمایا ہے تمام دنیا کے بادشاہوں اور جنہ بھی انکے تابع فرمان ہوں وہ تشبیہاً تبص ہوگی  
معاذ اللہ کلام الہی اقص ہر نہیں سکتا ایسے یہ ضروری ہوا کہ وہ مومنین کا لین جسے خدا ذہ عالم  
دعائیاں نے خلیفہ بنایا کا وعدہ فرمایا ہے شل انبیاء علیہم السلام معصوم ہوں بادشاہ روس  
زمین ہوں اور اجنبہ وغیرہ بھی تابع فرمان اور یہ امر بن الفرقین سلم ہے کہ حضرت ابو بکر ابن ابی قحافہ  
ومر بن خطاب عثمان بن عفان مسلمان ہونے سے قبل عرصہ دار تک بت پرستی کر سہے تھے  
لہذا ثابت ہوا کہ وہ معصوم نہیں تھے، یہ امر بھی متعلاج دلیل نہیں کہ حضرات ثلاثہ  
کے زیر فرمان کوئی جن نہ تھا اور نہ وہ تمام دنیا کے بادشاہ تھے لہذا ثابت ہوا کہ وہ مصداق  
اس آیت کے نہیں ہو سکتے،

## جواب

یہ بن موزی مرض ہو چکا علاج اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے ہم نے نہایت جانتا کافی  
سے اس قسم کی گولیاں تیار کیں ہیں کہ جلی ایک ہفتہ استعمال سے بہت بڑا فائدہ محسوس ہوتا ہو  
اور ایک ماہ کامل استعمال بعد انشاء اللہ یہ مرض بالکل ناپید ہو جائیگا! رہا تجربہ یہ کہ کچھ اور بھی  
اسید ہو کہ وہ حضرات جو ہنر لہا روپیہ صرف کر چکے ہیں وہ میری حقیر دعا بھی تجویز فرمائیے قیمت  
۲۰ روپیاں ہے،  
المنشر وقار ایند کو منبرہ مجتبیٰ بلخ لکھنؤ

## اہانت کے پس منظر کی بنا بعض مخالفت ملتی ہے

سلسلہ مہین

یہ معلوم ہے کہ شیعہ "کالفظ مجبے سوز نہیں اور درست کے سوز نہیں استہمال ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید کے جناب موسیٰ کے قصہ میں قتل قطعی کا تذکرہ کر کے یہ لفظ اس کے ضد کے استعمال کیا ہو۔  
 ہذا من مشیعتہ و ہذا من عدوہ، یہ دوست تھا اور وہ دشمن ہو ہی نہیں بلکہ خود حضرات اہانت بھی اس لفظ کو اپنوں کے لئے استعمال کرتے ہیں، مولوی افروزیں بلکہ احنبلہ علما، چنانچہ بشر بن ارفاظہ کے متعلق علامہ ابن حجر لکھتے ہیں،

وقال لدار قطن لہ صعبہ وقال دار قطن نے بُر کو صوابی کہا ہے اور ابن یونس نے بھی صوابی ابن یونس کان من صوابی صول دلتہ اس میں سے شمار کیا ہے، یس رنج مصر میں شریک ہوا اور صلی اللہ علیہ والہ وسلم شہد شیعہ معاویہ سے تھا اور معاویہ نے اسے یمن و حجاز کی فتح مصر کان من شیعہ معاویہ طعنہ اسلام کے شروع میں بھی اٹھا دیا اسے حکم دیا تھا دنگا معاویہ و جہا اللہ لیرج البنا کہ وہ نیکیاں سے اور تمباں سے کو نکالے اور کو فی دل سنۃ اربعین و امر ان یطہرا ایزائیں پونجا دے،

(اضافہ صفحہ ۱۲۸)

من کان فطاعتہ علی فبوقع عہد

یہ وہی بشر بن ارفاظہ ہے جسے متعلق گذشتہ نمبر میں لکھ چکا ہوں، انکے متعلق لفظ شیعہ ابن حجر نے استعمال کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خواہ وہ اپنی طبقہ ہو یا امامیہ شیعہ دونوں کے جاسکتے ہیں فرق اتنا ہے کہ امامیہ گروہ کثر اشد ائم شیعہ علی علیہ السلام کہلاتے ہیں اور شیعہ اہلبیت اور حضرات اہل سنت شیعہ معاویہ وغیرہ اور شیعہ دشمنان اہلبیت کہلاتے ہیں میں سے یہ مطالبات دلنا چاہئے کہ اس میں نہ ہر اہانت بعض مخالفت اہلبیت پر قائم ہے۔

چونکہ شیعہ گروہ امامیہ بحر اشد اس قدر واضح ہے کہ جب بھی یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے یہ



فقلت طعنه کما فی بیان لعلک ذلک چیست رسول کو تکلیف مرض بھتی اور باوجود اسکے آپ اپنے  
 اهل منافع عورت المغض نسائک فبقیم عورتوں کے یہاں جاتے تھے تکلیفینِ آبکی بڑھتی  
 وتمامہ وجہا وھو مع خلک ید ورا جاتی تھیں اور آپ اس وقت میمونہ کے یہاں تھے آپ  
 علی نسائہم حقہ مستعزمہ وھو فی بیت نے اپنی عورتوں سے مرے گھر میں رہنے کی اجازت  
 معیومہ فرید عائشہ فاستاذھن ان یتوض لی انھوں نے اجازت دی تو آپ اس حیثیت سے  
 فی بیٹی فاذن لہم فخرجہن سرجلین من نکلے کہ ایک ہاتھ فضل بن عباس کے کاٹھے پر تھا  
 اھلہ اھلہ للفضل بن عباس ورجل آخر اور دوسرا ہاتھ آپ ہی کے اہل میں سے ایک اور شخص  
 فخط قحاہ فی الارض عاصا لاسما حتی کے کاٹھے پر تھا آپ کے سر میں پٹی بندی پڑی ہوئی تھی  
 دخل بیتہا قل عبید اللہ بن عتبہ محمد عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اسی ہاتھ کو عبید بن عباس  
 عبید اللہ بن عباس بهذا الحدیث فقال لہ سے بیان کیا تو انھوں نے کہا جانتے ہو یہ دوسرا شخص  
 من ہجلال اخر قلت لا قال علی بن ابی طالب کون تھا جس کے کانٹے پر رسول کا ہاتھ تھا گمان میں کیا  
 لکن لا ھتدیان تذکر بخیر وھو تستطیع علی بن ابی طالب کے گھر عائشہ کو کبھی خیر کے ساتھ یا ہی  
 نہیں کر سکتی، حالانکہ ممکن ہو

اس روایت سے اس محبت کا پتہ بھی جلتا ہے جو رسول اور اہل المؤمنین میں تھی اور جس پر  
 و تمیلہ فتنی میں ایک شور برپا ہے، آپ غور کریں کہ ایک حاجی آدمی بھی اپنے محبوب کے لیے اگر وہ  
 فی نعمہ محبوب ہو یہ نہ چاہیگا کہ اسکا محبوب اس کے شانے سے اھرن اسے دھن کرے اور اسکی تحنیر  
 و تکفین کرے اور نہ کوئی محنت اپنے شوہر کے لیے اس طرح کی آرزو کرے گی کہ اگر وہ واقعات البتہ رسول  
 کا خیال کرتے ہوئے ایک حد تک بجا بھتی کہ رسول کے پیش نظر وہ تمام واقعات تھے جو بعد رسول  
 عائشہ سے وقوع میں آئے، اگر ان حرجات میں تو شاید ایسا نہ ہوتا اور مذہب اسلام میں وہ استری و نا  
 نمرتی جرم ہوئی

روایت میں ذیل آخرو مراح کے انداز میں ادا کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ رسول کی تمام باتیں

محض مزاحاتیں مدائی کوئی اصلیت نہ تھی، جسکے ماننے کے لیے تم کہنا کہ میں تیار نہیں ہوں نہ مانیطلق عن الہوی ان ہوا لادھی یوحی اس امر کے تسلیم کرنے کی اجازت دیتا ہوں بہر حال روایت مذکورہ سے اس امر کی توضیح ہوئی کہ عائشہ بنت ابوبکر کو امیر المؤمنین سے حیات رسول ہی میں عداوت تھی اور ابھی جنگ جمل کو سوں دد تھی، ایسی صورت میں عائشہ کو افضل نساء عالم ماننے والوں سے کیا توقع کی جا سکتی ہے بجز اسکے کہ ابنا عادیہ بھی علی کو دشمن رکھیں چاہتے وہ احکام ربانی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو،

ایک خوش اعتقادی **بسرین** ارطاة جو دشمن خاندان رسول تھا اور جسکے واقعات فی الجہا بیان کیے جاتے ہیں اسکو حضرت اہلسنت دلی اللہ اور متحاب الدعوتہ سمجھتے ہیں چنانچہ صاحب صحابہ نے اس مطلب کی یوں اد کیا ہے :-

وكان اذا عاربا استعجل به، «بسرین ارطاة جب خدا سے دعا کرتے تھے تو انہی دعا بسا اذات متحاب ہوتی تھی» اس اعتقاد پر کوئی فرد قائم نہیں رہ سکتی اور نہ کوئی فرد اس خیال باطل کی پرورش اپنے ذہن میں کر سکتا ہے گرد ہی جو جناب باری سے نفی عدل و عدالت کرتا ہو اور جسکے اصول دین میں عدل کا شمار نہ ہو، وہ نہ خاص ہے کہ جب ظالم و رگادہ بزدلی میں یوں متعرب ہوں تو مظلوم کی مٹی خراب ہے،

احکام قرآنی کا تنبیہ اس گروہ کو سوا دنیا طلبی کے کوئی کام نہ تھا صرف اہلبیت ہی کے عدوت و مخالفت میں کمر بستہ نہ تھا بلکہ قرآن کے احکام میں بھی بغیر تبدیل کرنے سے لے کوئی پاک نہ تھا چنانچہ قرآن کا یہ واضح حکم کہ المسائق طالسارقات فاقطعوا ایدیہما «جو روعورت ہوا مرد کے ہاتھ کاٹے جائینگے» بدل دیا گیا اور آیت کے ہوتے ہوئے رسول کی حدیث جو غیر زنی تھی اس سے استدلال کرنے ہوئے بسرین ارطاة نے کہا کہ یہ حد اس وقت جاری ہوگی جب چودہ سفر میں نہ ہو اور اگر سفر میں ہو تو نماز وغیرہ کی طرح حد میں بھی قصور ہوگا اور ایسا کہ اسکا اعانہ اور اسکی قضا بھی غلط ہوگی ملاحظہ ہو:-

جوفی سید بن ابی ہاشم باقاعدہ مصری قوی خاندان بن امیر سے سنن ابی داؤد میں روایت ہے جنہاں بن ابی امیہ مال کنا مہیں ہے کہ ہم لوگ بحری سفر میں تھے ایک چور کچڑا بنا ہوا دیکھا فی النجی فاتی بسارق ففک گیا تو سب نے کہا کہ میں نے رسول سے سنا ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ سفر کی حالت میں نہ سجد جاری ہوگی اور نہ دلاہ وسلم یقول لا تقطعوا یدئیں السفر ہاتھ کاٹنے جائیگے،

کیا جب چوری کے مال سے نفع اٹھانے کے لیے یہ صورت نکالی گئی ہو اور یوں مراعات کی گئی ہو ورنہ اس حدیث کی تقویت ظاہر ہے اور اسکی موضوعیت کہلی ہوئی ہے،  
(دیکھو اصحابہ حال بیڑ)

تبعہ عین الہفت

ادب الہفت کی آٹھویں آج جس گرن کے دہن سے یہ آواز نکلتی ہے کہ وہ صحابہ رسول کی قدر و منزلت اصحاب رسول کی قدر کرتے اور انکی عزت کرتے اسکی درتائیں کتب تاریخ میں دیکھئے وصال پتہ چلیگا کہ اگر صحابی ہو اور امیر المؤمنین سے ذرہ برابر بھی تعلق ہو تو وہ صحابی ان باطل پرستوں کی نگاہوں میں (معاذ اللہ) ایک فرسے زبان بد پر سمجھا جاتا ہے، یہی وہ واقعات ہیں جن کے دیکھنے کے بعد اس امر میں کوئی شبہ کسی عاقل کو نہیں باقی رہتا کہ اس مذہب کی بنا بعض نفحات الہیت پر قائم ہے بلکہ حدیث ثقلین کو دیکھتے ہوئے مخالفت رسول و خدا پر، مثال کے لئے یہ واقعہ دیکھنا ضروری ہے جس سے کتب تراویح درجہ بالطلوب، ملاحظہ ہو۔

عثمان بن حنیف ایک جلیل صحابی رسول تھے اور امیر المؤمنین کی طرف سے والی تھے جنگ جمل کے لیے جب طلحہ و زبیر عائشہ کو لیکے ہوئے تھے تو عثمان بن حنیف حملہ کرنے لگے، تحریر صلح لکھی اور صلح اس بات پر ہوئی کہ جب تک امیر المؤمنین بصرہ میں آئے ہائیں اس وقت تک وہ مثل دالی و لوالا مارہ میں رہیں در کوئی جنگ نہ ہو، اور علی بن ابی طالب علیہ السلام کے آنے کے بعد ہر چوٹے ہو وہ کیا جاوے، چنانچہ یہ صلح امین فریقین مستحکم ہوئی اور عثمان بن حنیف نے اپنے فوج کو حکم دیدیا کہ وہ ہتھیار رکھو اور اپنے اپنے مقام پر چلو،



مگر ام المؤمنین طلحہ اذہ میرا یہ اسلامی ہستیوں کے کیر کڑ پر نظر کیجئے اور ان کے اسلامی اور  
 اسلامی گروہ، بلکہ صحابی رسول کے مقابلہ میں ملاحظہ کیجئے کہ یہ عہد توڑ دیگا اور عثمان بن  
 حنیف پر شب کو جب وہ غافل تھے حملہ کر دیا گیا، عبارت استیباب صفحہ ۳۲۶ مطبوعہ مصر ملاحظہ ہو  
 فلما كان بعد ايام جلوس عبد الله من الزبير چند روز گئے گورنس کے بعد عبد اللہ بن زبیر ایک  
 فليما ذات ربيع وظلمته وبر. مثلاً یہ ۱۰ ایک رات میں جبکہ ہوا تیز تھی اور زمری سخت  
 معہ جہا غلام من عسکرہم خطرہ عثمان بڑ رہی تھی ایک گروہ کے ساتھ آئے اور عثمان بن  
 بن حنیف فی حاکم الامام فاخذہ ثم انقلوا حنیف کو دل لاراہ میں گرفتار کر لیا پر بیت المال  
 الی بیت مال فوجدوا ثلثا من الزبیر بنیو کی طرف گئے اور جو لوگ اسکی حفاظت کر رہے  
 قتلوا منہم اربعین رجلا و اسلوا بما تھے ابیس چالیس آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور اسکی  
 فعلوا من اخذ عثمان واخذ ما فی بیت خبر عائشہ کو بھیجی اور عثمان بن حنیف ادیت المال  
 المال لیء ثلثہ یستشیرونہ فی شئ کے متعلق مشورہ چاہا استقامت جو شخص بیجا میری  
 وكان الرسول لیها ابان بن عثمان فغالت گیا تھا وہ ابان بن عثمان تھا عائشہ نے کہا کہ عثمان  
 عائشہ اقبل عثمان بن حنیف فغالت بن حنیف کو قتل کر دو تو ایک عورت نے کہا کہ اے  
 لها امرأة نشدتک الله یا امیر المؤمنین ام المؤمنین یحسانی رسول ہیں تسلیم المؤمنین نے  
 فی عثمان بن حنیف وصعبته رسول الله کہا کہ اچھا ابان کو واپس کر دو اور عثمان بن حنیف  
 فغالت کا دل بانا فرد وہ فغالت جلسوا کو قید کر دو اور قتل نہ کرو ابان نے جب یہ سنا تو کہا  
 لا تقتلوا فغالت ابان لواء عسکر انک چہوئے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میں پٹا دیا جاؤنگا تو میں  
 بهذا لم ارجع وجاء خبیر فقال لہم داتا، ابان نے حال کے اس واقعہ کی خبر کی تو  
 مجا شیعہ بن مسعودی (خریب) نا منقوا مجاشعہ بن مسعودی (خریب) نا منقوا  
 شعر یحیت نصر بنہ اربعین موطا اور اور اسکے ڈاڑھی فرج ڈالو چنانچہ چالیس تھ  
 ونفقوا شعر یحیتہ وجا جبت مما شفقار کورسے مارے گئے اور ڈاڑھی، بھوں اور لپس

عینہ (منہا پال حکیم بن جبہ) نوچ ڈالی گئیں،

اب اسوقت دو گروں ہیں ایک وہ جو امیر المومنین در رسول خدا سے بواسطہ ولایت دستخط متعلق ہے دوسرا وہ سراج الہنت ہے، پہلے گروں میں عثمان بن حنیف دالی امیر المومنین صحابی رسول اور دیگر مسلمان نظر آتے ہیں دوسرے میل فراد عشرہ مبشر مع ام المومنین عائشہ کے دکھائی دیتے ہیں جو صحابی بھی ہیں اور کیسے صحابی،

اب دیکھئے کہ ام المومنین صحابی رسول کے قتل کا حکم دیتی ہیں اور ایک عورت کی سفاقت سے قتل کے حکم کو منسوخ کر کے صرف قید پر لکھا کرتی ہیں اور طلحہ و زبیر سلیم کو جنہاں کٹر صحابی تھے قتل کرتے ہیں پھر جاش بن مسعود عثمان کی زد و کوب کرتے ہیں اور انکے ڈاڑھی، مونچھیں بھوہیں، اور ہلکیں پھونکتے ہیں، یہ سب کیوں ہوتا ہے صرف اسلئے کہ یہ شخص علی بن ابیطالب کی طرف سے دالی ہے، اب نہ صحابیت کام آتی ہے اور نہ اسلام اور بہرہ دعویٰ کہ ہم صحابہ کی قدر و منزلت کرتے ہیں اور جو لوگ قرآن کے عینی شاہد تھے انکی عزت کرنے میں کیا اچھا نام ایمان بالقرآن کیا حدیث یا بھماقتد نیملہتد یتہ کے ہی معنی ہیں۔

ایک در صحابی کی سرگزشت عثمان بن حنیف پر مظالم ہونے کے بعد ایک نر صحابی قتل کیا جاتا ہے جکا واقعہ درج ہیں تو ملاحظہ ہو:-

و بلغ حکیم بن جبہ ما صنع عثمان بن حنیف  
غفال استلخا ان لمر الضیہ نجاہ فی  
معملائہ من عبد القیس و یک بن دائل  
واکثرہم عبد القیس فاتی ابن لوزبیر  
... فغال ملالک یا حکیم قال نرید ...  
... ان نخلوا عثمان بن حنیف فیتقیہ  
فی دار الاماقر علی ملکتم بینہ کم و بینہا  
و بلغ حکیم بن جبہ کو اس سلوک کی خبر ہوئی جو عثمان بن حنیف سے کیا گیا تو اس نے قسم کھائی کہ اگر عثمان کو کوئی ملامت ہوگی تو میں اسکا بھائی نہیں بنوں گا۔  
... انکے قبیلہ کجور بن ازل و عبد القیس سے سات سو آدمی ہمراہ لیے اور ابن زبیر کے پاس آیا زبیر نے کہا کہ حکیم کہاں آئے لے کہا اس لیے آج ہوں کہ  
... ان نخلوا عثمان بن حنیف فیتقیہ عثمان بن حنیف کچھ ہڑ دتا کہ وہ دار الاماقر میں

حتیٰ یقدم علی ما ترأیہم علیہ  
 داتم اللہ لواجدا عونا علیکم ما رضیت  
 بعد انکم حتیٰ اقلکم من لثام وقلہم  
 وطن ومامکم لجلال عنمن قتلکم من خواننا  
 اما تخافون اللہ ہم تسخولون ما فالواہم  
 عثمان قال نالذین ظلموہم عثمان وحضرہ  
 اما تخافون اللہ فقال بن الزبیر لا تخافون  
 حتیٰ یخلع علیا فقال حکیم اللہ شہد اللہ ان شہد  
 قال لا یخافون فی شک من قال عز وکافی  
 شک فلیضرب نفا نلہم فاذنلوا قتالا  
 شدید او ضرب رجل ساق حکیم  
 تعطعہا فاخذ حکیم ساق فرماہ  
 بہا فاصاب عنفرہ فصرعہ وقذہ مشر  
 جلالیہ فقتلہ و قتل بوسن من  
 عبد القیس سبعون رجلا۔

میں تمام کرے حبیب کہ سامع ہو چکا تھا اور حضور  
 ہو چکی تھی یہاں تک کہ علیؑ آجائیں، اور اس پر  
 تراہنی طرفین بھی تھی، اور خدا کی قسم اگر مسیک  
 روگزار ہوتے تو میں ان لوگوں کے حوض میں جھکو  
 تم نے قتل کیا ہے تھو بھی بغیر قتل کیے ہوے  
 دم لیتا مجھ اتھا اسے خون ہم پر طال ہیں کیونکہ  
 تھے ہمارے (مسلمان، بھائیوں کو بے قصور قتل  
 کر ڈالا اسے ہم لوگ خدا سے نہیں خوف کرتے تھا  
 خون بہا انکو لعل کیا ہے، ابن زبیر نے کہا کہ  
 ہم نے یشان بن عفان کے خون کا حوض دیا ہے  
 حکیم نے کہا تو تمہیں یقین ہے کہ جن لوگوں کو تم  
 نے قتل کیا وہ خون خٹان میں شمر یک تھے تمہیں  
 خدا کا کچھ ڈر نہیں جو ایسا جوت ہوتے ہیں ابن زبیر  
 نے کہا ہم تو عثمان بن حنیف کو اس وقت تک رہا  
 کرینگے جب تک وہ علیؑ کی بیعت نہ دے، حکیم  
 نے کہا اے خدا انکو گوارہ تو گوارہ اب مجھے ان

(ہفتاب صفحہ ۳۶۶ مطبوعہ)

لوگوں سے قتال کے (دو جوب ہیں) کوئی شک نہیں باقی رہا یہ اسکے قابل ہیں کہ اسے جنگ  
 کیلئے اسکے بعد اسے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ بہائی جبکو انکے قتال میں شک نہ ہو جائیگا  
 مقابلہ اللہ عز و جل کی ہوتی ایک شخص نے حکیم کی پٹلی پر ایک ضرب دی جس سے اسکا پاؤں کٹ گیا  
 حکیم نے اسی کٹ ہوئی ٹانگ کو اس زور سے اسکی گردن پر مارا کہ وہ گر پڑا اور بڑھ کر اسے قتل کر دیا  
 آج کے دن قبیلہ عبد القیس سے ستر آدمی قتل ہوئے،

۱۱) یہ لوگ جو قتل ہوئے سب کے سب لہین تھے (۱۲) اصحاب تھے جنہیں آپس میں جنگ ہوئی اصل ایک کا خون دوسرے کے نزدیک بہل مٹا، (۱۳) ابن زبیر و منو حکیم بن جبکہ کے نزدیک مرتد تھے باوجود مصابیت کیڑ کہ اسکو لگے قتل کرنے میں کوئی شبہ باقی نہ تھا (۱۴) جنگ کسی خدای فرماں بردار تھی بلکہ مغیرا طیبیت کی وجہ سے در نہ بن دہیر نہ کہتے کہ ہم غفلت بن حنیف کو اس وقت تک نہ چھوڑیں گے جب تک کہ غلط بیت امیر المومنین نہ کریں

(باقی آئندہ)

کلیا ہشت کا خدا اور پڑتا ہج قاضی محمد کرم حسین صاحب ڈیڑھ رسالہ دیسے ذراں عجاہ الزینہ سترہ ما کو بر نو مبرادہ بمبرک رسالہ کجائی صورت میں شائع کیا ہے اور اسکے ساتھ ایک مختصر رسالہ معراج المومنین بھی روانہ فرمایا ہے، رسالہ معراج المومنین میں معراج کا مختصر حال ہے اور ناد چنے کے فضائل اور تاکید ہے، صفحہ ۲ پر فرماتے ہیں،

”ہیں نہ حجاب دور ہوتے ہی توحید قاتی میں جلوہ گری ہوئی اور اس فائز المرامی سے  
بہرہ عطا و سرور ہو کر جاسکتے تھے کہ خداوند ارض و سما کی حمد و ثناء سے رطب لسان  
ہوں۔ یک سک آواز سرایا آواز گوش حق خوش میں آئی غضبنا محمد فانہ  
دیتلی یعنی بھٹیوے عجب پروردگار تعالیٰ ان کی اداسگی میں ہے، (معراج المومنین

صفحہ ۲، صفحہ ۱۱)

علائے اُمت سے عطا اور دیر انجھ سے خصوصاً مستعدی ہوں کہ وہ براہ راست ایذا دینے  
سہل میں جلب دیں کہ واقعی کا خدا ناز بھی پڑتا ہے تو سجدہ کے کرتا ہے اور کیا اسکے لیے  
بھی محل صلاح پکارتا ضروری ہیں؟

پس محمد عباس رضی اللہ عنہ

## مکتبہ اہل بیت

مغزوہ معرکہ اہل بیت ہی سفاین ہو سکتے ہیں بخلاف حقیقت خیر حق یا ابطال اور  
 باطل ہو عام اس سے کہ وہ شیعہ محققین کے ہوں یا اہل سنت کے موقوفہ ہوں ہم اس پرچہ میں طریق  
 سہیل بن کے لیے ایک ایسے شخص کے کلام کا ترجمہ پیش کرتے ہیں جس کا ترجمہ باطل اور حجاز و بصرہ  
 مشہور ہو وہ تقریباً ہزار میں سوا دہا کہتا ہے کہ عربیت میں امام فن کہتا تھا ہے یہ قدرت نے خاصہ کن کی  
 حرکت سے ایک ایسا تضاد مجبوسہ پیش کیا جو بیخ ظاہر اور حسن باطن میں تزلزل تمامیر انصاف حسن باطن سے  
 ایمانی کمال نہیں بلکہ وہ جن ہے جو اسکے وسیع معلومات سے پیدا ہوا تھا اسکے خدائت فن اور انقلاب  
 علوم کی علمی دنیا کے ہر فرد قابل ہو اب جب میں ناظرین کے سامنے اسکی مختصر تعریف کر چکا تو میرا اب اسکا  
 ہمارے سکتا ہوں وہ ابو عثمان بن عمرو بن بکر جاحظ ہے، اسنی ایک رسالہ لکھا ہے جس میں قبیلہ بنی  
 کے ترجمہ کا ذکر کیا ہے اور اس سے ایک بروقت روشنی مثلاً خلافت پر بھی پڑتی ہے اس جیسے  
 یہ مضمون معرکہ اہل بیت میں داخل ہو سکا اور میرا سی رسالہ سے اس مضمون کی تکرار ہوں وہ ہمارے  
 قائل علم حفظ اللہ ان احوال انصوات معارفہ بنیہ واجبہا مشہور کا مخصوصہ، بین  
 الشعوب والعراب والاکثر فی البصری والعدنا فی والتعطانی فہذا الایضاً بالثلثۃ انقض  
 للعقول المسلمۃ دافداً للاخلاق المستقیمۃ بین الناس من فی القدر والتشبیہ فی الوعد  
 والوعد فی السام والاحکام فی الامار ونصیحۃ الاخبار، بیان کرتا ہے کہ جن باتوں میں  
 یا جن باتوں سے جگڑے ہو ہیں وہ سب لوگوں کو معلوم ہیں وہ انکے اصول دنیا میں مشہور ہیں جو  
 تفصیل بیان کر بھی ضرورت نہیں جیسے ہمارے نزاع کہ کوئی شخص خالص عرب میں سے ہے یا  
 اس میں کوئی شاخہ ہے یا کوئی یوں در بصریوں میں قطع اس حقیقت سے کہ نہ بصری ہے یا کوئی ہے  
 یا وہ عدنانی الاصل ہے یا عطافی ہے یہ تینوں! سلیم عقول کی براد کو دیتے ہیں وہ تیسرے بہتر

اخلاق کو خوب کر دیتے ہیں بلکہ قدر و تشبیہ میں بحث یا عدل اور زعمید میں نزاع اسلوا احکام کے مجتہدین  
 اسلوا اخبار کا نقد اور انکی فصیح استدلال مقل کو ناسد نہیں کرتیں جبکہ وہ فیوض بایں مقصد میں  
 ہیں چونکہ اس ضمن میں سے کام لینا ہے اسلئے بڑا جمل کی تفصیل ہمارا فرض ہے اسلئے ہم اس مطلب کو  
 مفید و واضح طور پر بیان کرنا چاہتے ہیں حاجت اس بات کو بیان کننا چاہتا ہے کہ ہر شے اسلئے کہ اسلئے  
 ہے ہو سکتا ہے جو اگر مشافہہ کر نیو بلوں میں باہمی تضاد نہیں ہوتا مثلاً اگر ایک شخص بصر کلام ہے والا ہے اور  
 وہ سزا کو نہ کار نہ ہنے والا تو نزاع کا فیصلہ آسان نہ ہو گا کیونکہ کوئی سمجھتا ہے کہ بصری کی خیال مطابق  
 نہ تھا میں بلکہ کوئی نہ میں وہ بہ لادگی اور کوئی بصر کے مقابلہ میں مغلوب ہو جائے گا اور یہی بصری کو  
 خیال کوئی کی مطابقت میں ہو گا لہذا حال نزاع فیصلہ کے قابل نہ ہو گی اور عقل سلیم اگر یہ موجود ہوتی ہر  
 کردہ تضادات پر بالی کی حجت سے عقل ہو جاتی ہے لہذا ہمیں سے خواہ اخلاق پر یہی کافی روشنی پڑتی  
 سمجھنا ثابت ہو کر لوں جو جو تضاد کسی مسئلہ کا فیصلہ آسان ہے لیکن تضاد ہیئت تہایت مشکل  
 باحظ اس قدر متین اور قابل تسلیم ہوت کھٹکے جس سے انکار کہ انکی نوی ہوش کا کام نہیں ہے  
 بلکہ تجربہ اسکا شام ہے اور گذشتہ واقعات اس کے ضمیر قابل رد گواہ ہیں اور مروجہ صفات زما پر انکی  
 تصدیقیں موجود ہیں اور مشرق و غربان شامل ہیں گے جو منکر سے اپنے طاق کی وجہ سے اور کوشش  
 حل و فصل من حکم القول تمیز الوبال و ترقیب الطبقات و ذکر مقدم و عقبہ و غیرہ  
 اور ان سے زیادہ عقل کی اور نزاعی چیز باہم کو میں میں تفرقہ کرنا اور ان میں ایک طریقہ کو دوسرے  
 سے الگ کرنا اور اسکا ذکر کرنا کہ علی مقدم ہیں یا ابو بحر مقدم میں ان چیزوں سے عقل کو ان میں شکست  
 حاصل ہوتی ہے،

سبب کی تجربہ کا نتیجہ نہیں ہونا چاہیے کہ کوئی اور بصری کے نزاع کی طرح سفیت و ذفیت کی  
 نزاع ہے بلکہ اس سے زائد ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ نہ کہ شہروں کی ہر باہمی اور مغلوبیت سے زبان  
 مغرب کی براہمی اور مغلوبیت ہے ہر ایسی صورتیں گویں کوئی گنتی ملتی لگی،  
 چاہا کہ یہ رائے سخاوت کی نظر سے دیکھنے کے قابل نہیں بلکہ خود تضاد سے دیکھ کر







حضرت مسٹر فرمایا کہ نبی کے قرابت و اہل سے ابتداء اور خطاب کے بال بچوں کا اہم ہونا  
 لکھو جہاں آگ کو خدائے فراز یا ہے لوگوں نے کہا کہ آپ امیر المؤمنین ہیں آپ کی امامی تقدیم میں کیا ہر  
 لیکن حضرت عمرؓ کے سبب سے منظور نہ فرمایا اور آپ نے نفس کی منزلت کم بھی اس فعل کی کہ  
 برائیاں کیا بلکہ حضرت عمرؓ کے مناقب میں شہ کیا۔ خصوصاً یہ مقال جو کہ باجہ  
 نے بیان کیا اس سے چند باتیں متفاوہ ہیں ایک تو یہ کہ جو کہ اہلبیتؑ کی کلمہ تہجد اور اہل بیت  
 و اہل بیت حلال نے کسی کی ادا کرتے ہیں اور دوسری بات یہ متعلق ہوئی کہ یہ جو کہ ہی اہلبیت صحت  
 و طہارت کے ساتھ کیا جاتا ہر وہ صحت صحابہ کی جزیہ داری و طہارت کی جہت سے کیا جاتا ہے نہ  
 کوئی قرآنی آیت اسباب کا حکم دیتی ہے نہ حدیث نبویؐ تیسری یہ بات متفاوہ ہوئی کہ آل محمد کے  
 متعلق جو کہ تقریباً نفیس کی جاتی ہے وہ اب نہیں بلکہ صحابہ و اہل بیت کے دور میں شروع ہو چکی  
 تھی جو بھی بات یہ متفاوہ ہوئی کہ حضرت عمرؓ اہلبیت کو مقدم سمجھتے تھے اور ان کو وجہ یا تقدیم حاصل  
 کرتے تھے اور خطاب کی ذریت کو اپنی سمجھتے تھے یا بچوں کی بات یہ معلوم ہوے کہ وہ ان کے کاتبوں  
 نے حضرت عمرؓ کے امیر المؤمنین ہونے کی وجہ سے حضرت عمرؓ کا نام مقدم قرار دیا تھا اور ان کے نزدیک  
 وہ جہ تقدیم صرف یہ تھی جیسی بات یہ معلوم ہوئی کہ امیر المؤمنینؑ ہوا حضرت عمرؓ کے نظریں جہ  
 تقدیم نہ اساتوئیں یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت کا یہ فعل کہ انھوں نے اپنے نفس کو پست سمجھا اور  
 اہلبیت کو اعلیٰ سمجھا یہ بخلاف مناقب حضرت عمرؓ کا گیا، یہ نام اس جگہ یا جہ ان کلمات  
 استفادہ کیا ہے اور اب نظر کے لئے آئینہ تحقیق ہو سکتی ہیں جس کے متعلق حنفی نہیں جتنا کہ ان کے  
 اظہار کی ضرورت ہوتا ہم کہ کھانا ضروری ہے وہ جہ اہل بیت کا استفادہ ہے کلام باجہ سے کیا  
 وہ اس کا حکم دیتی ہے کہ صحابہ کو عادل نہ سمجھو صحابہ کو ظلم و جہت سے سزا و خیال کو حدیث نے  
 مخالفت رسولؐ کی اور جہی کی صحابہ (جو کاتب و مدین تھے) ان کے قبل سے حضرت عمرؓ نے ان کا کیا  
 دوسری بات یہ حکم دیتی ہے کہ صحابہ کی ایسی عبت حرام ہے جس سے واجب الاحترام اہلبیت  
 جی کی حق تلفی ہو کہ یہ مقدمہ حرام کا حرام ہوتا ہے جو ایک اصولی مسئلہ ہے تیسری بات سے

یہ معلوم ہوا کہ صحابہ نے تفصیل و تقریط پر اپنی رضائاً بت کی تھی ورنہ معمولی انخاص کو یہ جوت نہوئی اور اسکا الزام خلفا راشدین پر آتا ہے بلکہ انہوں میں نظام حل و عقد تھا جو تھی بات مستغاد و ضرر نہ ہوتی ہے لیکن حضرت عمر کے لیے دنیوی اور اخروی حیثیت سے سخت مضر ہے اس لیے کہ اگر حضرت عمر کے نزدیک اہلبیت و افتاد احباب تقدیم تھے اور اہل خطاب خلفا واجب التاخیر تھے تو ان کے لیے ریاست عامہ مومنین قلعنا ناجائز بھی کہہ کر یہ ریاست و زعامت وہی بھی جو انکی نزدیکی تقریط حق ہی میں بھی اور تمام اہل سنتی اور اگر انہوں نے اس مقولہ کو منقولہ تصنیفات قرار دیا تھا اور واقع میں انکا اپنی امامت کالیقین تھا جب بھی وہ حق کو باطل کر رہے تھے اور باطل کو حق اور انکی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی کہ اہل خطاب کمال و رسل پر مقدم نہ کیے جائیں ہر خیال میں جن یا خبر کا تیان و دواوین نے ان کے ہم کی تقدیم مناسب بھی تھی انکا یہ عذر کہ آپ امیر المؤمنین ہیں یہ وہ حقیقت حضرت عمر کے مقولہ پر اعتراض تھا جسکو وہ نہ سمجھا یا سمجھے تو کراں دیا اعتراض نہایت بجا تھا گو انکا تصریح کرنا تھا لیکن وہ دن کی طرح آشکار تھا انکا صحیح مقصود یہ تھا کہ اہلبیت نبوی واجباً تقدیم ہیں تو ان کے امت میں اپنا تقدم کیوں صحیح خیال کیا اور یہ اہل بجا خیال ہے انکو ملکہ دنیا یا جنت عمر کا فرائض رو یہ تھا لیکن خدا معلوم وہ دوسروں کو اہل کیوں خیال کرنے کے مجاز تھا چاہے اس انکار کو ان کے فہرست مناقب میں لکھ لے لیکن ہم لہ ہمارے خیال گوئی انکو اس شل کا مصداق سمجھنے میں جسکو عربی المباحث من حنفیہ بظلفاء پانچ جلد حمار و نفعہ کہنے کے ساتھ لوا لکھا ہے وہ لوگ نہایت سائوج ہیں جو اس مقولہ کو حضرت عمر کی مرتبہ مناسبتی اہل پیغمبر پر عمل کرتے ہیں کہہ کر یہ عجیب بات ہے کہ کاغذی سند پر تو اہل پیغمبر کی امیر و شہادت برائے نام ہو اور امت کی سند پر اہل خطاب کا دینی مقام ہو وہاب نہ معلوم حضرت عمر کے سمجھ کا پسیرے یا ہم ایسے پریشان و ماغول کہ حضرت عمر کو تاب نہ دیا تھا کہ قالوا انطلقنا الله الله انطلق كل شيء (ہم کو اس خدا نے گویا کہ جس نے ہر چیز کو گویا کہ انکو رب قدرت کی ایسی وقت میں یہ آواز ہوگی کہ ست کتب شہادۃ ہم انکی گواہیاں لکھ لیاں

کی، با بڑی بات سے یہ حکم صبح پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے امیر ہونے سے بہت نبی  
 حام ہاتھیں ملنے لگی ہیں انشاء اللہ اورت اور بات ہرگز جاری نہیں ہو سکتی ہیں، عاتق شن  
 ضمیر کے لیے ہر ایک بات میں لکھنے فتراستہ لال ظاہر ہوتا ہے جسکی رد کی طرح بھی نہیں  
 ہو سکتی اگر حضرت عمرؓ صبح کے نام پر نام کا مقدم ہوتا ہمارا خیال کرتے تھے اپنی تقدیم  
 بھی اپنے راجا کو قرار دیتے تھے ہم بھی انکے منقب پر ایمان لاتے دلیس غلیس لڑائی لڑتے

### سینون مرزا پریشانی

اچھا لکھنا ہی صحت بزرگ رہتا ہے اگر آپ کو اپنی زندگی کی تقدیر تو یاد رکھئے کہ صحت کا دار اور  
 دار و اعوان پر ہر ایک کے دانتوں میں درد ہوتا ہے اگر آپ کے دانت ہل گئے اگر آپ کے موڑ بے سون گئے  
 ہیں تو سنن مرزا پریشانی، انشاء اللہ ایوم کے استہلال سے تمام ہتے ہونے انت  
 مثل خیر کے مضبوط ہو جائیں گے اگر آپ کا استہلال برابر جاری رکھیں گے تو کبھی دانتوں  
 کی کمزوری پیدا ہوگی رقیبت سخن جو دوا تک کافی ہوگا، ایک روپیہ چارکانہ میر

### معجون اخضر عین شامی

اس معجون کے چالیس سال تک نام و نشان میں جنے زندگی موت سے بدرجہ جاتی ہے  
 دفع ہو کر انسان میں حنظلان شباب کی قوت آجاتی ہے خواہ ساٹھ برس کے بوڑھے حضرت  
 کیوں نہ ہوں،

نوٹ مگر اس معجون کو ۱۵ برس سے کم عمر کے حضرات نہ نوش فرمائیں تہمت چالیس سال

اللہ

دکار ہاوس نمبر ۹۹ معتبیا باغ لکھنؤ

# بحث لعن پر ایک اور نشی

سرگزشت اصحاب

منقول از ابن ابی الحدید عزیزی جلد ۳ تم مطبوعہ مطہران

اثر دیرمسلکہ ماسبق

وہذہ عائشۃ ام المومنین خرجت  
 جہیں رسول اللہ تعالیٰ نکاح ہوا  
 قمیص رسول اللہ میل و عثمان قد  
 ابلی سنۃ شمر فقولاً قتلا و اغتالا  
 قتلا اللہ فقتلا نعم رضی بذلک حتی  
 قالت شہد ان عثمان جیفہ علی لوط  
 غدا و لو فلالہ افسانہ لیوریکون عند  
 العامة زندیقہ شمر قد حصی بین  
 حصیہ اعیان الصباۃ فما کان احد  
 ینکر ذلک ولا یجملہ ولا یمس فی ذلک  
 و انما انکر و اعلم من انکر علی الماصرین  
 لہ و هو رجل کما علمتم من وجہ احتیاج  
 رسول اللہ شہد ان شرافہم ثم هو اقرہ بلدیہ  
 انکما بعدہ انکما الہ کی کوشش کی بلکہ اسکے خلاف جس نے حاضرین کا انکار کیا اسکا انکار کیا گیا  
 و بہر حال عثمان اصحاب میں ایک معزز شخص تھے و در گردن عامہ کے نزدیک سرگزشت تھے انشرف

اور دیکھو یہ عائشہ ام المومنین ہیں جو قمیص رسول اللہ  
 نکاح لیکے نکلیں ہیں اور لوگوں سے کہہ رہی ہیں کہ دیکھو  
 یہ پیر ابن رسول ہے جو ابھی کہنے نہیں ہوا اور رسول کی  
 نسبت عثمان کے ہاتھوں پرانی ہو گئی اور بردباد ہو گئی  
 اسے قتل کروا کر اس شخص (عثمان) کو خدا سے قتل کے  
 پیرائیں الفاظ پر اکٹھا نہیں کی بلکہ یہ سہی کہہ کر میں گئی  
 دیتی ہوں کہ عثمان گل روز قیامت بل صراط پر ایک جیفہ  
 (مردار) ہو گا۔ لایکاپ ملاحظہ کریں اگر کسی الفاظ عامہ  
 کے ساتھ آج ہم میں سے کوئی شخص استعمال کرے تو  
 گروہ پرٹے اسے مرتد و فزین کہہ یگا اگر عائشہ باوجود ان  
 کلمات کے دمنہ بہتی ہیں و در فی نہیں نکلتی  
 اور بھی عثمان کے معصوم ہونے کو دیکھو ان کا حصار علیہ  
 صحابہ نے کیا، پھر کسی نے انکو برا جاننا امر عظیم سمجھا اور  
 اسکے خلاف جس نے حاضرین کا انکار کیا اسکا انکار کیا گیا  
 و بہر حال عثمان اصحاب میں ایک معزز شخص تھے و در گردن عامہ کے نزدیک سرگزشت تھے انشرف

من ابی بکر وعمر وهو مع ذلك املو  
المسلمين والمجاهدين لا فتوا لامام  
حق على رعية عظم فان كان القوم  
قد بدوا فاذن لبيت الصمصاء بتر في الموضع  
الذي وضعها العامة وان كانوا مسا  
لما يوافق هذا هو الذي تقول من ان  
الخطا جائز على احاد الصحابة كما يجوز  
على حدة اليوم فشاقتهم في الاجماع  
ولا مدعى اجماعا حقيقيا قتل عثمان  
وانما تقول ان كثيرا من المسلمين  
فعلوا ذلك والخصم سلم ان ذلك ان  
خطا ومصيبة فقد سلم ان الصحابي  
يجوز ان يخطى وبعض وهو المطلوب  
انه يفضل قتل مصيبة وخطا انما اس  
كانت نتيجة یہ معلوم ہوا کہ صحابی سے خطا اور عصیان ہوتا ہے اور  
یہی مطلوب ہے۔

میں انکا شمار تھا اور رسول سے بہ نسبت ابو بکر و عمر قریب  
تھے، ان سب باتوں کے ساتھ قوم نے خلیفہ بنایا تھا اور ظہر  
ہے اختلاف کے متعلق تھے اور لوگوں نے (اسکا جانے)  
انہیں خلیفہ بنایا تھا اور یہ ظاہر ہے کہ امام کا حق بیت  
پر ایک عظیم حق ہے، اب اگر قوم نے جو کچھ کیا (عثمان سے)  
دست تارتا اس کے کئے ہوئے ہے یہیں کہ صحابہ اس مقابلہ  
میں جس مقام پر گرن عامہ انکو تجویز کرتا ہے اور اگر  
قوم نے غلطی کی تو ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ صحابہ سے خطا  
جائز ہے بیساکہ ہماری فردوس سے جائز ہے، اور بھی ہم  
اجماع میں کوئی قدرح نہیں کرتے اور نہ اس کے دعویٰ اور  
کلام حقیقی قتل عثمان پر ہو گیا تھا اگر اتنا ضرر کہیں گے  
کہ ایک کثیر تعداد نے مسلمین کی جو صحابی تھے ایسا کیا اور  
عثمان کو قتل کیا اور ہمارا مخالف اس بات کو مانا کہ  
یہی مطلوب ہے۔

اور لو! یہ مغیرہ بن شعبہ ہیں جو صحابی ہیں داخل بیابان  
پڑھا گاری کا دعویٰ کیا گیا اور قوم نے گواہی دی مگر اسکا  
انکار کرنے نہیں کیا اور نہ یہ کہا کہ مغیرہ سے زنا کا عہد  
محال اطل ہے کیونکہ کن صحابی سے ہیں اور صحابی  
رسول سے ایمان میں ہو سکتا اور کاہیکو عمنہ گواہی  
کے قول کا انکار نہ کیا اور ہم کہیں نہ کہ گواہی ہو تم پر

وهذا مغيرة بن شعبه وهو من النخعا  
ادعى عليه الزنا وشهد عليه قوم  
بذلك فلم ينك ذلك عمرو ولا قال  
هذا محال وباطل لان هذا احد ابى  
من صحابة رسول الله لا يجوز عليه  
وهذا انك عمر بن الخطاب قال لهم

و یحکمہ صلاۃ فاعلم عنہما  
 رایتہ یفعل ذلک فان اللہ قضا  
 قدا وجب لہا سال من مای صحیح  
 رسول اللہ و اوجب لہا صلح و ہلا  
 ترکہ فی لہ رسول اللہ فی قولہ صحابی  
 اصحابی ما یطیع امر الا تصب فیہ  
 اللہ عنی و اقامۃ الشہادۃ ما قبل قیل  
 للمغیرۃ یا مغیرۃ ذہب بک عنک یا مغیرۃ  
 ذہب ثلثۃ ارباع ختی اخطب  
 المراجۃ فی ثلاثۃ و ہلا قال لغیرۃ  
 لہم کیف خسم فی قولہ و لاء و  
 لیوا من الصحابۃ و اقام من الصحابۃ  
 و رسول اللہ قد قال اصحابی کالجیہ  
 باجمہر اقتدیہم اہتدیہم ما راہیہ  
 قال ذلک بل سنسلم بحکم اللہ تعالیٰ  
 فہما من ہما مثل من المغیرۃ فیہ  
 قدامۃ من مظلوعین لما شرب الخمر فی  
 ایام عمر فاقام علیہما الحد و ہورجل  
 من علیہ الصحابۃ و من اہل بدہ  
 المشہور و ہما الجنۃ فادریہ امر  
 الشہلۃ و ما دلت علیہما انہما بدہ

پر تم لوگوں نے جب ایسا کرتے ہوئے منیرہ کو دیکھا تھا  
 تو اس سے قائل کیوں نہ کیا اور اسکا ذکر کیوں کیا  
 کیونکہ خدا نے اصحاب رسول کے عیوب پر نہ ہٹانا  
 جائز قرار دیا ہے اہل ان معاملات میں خاموشی کو ترجیح  
 دی ہے (اور حضرت ان لوگوں سے یہ کہیں نہ کہا کہ تم نے  
 صحابی رسول منیرہ کے معاملہ کو رسول پر کیوں نہ بھڑا  
 کیونکہ آپ فرمائے ہیں کہ میرے اصحاب کو میرے لیے  
 چھوڑ دو میں فیصلہ کروں گا) آپ نے تو یہ کچھ بھی نہ دیکھا  
 لکھ اس کے خلاف یہ دیکھا کہ عسکری دعویٰ کو سنا اور اس  
 مقدمہ پر گواہیاں قائم کیں اور منیرہ سے یہ کہتے ہوئے  
 ساتھ اسے منیرہ تار رہی جاتا ہا یعنی ایک لکھ ہی  
 گزری جب دوسری گواہی گزری تو کہا اب نصفیت  
 ہو گیا جب تیسری گواہی گزری تو کہا کہ بس اب کیا فی  
 ہی لکھ کہ چار گواہوں کے بعد زانیہ میں حد ہے یہاں  
 تک کہ خواہش عمری پر چوتھے گواہ نے سکوت کیا اذنا  
 کا جرم منیرہ سے ہٹا گیا اور بجائے منیرہ بچاؤ گواہوں  
 پر حد جاری ہوئی۔ اور کہا کہ منیرہ نے اپنی مصابیت  
 پر اعتماد کر کے عسکری نہ کہا کہ اسے غرضیہ ایسے صحابی کے  
 بارے میں اس طرح کے الزامات ان لوگوں سے سننا ہو  
 جو صحابہ نہیں اور میں صحابہ میں سے ہوں اور رسول  
 کہہ چکے ہیں کہ میرے اصحاب میں ہر ایک کے لیے جہنم کا دروازہ

خلافت قبل ہی رسول اللہ صلی اللہ  
 ایک دو صحابی جو غزوہ سے افضل ہیں ان کا نام بنی مطلقہ  
 ہیں انہوں نے جب عہدِ خلافت میں شریعت بنی تو عمر نے  
 ان پر حد جاری کی گو کہ ان کا مرتبہ اصحاب میں ایک تیسرا  
 حیثیت رکھتا تھا یہ اہل بدر میں سے تھے اور اہل جنت میں  
 بھی ان کا شمار تھا اور جو ان صفات کے زائد سے حد ہٹا دی گئی اور نہ بنی خیل کیا  
 گیا کیسے دی ہیں اور نہ عصفیہ کہا کہ رسول نے اصحاب کی ذمہ داری عیسائی لوگوں کو سونپ کر دی ہے۔  
 خود عیسائی اپنے بیٹے اور غمہ پر حد شریعت جاری کی اور ایسی کہ وہ مرگیا حالانکہ فتح معاصر رسول تھے مگر یہ  
 ہم عصری اقامت حدود کے لیے نہ سپرد کی اور نہ یہ مرتبہ معاصریت کے کام آیا،  
 وھذا علی علیہ السلام یقول احذنی اور سنیے! امیر المؤمنین علی بن ابی طالب (علیہ السلام)  
 احد بحدیث من رسول اللہ صلی فرمایا کرتے تھے کہ کسی ایک صحابی نے بھی مجھ سے کُل  
 الاستخفاف علیہ لیس ہذا اتھا ماہم کی حدیث نہیں بیان کی مگر یہ کہیں نے اس سے اس  
 بالکذب ولست تنفی حاتم المسلمین حدیث کے صداقت پر حلف لے لیا اور تمہارے لیے کیا  
 اس کے سنی یہ نہیں کہ اصحاب میں گنجائش کذب و دروغ اور  
 قد صرح خیر مقرب بتکذیب ابی استفادہ اور اذاتہ تمام موجود تھی (اور نہ حلف و قسم لینا  
 ہر بڑھ و قال لا احد اکذب من ہذا کیسا) اس میں آپ نے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا  
 لدوسی علی رسول اللہ صلی اللہ (جیسا کہ اہل سنت کی کتابوں سے پایا جاتا ہے اور حدیث بخاری میں)  
 قال ابو بکر فی مرضہ التی مات اور ایک مرتبہ امیر المؤمنین نے ابو ہریرہ کی کتب  
 فیہ وحدثنی لہما کشف بیتنا وحدثہ کی اور دوسرے فکر کیا اور یہ فرماتے تھے کہ ابو ہریرہ سے زبان  
 دلو کان اخلی علی حرب فندام ان رسول پر جو الزام لگانے والا کوئی نہیں (کیونکہ وضع  
 التہذیب لایکوان الا من ذنب شر حدیث میں انہیں خاص لکھتا تھا)

یذبحی للعاقِلان ۛ یُکفر فی قانحر ۛ خود ابو بکر نے سرتے وقت یہ کہا کہ کاش میں کشتہ بیت  
 علی صلی اللہ علیہ وسلم من سبعة ۛ ابی ۛ غلطہ نہ کرنا جیسا کہ میں نے کیا (دیکھو طبری واقعہ بیت)  
 یکسبتر امتهم الخان مات فاحلہ ۛ کیا اس حسرت سے عزامت نہیں پائی جاتی اور کیا تم  
 فان کان مصیبا فابی بکر علی الخطاء ۛ سوا خطا کے ادگناہ کے صحابہ و حمل پر بھی ہوا کرتی ہے۔  
 فی تبصاہ ۛ فی الخلافۃ وان کان ابی ۛ غلطہ کو چاہیے کہ وہ اس بات پر غور کریں کہ آخر امیر المؤمنین  
 مصیبا فعلی علی الخطاء فی ما خرم ۛ اے مجتہد مدینہ (قبل الہبت) ہمک یعنی حیات سید بکر ہیجہ کی  
 البیتۃ وحضور المسجد ۛ نہیں کی تو ان کو یہ معلوم ہو گا کہ یا تو فعل امیر المؤمنین درست  
 تھا، اگر ایسا تھا تو ابو بکر کا خلافت کے لیے اٹھنا قطعاً غلط اور خطا تھا اور اگر ابو بکر کا فعل درست تھا تو

امیر المؤمنین کا بیت میں تاخیر کرنا اور مد میں نہ جانا بالکل غلط اور عصیان تھا،

ثم قال ابو بکر فی مرض موته للعقبا ۛ اور ملا خلمہ ہوا، ابو بکر نے اپنے مرض موت میں صحابہ سے کہا کہ  
 فلما استخلفتم خیرکم فی نفسی یوفی ۛ میں نے تم پر تم سے بہتر یعنی عمر کو خلیفہ بنایا تو تم دوگوں نے  
 فکلکم ورمذت انک افترید ان ۛ دنیا کو آتے ہوئے دیکھ کر ناگاہیوں چڑھائی اور تم میں سے  
 لیکون الامر لمارئیتہ الدنیا قد ۛ ہر شخص چاہتا تھا کہ خلافت اس کے لیے ہو گی یا یہ چلے جو  
 جاءتنا ما طعنه لئلا ننشد ۛ ابو بکر نے کہے انہیں لمن صحابہ نہیں؟ اور اس امر کا  
 الدنیا باجر ونضاید الحرر المیر هذا ۛ تصریح نہیں کہ وہ لوگ عمر سے حد رکھتے تھے جیسا کہ ابو بکر نے  
 طعنا فی الصحابة وقصر یحیا بان قد ۛ اُنکے خلافت پر پس کر دی تھی،

ثم قال الحسن بن علی ۛ اور دیکھئے! جب ابو بکر نے خلیفہ ہونے کا ذکر کیا تو عمر نے  
 کیا تو ظلمہ نے کہا کہ کیوں ابو بکر خدا کو کیا جواب دے گا  
 ثم سے وہ اپنے بندوں کے متعلق سوال کر گیا حالانکہ تم  
 نے عباد خدا پر نہ ظلمہ غلط، ایک سنگدل اور میر عمر کو میر  
 بنا دیا ہے، یہ ظلمہ کو حالت مرض ابو بکر نے زخمی نہیں کیا اور



احبلونی باللہ خوفی اذا سألنی قلت طیت علیہم خیر لہذا شمر شتمہ بکلامہ کثیر منقول فہل قول ابی بکر الاطعن فی طلحہ ثمالدی کان بن ابی ہن کعب وعبد اللہ بن مسعود من مسعق من امیہا حتی فنی کل واحد منہما الاخون امیہا وکلتمہ انی بن کعب مشہوق منقولہ ما زالت ہذا الامس مکتوبہ علی وجہہا منذ قد قینہم وقولہ الاہلک اهل الحق وطعہ ما اسی علیہم انما اسی علی من لاضلون من طاعتہم ثم قول عبد الرحمن بن عوف ما کنت لہری عن اعیشی حق یقول لی عثمان یا منافق وقولہ لو استقبلت من امری ما استدرت ما ولیت عثمان یسم لہی وقولہ لا لہقر بن عثمان قد ابی ابن یقیم کتابہ فافعل بہ وافعل وقال عثمان لہی لیک کالمہ میں جو علی اور عثمان کے بیچین ہوا اس میں عثمان نے کہا کہ ابو بکر وراثے سے۔

مجھے اٹھا کے بیٹھا اور مجھے اٹھا کے بیٹھا اور میرے طلحہ سے کہا مجھ سے پوچھتا ہو کہ میں خدا کو کیا جواب دوں گا اور مجھے ڈر آتا ہے اس میں یہ جواب دوں گا کہ میں نے بہترین شخص کو خلیفہ بنایا ہے یہ کبک ابو بکر نے طلحہ کو ہزاروں گالیاں دیں جو منقول ہیں اور موجود ہیں کیا ایسی صورت میں طلحہ کا قول ذلت عمر میں طعن نہ کرنا مانا گیا کیا ابو بکر کا مکالمہ طلحہ سے سب دشمن کے ساتھ ذات طلحہ میں طعن نہیں؟

ایک نظر اور ابی بن کعب اور عبد اللہ بن مسعود دونوں صحابی تھے ان دونوں کی کالم گورج پر نظر کر کہ ایک نے دوسری کو حرامی بنایا، اور ابی بن کعب کا یہ کلمہ تو بہت مشہور ہے اور کتب میں مرقوم ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمت رسول کے بعد نہ کے ہل گر پڑی اور یہ کہ اہل عقدہ ہلاک ہو گئے خدا کی قسم مجھے ان پر صدہ نہیں لیکھ مجھے ان لوگوں پر لڑو پس ابی جو گمراہ کر رہے ہیں اور گمراہ جو رہے ہیں۔

عبد الرحمن بن عوف کو بھی دیکھئے وہ کہہ رہے ہیں کہ مجھے یہ امید نہ تھی کہ میں اس دن کے لئے زندہ رہوں گا جب عثمان مجھ کو منافق کا خطاب دےینگے، اور انکا یہ کہنا کہ پردہ کار عثمان تیس احکام قرآنی کے خلاف کر رہا ہے تو اسکا بدلہ اس سے لے۔

فی کلامہ دار بنیہما ابو بکر و عمر  
خیر منک فغالب علی کذبنا  
خیر منک و صفحا عبدت اللہ  
قبلہا و عبد بہ بعد ہماردی  
تھے تھے امیر المؤمنین نے فرمایا تو جھوٹا ہے تجھ سے  
بھی بہتر رسولِ ہادیؑ دونوں سے بھی میں اعلیٰ دونوں کے  
قبل بھی موجود تھا اور ان کے بعد بھی ہوں اکیادہ دونوں  
موجود نہ تھے؟ سید،

اور یحییٰ بنیان بن عقبہ نے عمرو بن دینار سے روایت  
کی ہر وہ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم عروہ بن زبیر کے پاس  
تھے اور اس بات کی گفتگو چڑی کہ وحی کے بعد رسول  
نے کہ میں نے دن قیام کیا تو اس پر عروہ نے کہا اس میں  
میں نے کہا اگر ابن عباس تو تیرہ برس کہتے تھے عروہ نے  
پہٹ سے کہا ابن عباس جھوٹے ہیں،

اور سنیے ابن عباس متعہ کو حلال جانتے تھے ایک  
دن حمیر بن عظم نے کہا کہ عمر نے متعہ کو منع کر دیا ہے، ابن  
عباس نے جواب دیا اب دشمن نفس ہی وہ جگہ ہے جہاں  
تم لوگ گمراہ ہوے ہو رسولِ مبینؐ فی فیض سے استدلال کرتا  
ہوں اور تم اس کے مقابلہ میں عمر کا قول و فعل پیش کرتے  
ہو، روایت میں ہے کہ علیؑ فرماتے تھے کہ اگر متعہ کو عمر نے  
حرام نہ کر دیا ہوتا تو کوئی شخص ناز کرتا مگر شقی۔ یا یہ کہ  
زمانہ ہوتا مگر کم، باقی آئندہ

سغیان بن عینہ عن عمرو بن  
ذیاب قال كنت عند عروہ بن زبیر  
فتذاكرناكم اقلع البني بكبا، بعد  
الوحي قتال عروہ اقام عشرا  
فقلت كان ابن عباس يقول  
ثلث عشرا كذب ابن عباس و  
قال ابن عباس المتعہ حلال  
فقال لہم حمیر بن المطعم كان  
حمیر یحییٰ عنہا فقال یا عدی  
نفسہ من ہما ضلتم احدکم  
عن رسول اللہ و محدثی عن عمر  
جاؤ فی الحیض عن علیؑ لولاہ ما فعل  
عمر بن الخطاب فعل المتعہ ما رقی  
الاغنی و قیل ما رقی لا شفاى  
قلیلاً۔

توسیع اشاعت سید بن حصہ لیا آپ کا فریضہ دینی ہے۔

## پیشکش

”خدا خود میرا مال است ز باقی کل را“

سید بن ابی، بول تو ہر مادی کا شکر گرا ہے جو اُنکی ادا کسی نیچ لو کسی جنت سے کوہ  
مگرا کے چند ایسے سر پرست و مرقی ہیں جکا شکر یہ : ”وہ زبان سے ادا کر سکتا ہے اور نہ دل سے  
کیونکہ وہ کو نام ہے اور یہ زبان جو کچھ بھی کہہ سکتا ہے، اس کے بعض حدود اس مصرعہ میں شاید  
محدود ہو جاتے ہوں،

”حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہوا“

ان عربوں کے بھی اقوام ہیں جکے لئے ہائے رحمت شکوہ امتنان بحیثیت عن نظر  
خود بخود تقسیم ہوتے رہتے ہیں، کچھ ان میں سے ایسے ہیں جنہوں نے سید کی طواف صرف سال  
اول میں توبہ کی اور اپنے نگاہ کو کیا اثر سے اسے دیکھا جو اسکے امتنان ہم عمر کے لئے کافی ہے اور  
وہ بھلائی اس کی عین محاسن ہے اور رہ گیا،

صرف ایک ذات اسے ایسی ملی جس نے سید کی سالانہ خواہات کے انھوں جسے کلہا  
اپنے اوپر لے لیا اور جو تین سال سے اس وجود میں وہی رہانی ہے، اسکا نام میں ظاہر کرتے  
ہم سے پس پیش کرتا ہوں نہ اسلئے کہ کوئی حیرت، بلکہ اسلئے کہ طبیعت جو داد جزیر لافید منکم  
جزائے دلاش کو نہا اس اظہار سے کہیں کاہ نہو،

اگرچہ اس مختصر نکتہ کا معنای مصرعہ اپنے ایک لفظ سے اُس ذات پر اور اس شخصیت  
پر روشنی ڈال رہا ہے،

بہر حال ہم اس فکر یہ کہ اس عا پر ختم کرتے ہیں خداوند اس سید کا توکل قاسم ہے  
اور تیری مدد اسکے لئے خیر فریق اللہ سید بن ابی، امین تمام امین  
(انجیر بر)

منقول یا ارفع حیران ضعف و مقوی اعضا

چونکہ عوام جبران سے ناواقف ہوتے ہیں اسلئے ہم کو یہ بتانا ضرور ہے کہ جبران کیا چیز ہے اور اس سے کیسے مملکت امراض بکثرت  
پہنچتی ہے۔ اجمہر حضرت کو یہ عرض بدہودہ ایک کس سفوف سچا ہے طلب کر کے ہتھال کریں جو ان کو عقل میں سیلان اور ہندی میں برمیو  
یہ سوت اور دھات ہٹانے ہیں اور دھات ایک جوہر نفیس ہے جس کا نظیر خون کے دس نظروں سے بنتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس  
انسان کا جوہر دست (کنز) زیادہ ہے کیونکہ یہی کام خرابشون کا بادشاہ جہانی طائف کا نگہبان دو کمال الفاظ میں یوں کہا جا  
کہ نام حیدرینا جہان آبی کی بدولت حسین بنے ہوئے ہیں اور حقدار اس میں نفیس ہوتا ہے اسی قدر زنگ و رغن نکات و نکات  
طبیعیہ کی بشارت دل کی رحمت میں فرق آجاتا ہے علامات جبران حسب ذیل ہیں :- بعد میناب اور کبھی تہلی میناب اور  
کبھی میناب کبھی تھما یا حالت نفیس میں دھات کا خارج ہونا۔ دھات کا تیلہ ہوجانا اور کبھی کبھی اخلاص عمر تب خواہش نفسانی سے  
حرکات :- یورہ نفس و خوشی وغیرہ کی نوبت آتی ہے تو دل متناہ کی حالت گرجا جاتی ہے یعنی دل (میناب کرتے ہیں) گرجی اور  
جنگ کا معلوم ہونا میناب میں تونش بار بار میناب کا ہونا۔ سرعت انزال کسی لذت خواہش ہو کہ ہرگز زائل ہوجانا۔ دور و کر  
ہتھیلیوں اور تلوؤں کا جلنا۔ اولاد نہ ہونا۔ اولاد کا کمزور پیدا ہونا۔ پتھلیوں کا اینٹھنا دوران سرسستی کا پانی نیند کی کمی  
عوض کھڑے پڑے پڑے سخت امراض مثل مرگی۔ لقوہ۔ خلج بگھبا۔ جنون۔ تب شدید۔ وغیرہ لاحق ہو کر جان بربت جاتی ہے ہم نے  
نفیس فہ عام یہ نفوس صحت مند ستانی بڑی بوٹوں سے تیار کیا ہے معونات سے بالکل پاک ہوس سے بجز فاکرہ  
کچھ اندیشہ نقصان نہیں یہ سفوف جبران کسے نے اکسیر کا حکم لکھتا ہے۔ اس سفوف کا کام مذکورہ بالا شکایات کی اصلاح  
کرنا کمزور معیے کو طاقتور بنانا۔ تمام اعضا و ریشہ کی خرابیوں کو دفع کرنا اور ان کے افعال کو توجی کرنا یا عضو مخصوص  
کو زیادہ اعضا کو نہایت خوبی کے ساتھ اپنے منصبی کام کیلئے آمادہ کرنا۔ نام دی۔ ضعف شاذ۔ ضعف اعصاب۔  
ضعف ریاغ و جگر و معدہ۔ ذیابیطر اور صلاح قلب کیلئے بمنزلہ تریاق ہے۔ طاقت جوتانی پہا کر نے کیلئے اکسیر جو اور ہتھ  
کے جبران کا دافع ہے لطیف ہے کہ اسلئے ہتھال کیلئے کسی مریض کی قید نہ زیادہ بہرہ کی ضرورت نیست فی جس ۳۰ خلک سے

نہایت کہ راجحہ حاطط پیدروانہ کیجاتی ہے

المشہر مرزا سجاد حسین عظیم راکہ دو اخا معین علی و علی گڑھی ٹکڑیہ سٹ لکھنؤ

<p><b>الکافم تالیخ امام موسی کاظم</b></p> <p>عائیه السلام۔ ۔ قیت هدم الاساس۔ ۔ تحقیق حزبت وطلس۔ ۔ تشریح الاحکام۔ شرح میرلز و ہر دومیت شرایع الاسلام۔ ۔ عہ</p>	<p><b>سہیل من جلد اول دوم یا سوم</b></p> <p>کی اگر ضرورت ہو اور دینی معاملات کے دیکھنے کی خواہش ہو تو دفتر سے طلب کیجئے معمول بذکر خریدار مجلہ . . . . لغیر غیر مجلہ . . . . ہے</p>	<p><b>سہیل میں حج جلد اول میں</b></p> <p>پہلا نمبر اوّل جلد دوم من فبشمربستہ ونمبر دوئم دفترین بالکل باقی نہیں حضرت راؤٹ کر لین۔ اگر کوئی صاحب نبران مذکور عنایت فرما جائیں تودہ دفتر کواجر تا دیکتے ہیں</p>
---	---	--

جو حضرات دوخ میار فرما رہے تھے انکا چند سے دو دفتر میں بھیج دیئے گئے انکو سیل جیل خانہ لاقیت جیل خانہ کراچی

مینجر سہیل مین ڈکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

# اسٹریٹ کی توسیع اشاعت ایکانڈمی فزیشن

Printed at  
SALAHING MUSEUM LIBRARY  
No. 10  
SALAHING MUSEUM LIBRARY

## ملو انجیات یعنی نوجوانی کا بزم

ہم اس عرق بچہ ناز کو جن کم ہو۔ عرق طبعیانی کا مایہ ناز ہو اور ہر رابطہ میں سے ہی ہم نظریں کو ابراں مکیط سے  
ملفٹ کرتے ہیں کہ جتنے خواہ اسکے کچے جاتے ہیں اگر سہج کوئی جھوٹ ہو تو فوراً میت آپس لی جائے اگر آپ کے عصارہ حلاج  
کا کم کج ہے بہت ہلکے ہوں اگر آپ کا داغ ہر وقت چکر کھاتا ہو اگر دل بٹھا جانا ہو اور اگر قوت متکروا کھن مصل ہو گئی ہو اگر خستہ حلاج  
تھکے سمجھے ہو گئے ہوں اگر تو لی عزن قطعی نہ ہو اگر غنڈہ صم ہو تو ہو اگر قوت جوانیہ جواب پکلی ہو بنا اوقات خجالت حاصل نہ ہو  
اگر صفت ناوانی کا آپ پہلے ہو اگر کام کرتے کرتے زلغہ تک گیا ہو تو علماء الحیثیات ان تمام مرض میں کہ شہر کا حکم رکھتا ہو بین مین  
مرض کرنا ہوں کہ اگر اس عرق کا پھر زور دے رہا ہوں تو فرامین تو آپ بھی صنف بن گئے اور آپ کے بال سفید ہو گئے اور آپ کی کئی قوت  
میں کمی ہو گئی ان نوادہ سمیت میت فی قول جواک کہ کوکانی ہوگی صنف پانچ پڑے صم  
نوٹ :- عرق غادہ قوت باکیو اسطیظ نہیں لکھتا صنف ایک کے استعمال کے بعد ناگہ ہو کو مشرہ دینا ہر اگر آپ کو بچہ دانی  
کی سمجھتے تو صنف میں ان سوال کرنے سے نہایت آرام سے نیند ملے گی

## وقار دوس بہرہ صحتیلا باغ لکھنو

باہتمام محمد خاں نظامی پبلشرز کٹوویہ انڈسٹریل پکھنورین چھپا





